علامہ غلام رسول سعیدی
حیات و خدمات
نعمۃ الباری / نعم الباری کا خصوصی مطالعہ
تحقیق
شگفتہ جبیں
ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس
دار الاسلام

نعمۃ الباری کا منہج و اسلوب

(تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ)

مقالہ نگار

شگفتہ جبیں

ایم فل علوم اسلامیہ

سیشن: ۱۴۔۲۰۱۲ء

یہ مقالہ ایم فل اسلامیات کی جزوی تکمیل اور حصولِ سند کے لیے
شعبہ علوم اسلامیہ میں جمع کرایا گیا۔

نظامت فاصلاتی تعلیم

(شعبہ علوم اسلامیہ وعربی)

گورنمنٹ کالج یونی ورسٹی، فیصل آباد

اگست ۲۰۱۴ء

نعمۃ الباری کا منہج و اسلوب

(تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ)

مقالہ برائے

ایم فل علوم اسلامیہ

سیشن: ۱۴۔۲۰۱۲ء

مقالہ نگار

شگفتہ جبیں

رول نمبر:1213

رجسٹریشن نمبر:2012-GCUF-09337

نگران مقالہ

پروفیسر ڈاکٹر ہمایوں عباس

ڈین فیکلٹی آف اسلامک اینڈ اورینٹل لرننگ

/

چیئرمین شعبہ علومِ اسلامیہ وعربی

گورنمنٹ کالج یونی ورسٹی، فیصل آباد

نظامت فاصلاتی تعلیم

(شعبہ علوم اسلامیہ وعربی)

گورنمنٹ کالج یونی ورسٹی، فیصل آباد

بسم الله الرحمن الرحيم

حلف نامہ

میں اقرار کرتی ہوں کہ میں نے یہ مقالہ بعنوان ''نعمۃ الباری کا منہج واسلوب ۔۔۔تحقیقی وتجزیاتی مطالعہ'' برائے حصولِ سند ایم۔فل علوم اسلامیات خود لکھا ہے۔ میں نے سرقہ سے کام نہیں لیا اور تحقیق واخلاق کے اُصولوں کو مدِ نظر رکھا ہے نیز اس سے پہلے یہ کسی یونیورسٹی میں برائے حصولِ سند پیش نہیں کیا گیا۔ میں اس مقالے کے تمام نتائجِ تحقیق اور جملہ عواقب کی ذمہ دار ہوں۔ غلط بیانی کی صورت میں یونیورسٹی تادیبی کارروائی کرسکتی ہے۔

شگفتہ جبیں

تصدیق نامہ

میں تصدیق کرتا ہوں کہ شگفتہ جبیں نے مقالہ بعنوان ''نعمۃ الباری کا منہج و اسلوب ۔۔۔تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ'' برائے حصولِ سند ایم۔فل اسلامیات میری نگرانی میں مکمل کیا ہے۔ یہ مقالہ محنت سے لکھا گیا ہے اور میری معلومات کے مطابق سرقہ سے کام نہیں لیا گیا۔ میں اس کے نتائج اور اندازِ تحریر و تحقیق سے مطمئن ہوں۔ میرے خیال میں یہ مقالہ برائے جانچ اور زبانی امتحان، جناب ناظم امتحانات جی سی یونیورسٹی فیصل آباد کو بھیجا جا سکتا ہے تا کہ وہ اس پر مزید ضروری کارروائی کر سکیں۔

نگران مقالہ

ڈاکٹر ہمایوں عباس

ڈین فیکلٹی آف اسلامک اینڈ اورینٹل لرننگ/

چیئر مین شعبہ علوم اسلامیہ و عربی

گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

کوآڈی نیٹر: فاصلاتی تعلیم

....

چیئر مین: شعبہ علوم اسلامیہ و عربی

....

ناظم: فاصلاتی تعلیم

....

انتساب

رحمۃ اللعالمین

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کے نام

جن پر لاکھوں درود وسلام

صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

اظہار تشکر

رب رحمٰن و کریم کا جتنا شکر ادا کروں کم ہے، یہ اسی ذات حیی و قیوم کی مدد کا نتیجہ ہے کہ میں اس کام کو مکمل کر سکی۔
اس کے بعد میں اپنے نگران مقالہ جناب ڈاکٹر ہمایوں عباس کی شکر گزار ہوں جن کی پر شفقت رہنمائی نے اس کٹھن کام کو میرے لیے آسان بنا دیا، آپ نے رہنمائی کے ساتھ کتب کی فراہمی کو میرے لیے ممکن بنایا جو کتب مجھے کہیں نہ مل سکیں آپ نے اپنے پاس سے مجھے مہیا کر دیں۔
میں اپنے والدین کی شکر گزار ہوں خصوصاً والدہ محترمہ کی جن کی پر محبت دعاؤں نے اس کام کی تکمیل کو ممکن بنایا۔
میں اپنے شریک حیات جناب محمد خالد جاوید کی شکر گزار ہوں جنہوں نے میرے لیے یونیورسٹی اور لائبریریز میں آنے جانے کو آسان بنایا اور خود یہ ڈیوٹی انجام دی۔

شگفتہ جبیں

فہرست ابواب

تفصیل ابواب

ابواب | عناوین | صفحہ نمبر

مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم

انسان اشرف المخلوقات اور اللہ تعالیٰ کی شاہکار تخلیق ہے۔ دنیا میں انسان کو امور معاملات میں رہنمائی کی ضرورت پڑی اور اصل رہنمائی اور ہدایت وہ ہے، جس کا اہتمام اللہ رب العزت نے فرمایا ہے۔ لہذا ہر اُمت میں سلسلہ نبوت کا آغاز فرمایا گیا۔ یہ سلسلہ حضرت آدمؑ سے لے کر ختم الرسل حضرت محمد ﷺ پر منتہی ہوا قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے ہدایت ورہنمائی کا سامان قرآن مجید اور نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات میں موجود ہے۔

قرآن کریم اصول وکلیات کی کتاب ہے، جس کی تشریح کا منصب اللہ رب العزت نے نبی آخر الزماں ﷺ کو دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ (۱)

علم حدیث کا موضوع ذات نبوی ﷺ ہے جب کہ اس علم کی غایت اپنے ظاہر و باطن کو حضور ﷺ کی سنت کے مطابق کر کے رضائے الٰہی اور سعادت دارین حاصل کرنا ہے۔ قرآن پاک کے بعد علم حدیث تمام علوم میں سے اشرف، افضل، اعلیٰ، ارفع اور انفع علم ہے۔

قرآن مجید کی حفاظت کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے حدیث کی حفاظت کا سامان بھی کر دیا۔ صحابہ کرام اور ان کے بعد سلف امت نے حدیث کی شرعی اہمیت کی بنا پر اس کی حفاظت اور جمع وتدوین میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں جس سے دین کا یہ اساسی ماخذ اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت سے ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو گیا۔

حدیث نبوی کے ذخائر میں صحیح بخاری کو اپنی منفرد اور گوناگوں خصوصیات کی بنا پر اولین مقام حاصل ہے۔ چنانچہ اس کی اصحیت اور قطعیت پر امت مسلمہ کا اجماع ہے۔ صحیح بخاری کے زمانہ تصنیف سے لے کر اب تک ہر دور میں اسے یکساں مقبولیت حاصل رہی ہے۔

ہر دور کے لوگ اپنے زمانہ کے تقاضے کے مطابق اس کی شروح لکھتے رہے ہیں۔ عصر حاضر میں صحیح بخاری کی شروح لکھنے والوں میں ایک اہم نام شیخ الحدیث مولانا غلام رسول سعیدی کا بھی ہے۔

نعمۃ الباری صحیح بخاری کی جدید شرح ہے۔ جو کہ ۱۶ جلدوں پر مشتمل ہے۔ نعمۃ الباری میں مصنف کا انداز بیاں سادہ اور عام فہم ہے۔ علمی یا اصطلاحی لب ولہجہ اختیار نہیں کیا گیا ہے۔ علامہ سعیدی نے قرآن اور احادیث صحیحہ سے استفادہ کے ساتھ

۱۔ النحل: ۴۴

ساتھ کتب فقہ، کتب تفاسیر کتب احادیث، کتب اسماء الرجال کتب تاریخ، سیرت وفضائل سے مدد لی ہے۔آپ نے بخاری کی ہر حدیث کی سند کا مکمل ترجمہ کیا ہے۔سند کے رجال کا مکمل تعارف پیش کیا ہے۔آیات کی تشریح معتمد کتب تفسیر سے کی ہے۔استنباط مسائل میں ائمہ اربعہ کے دلائل وضاحت سے بیان کیے ہیں۔

زیر نظر تحقیقی مقالہ ''نعمۃ الباری کا منہج واسلوب تحقیقی وتجزیاتی مطالعہ'' کے تحت نعمۃ الباری کی خصوصیات اور امتیازات اس کے منہج واسلوب دور حاضر میں اس کی ضرورت واہمیت کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔عصر حاضر کی دیگر شروح بخاری (فیوض الباری، توفیق الباری، کشف الباری) سے اس کا موازنہ کیا گیا ہے۔

موضوع کی ضرورت واہمیت:

علوم القرآن اگر اسلامی علوم میں دل کی حیثیت رکھتا ہے تو علوم الحدیث شہ رگ کی۔آیات کا شان نزول اور ان کی تفسیر، احکام القرآن کی تشریح وتعیین، اجمال کی تفصیل عموم کی تخصیص، مبہم کی تعیین سب علم حدیث کے ذریعہ معلوم ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ ق وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ(۱)

زمانہ حضور ﷺ سے کتنا ہی دور کیوں نہ چلا جائے مسائل کے حل اور ہدایت کے حصول کے لیے قرآن وحدیث ہی اولین ماخذ ہیں۔صحیح بخاری حدیث کی مستند کتاب ہے۔جتنی اہمیت اس کی ہے اتنی ہی اہمیت اس کی شروحات کی ہے۔

نعمۃ الباری نہایت عام فہم اور سادہ الفاظ میں لکھی گئی ہے۔اس کا منہج واسلوب انفرادیت کا حامل ہے۔کوئی بات بغیر حوالہ کے نہیں لکھی اگر کوئی نئی چیز بتاتے ہیں تو اس کا ثبوت بھی فراہم کرتے ہیں۔اس کتاب کے مطالعہ سے احکام ومسائل کے استنباط میں مذاہب اربعہ اور دیگر فقہی مذاہب کی آراء سے واقفیت کے ساتھ ساتھ جدید مسائل کا حل قرآن وسنت کی روشنی میں واضح ہوتا ہے۔ نبی ﷺ کی خصوصیات اور فضائل احادیث کی روشنی میں بیان کیے گئے ہیں۔منکرین حدیث اور مستشرقین کے اعتراضات کے متعین جوابات دیئے گئے ہیں۔عصر حاضر میں ''نعمۃ الباری'' امت مسلمہ کے لیے کسی نعمت سے کم نہیں ہے۔یہ شرح اردو زبان میں لکھی گئی ہے اور اردو زبان کا شمار اب دنیا کی بڑی اور زندہ زبانوں میں ہوتا ہے۔اردو زبان میں پہلے بھی بہت سی شروحات لکھی گئی لیکن زیادہ ضخیم نہیں ہیں۔ایک عرصہ سے اردو زبان میں ایک بڑی شرح کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی جو کہ اس شرح سے پوری ہوگئی ہے۔

نعمۃ الباری کی انہی تمام خصوصیات نے محقق کو اس تفسیر کی جانب مائل کیا کہ اس کے منہج واسلوب پر کام کیا جائے اور اس کی

۱۔ الجمعہ:۲

خصوصیات اور امتیازات کو اجاگر کیا جائے۔

سابقہ کام کا جائزہ:

نعمۃ الباری جدید شرح ہے۔اس پر ابھی تک کوئی تحقیقی کام نہیں ہوا ہے۔جب کہ صحیح بخاری کی پہلی یا قدیم شروح پر کافی کام ہو چکا ہے۔ان شروح کا تعارف مصنفین کا تعارف اور انکے اسالیب پر بھی ضمناً بحثیں ہو چکی ہیں۔لیکن پاکستان کی کسی بھی یونیورسٹی میں اب تک ''نعمۃ الباری'' پر ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کی سطح پر کوئی تحقیقی کام ہوا ہے نہ ہو رہا ہے۔

اس لیے برعظیم پاک و ہند میں قارئین و محققین کو اس شرح سے متعارف کروانے اور اس کی اہمیت اور خصوصیات کو منظر عام پر لانے کے لیے یہ مقالہ لکھا گیا ہے۔

فرضیہ تحقیق:

۱۔ نعمۃ الباری کا منہج و اسلوب انفرادیت کا حامل ہے۔

۲۔ نعمۃ الباری کا منہج و اسلوب اور مواد عصری تقاضوں کے عین مطابق ہے۔

۳۔ یہ شرح عصر حاضر کی دیگر اردو شروح کی نسبت آسان، عام فہم اور نہایت اہمیت کی مقتضی ہے۔

منہج تحقیق:

۱۔ مقالہ کی تحقیق میں بیانیہ اور تجزیاتی انداز اختیار کیا گیا ہے۔

۲۔ مقالہ میں جی سی یونیورسٹی کے اصول تحقیق اور قواعد و ضوابط کو مد نظر رکھا گیا ہے۔

۳۔ مقالہ میں درج ذیل رموز و اوقاف کا استعمال کیا گیا ہے۔

۱۔ ؓ رضی اللہ عنہ کے لئے

۲۔ ؒ رحمۃ اللہ کے لئے

۳۔ ج جلد نمبر کے لئے

۴۔ ص صفحہ نمبر کے لئے

۵۔ ، مختلف الفاظ کو آپس میں ملانے کے لئے

۶۔ '' '' اقتباسات لکھنے کے لئے

۷۔ ء سن عیسوی کو ظاہر کرنے کے لئے

۸۔ ھ سن ہجری کے لئے

۹۔ س۔ن سن ندارد کے لئے

۱۰۔ ؎ حوالہ نمبر لکھنے کے لئے

۱۱۔ ☆ ان معلومات کے لئے جو علامہ سعیدی کے تلامذہ سے براہ راست سن کر قلم بند کی گئی ہیں

یہ مقالہ چار ابواب، تیرہ فصول، خلاصہ بحث، نتائج وسفارشات، فہرست آیات، فہرست احادیث اور مصادر ومراجع پر مشتمل ہے۔

آخر میں شکر گزار ہوں اللہ رب العزت اور اس کے محبوب ﷺ کی، اپنے قابل احترام والدین، معزز اساتذہ کرام خصوصاً نگران مقالہ پروفیسر ڈاکٹر ہمایوں عباس صاحب اور دیگر معاونین کی جن کی رہنمائی اور مدد کی بدولت میں نے اپنے اس تحقیقی مقالہ کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔

رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی وعلی والدی
وان اعمل صالحا ترضاہ واصلح لی فی ذریتی انی تبت الیک
وانی من المسلمین ۔آمین

شگفتہ جبیں

باب اول

علامہ غلام رسول سعیدی کے احوال و آثار

فصل اول:

علامہ غلام رسول سعیدی کے ابتدائی حالات زندگی

علامہ غلام رسول سعیدی دامت برکاتہم العالیہ کا شمار ان جید علماء میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنے علم وفضل اور تحریر وتقریر سے امت محمدیہ کی اصلاح کے لئے ان گنت مساعی جمیلہ انجام دیں۔ آپ نے بطور محدث، فقیہ، مدرس، خطیب اور مصنف اپنی خدمات بخوبی انجام دیں اور دنیائے اسلام میں ایک نمایاں مقام حاصل کیا۔

ولادت:

علامہ غلام رسول سعیدی ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۵۶ھ بمطابق ۱۴ نومبر ۱۹۳۷ بروز اتور، دہلی (انڈیا) میں پیدا ہوئے۔[۱]

اسم گرامی:

آپ کا اصل نام شمس الدین نجمی ہے۔ جب بھی آپ کی والدہ کا خط آتا اس پر نجمی بیٹا لکھا ہوتا تھا۔ جب آپ کی رغبت علم دین کی طرف ہوئی اس وقت آپ نے حضورﷺ کی نسبت سے اپنا نام غلام رسول سعیدی رکھا۔☆

والدین:

آپ کے والد محترم کا اسم گرامی محمد منیر تھا۔ ان کا دہلی میں اپنا پریس تھا۔ آپ کے عہد طفولیت میں ہی ان کا انتقال ہو گیا۔ انہوں نے اپنی زندگی میں (یکے بعد از وفات از واج) پانچ شادیاں کی تھیں۔ سعیدی صاحب آپ کی پانچویں اہلیہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم کے انتقال کے بعد آپ کی والدہ محترمہ نے دوسری شادی کر لی۔ ان کے بطن سے آپ کے ایک بھائی اور ایک بہن پیدا ہوئے۔ آپ کے والد حقیقی کی اولاد میں آپ کے چار بھائی اور ایک بہن ہیں۔[۲]

آپ کی والدہ ماجدہ کا نام شفیق فاطمہ تھا۔ وہ عابدہ زاہدہ خاتون تھیں۔ شب بیدار اور تہجد گزار تھیں۔ وہ کثرت سے نوافل اور وظائف پڑھتی تھی۔ وہ نہایت شکر گزار خاتون تھیں ہر نعمت خواہ کسی سے ملی ہو اس کی نسبت اللہ تعالی کی طرف کرتی تھیں۔ انہوں نے ان گنت لڑکوں اور لڑکیوں کو قرآن مجید پڑھایا اور خود بھی کثرت سے قرآن پاک کی تلاوت کرتی تھیں۔ ایک دن میں سترہ سترہ پارے تلاوت کر لیا کرتی تھیں۔ بڑھاپے کی وجہ سے ان کی نظر اور سماعت بہت کمزور ہو گئی جس کی وجہ سے وہ نہ قرآن مجید پڑھ سکتی تھیں اور نہ ہی سن سکتی تھیں۔ قرآن پاک پڑھنے اور اسے سننے کی لذت سے محرومی پر وہ اکثر افسردہ اور غمگین رہتی تھیں لیکن اس کے باوجود وہ رات کو اٹھتی تھیں اور جس قدر ہو سکتا تھا اس قدر نوافل ادا کرتی تھیں اور ہر وقت تسبیح پڑھتی رہتی تھیں۔ آپ کی والدہ کا انتقال ۷ اگست ۲۰۰۳ء کو جمعہ کی شب تقریباً ساڑھے گیارہ بجے ہوا۔ اس

وقت ان کی عمر ۸۶ برس تھی اور علامہ سعیدی صاحب کی عمر ۶۶ برس تھی ۔ گویا ۶۶ برس تک آپ ان کی دعاؤں کے زیر سایہ رہے۔ ۳

ابتدائی حالات زندگی:

۶ سال کی عمر میں آپ نے والدہ ماجدہ سے قرآن مجید ناظرہ مکمل کیا۔ ۱۰ سال کی عمر میں آپ نے پنجابی اسلامیہ ہائی سکول دہلی سے پرائمری پاس کی ۔ اسی دوران برصغیر کی تقسیم عمل میں آئی چنانچہ آپ انڈیا سے ہجرت کر کے پاکستان آ گئے اور اہل خانہ کے ساتھ کراچی میں اقامت پذیر ہوئے ۔۴ کراچی میں آپ نے نویں جماعت تک تعلیم حاصل کی اور اس کے بعد پریس میں ملازمت شروع کر دی ۔۵

دہلی میں آپ کے والد کا اپنا پریس تھا وہاں آپ نے بہت عیش وعشرت کی زندگی گزاری، ایک خادم آپ کو سکول لانے اور لے جانے پر مامور تھا۔ والد کی وفات اور پاکستان ہجرت کے بعد آپ کے حالات یکسر بدل گئے ۔ آپ کی والدہ اوران کے شوہر کا گھر بہت چھوٹا تھا اور انتہائی غربت تھی جس کی وجہ سے آپ اور آپ کی چھوٹی بہن تین ہٹی نالہ (کراچی) پر ایک جھگی میں رہائش پذیر ہوئے ۔ جب آپ کام پر جاتے تو اپنی بہن کو ہمسایوں کے گھر چھوڑ کر جاتے تھے ۔ ایک دفعہ نالہ میں سیلاب آ گیا، آپ اور آپ کی بہن جھگی میں موجود تھے اور عالم یہ تھا کہ اوپر سے بارش کا پانی ٹپک رہا تھا اور نیچے گھٹنوں تک پانی بھرا تھا، پانی میں موجود ایک زہریلے سانپ نے آپ کی بہن کو کاٹ لیا جس سے ان کی وفات ہوگئی ۔ اس وقت آپ کی بہن کی عمر چودہ سال تھی ۔ آپ کو اپنی بہن سے بہت الفت تھی ۔ آپ ان کی یاد میں اکثر روتے تھے ۔ معاشی مسائل اور غربت کی وجہ سے آپ نے مختلف کام کئے ۔ کچھ عرصہ آپ نے برنس روڈ پر موجود ایک پریس میں بطور ملازم کام کیا ۔ اس پریس نے حکومت کے خلاف کچھ چھاپ دیا جس کی وجہ سے یہ پریس سیل ہوگیا اور تمام ملازمین کو فارغ کر دیا گیا ۔ آپ کا روزگار بھی ختم ہوگیا، اس کے بعد آپ ایک چھوٹے سے ہوٹل میں کام کرنے لگے، دن میں آپ اس میں کام کرتے اور رات کو اس کے باہر دہلیز پر سو جاتے تھے ۔ اس کے بعد آپ اجرت پر قلفیاں بیچتے رہے ۔

علم دین کی طرف رغبت:

پریس پر کام کرنے کے بعد واپسی پر آپ آرام کی غرض سے اکثر اوقات مسجد گلزار حبیب چلے جاتے تھے ۔ وہاں کے مولوی صاحب صرف طالب علموں کو پنکھا چلانے کی اجازت دیتے تھے ۔ اس لئے آپ قرآن پاک اٹھاتے اور اس کا ترجمہ پڑھنا شروع کر دیتے ۔ ☆ ۱۹۵۸ء میں تقریباً ۲۱ برس کی عمر میں علامہ محمد عمر اچھروی کی تقریر کے نتیجہ میں علم دین کی طرف متوجہ ہوئے ۔ علماء دین کی متضاد تقریروں اور قرآن مجید کے مختلف تراجم سے آپ کے ذہن میں یہ الجھن پیدا ہوئی کہ کون سا نظریہ صحیح ہے اور کون سا ترجمہ برحق ہے اس الجھن کو دور کرنے کے لئے آپ نے علم دین حاصل کرنے کا فیصلہ کیا اور حصول علم کے لئے ملازمت تک چھوڑ دی ۔۶

جامعہ محمدیہ رضویہ رحیم یار خان میں داخلے کا سبب ایک اشتہار بنا۔ایک دن دوپہر کے وقت آپ گلیوں میں قلفیاں بیچ رہے تھے شدت گرمی کی وجہ سے سب لوگ گھروں میں آرام کر رہے تھے اور کوئی خریدنے والا نہ تھا چنانچہ آپ بھی ایک دیوار کے سایہ تلے بیٹھ کر آرام کرنے لگے، دیوار پر جامعہ محمدیہ رضویہ رحیم یار خاں میں جلسہ دستار بندی کا اشتہار لگا تھا جس میں درج تھا کہ طلباء کو بغیر فیس کے تعلیم دی جاتی ہے ساتھ میں رہائش، کھانا اور کتابیں بھی مفت فراہم کی جاتی ہیں، اس اشتہار پر نظر پڑتے ہی آپ حیرانگی کے عالم میں کھڑے ہوگئے کہ کیا حقیقت میں یہ ممکن ہے کہ علم بھی ملے اور رہائش و کھانا بھی، آپ حیرانگی اور بیقراری کے عالم میں گلی کے کونے تک جاتے کہ شاید کوئی گاہک ملے پھر واپس اشتہار کے سامنے آکر کھڑے ہو جاتے ایسا کئی مرتبہ ہوا، بالآخر آپ نے جامعہ کا ایڈریس نوٹ کیا اور مولانا محمد نواز اویسیؒ کو تصدیق کے لئے خط لکھا کہ حقیقتاً ایسا ہی ہے جیسا کہ اس اشتہار میں درج ہے اور کیا ان کو بھی داخلہ مل سکتا ہے۔مولانا صاحب نے خط پڑھتے ہی آپ کے شوق علم اور حالات کا اندازہ لگا لیا اور جواب ارسال کیا کہ داخلے شوال میں شروع ہوں گے ابھی چھٹیاں ہیں لیکن آپ ابھی آجائیں اگر کرائے کے پیسے نہیں ہیں تو کسی سے ادھار لے لیں میں گارنٹی دیتا ہو کہ جب آپ یہاں پہنچیں گے میں اسی وقت آپ کو دے دوں گا آپ ان کو لوٹا دینا۔آپ نے خط کا جواب ملتے ہی قلفیوں کے ڈبے اس کے مالک کو واپس کیئے اور جس ہوٹل کے باہر آپ سوتے تھے اس کے مالک سے اپنی خواہش کا اظہار کیا اور پیسے ادھار مانگے یہ شخص نیک دل تھا اس نے آپ کو پانچ روپے دیئے اور کہا یہ ادھار نہیں ہیں ویسے ہی رکھ لو۔آپ نے وہ پیسے لئے اور خوشی، امید اور علم حاصل کرنے کا عظم لئے سفر پر روانہ ہوئے۔☆

حصول علم:

جامعہ محمدیہ رضویہ رحیم یار خاں پہنچنے پر علامہ صاحب نے آپ کو علامہ عبدالمجید اویسیؒ کے سپرد کیا کہ وہ آپ کو کتاب شروع کروادیں، چھٹیوں کے بعد جب مدرسہ میں داخلے ہوں گے تب با قاعدہ سبق شروع ہو جائے گا۔علامہ عبدالمجید اویسیؒ آپ کو اپنے ساتھ گاؤں لے آئے اور فارسی کی کتاب شروع کروادی۔رمضان کے بعد آپ دوبارہ مدرسے میں آئے اور با قاعدہ تعلیم کا آغاز کیا۔☆ آپ نے مولانا محمد نواز اویسیؒ سے ابتدائی کتب اور قرآن مجید کا ترجمہ پڑھا۔علامہ عبدالمجید اویسیؒ سے فارسی کی کتب اور صرف ونحو پڑھی۔مولانا عبدالمجید اویسیؒ کے پاس آپ ڈیڑھ سال تک حصول علم میں مشغول رہے۔ؔ مدرسہ کے قریب ہی ایک کچی بستی تھی یہاں کہ لوگوں نے ایک کچی مسجد بنا رکھی تھی لیکن کوئی امام نہ تھا، ایک کباڑیہ جو کہ ان پڑھ تھا اس مسجد میں اذان دیتا تھا، ان لوگوں نے مدرسہ سے ایک طالب علم طلب کیا جو ان کو نماز پڑھائے اور اذان دے، جس کو ہم سب لوگ باری باری روٹی دیں گے اور ماہانہ پانچ روپے دیں گے جو کہ مقرر نہیں ہیں کیونکہ ہم لوگ بہت غریب ہیں۔علامہ سعیدی کو اس مسجد میں مقرر کیا گیا۔آپ یہاں مسجد کی صفائی کرتے وضو کے لئے پانی کنوئیں سے بھر کر رکھتے، نماز پڑھاتے اور بچوں کو قاعدہ پڑھاتے تھے۔آبادی کے لوگ آپ کو دو وقت کی روٹی دیتے، پیسے کسی مہینہ ایک

روپیہ کبھی دوروپے اور کسی مہینہ کچھ بھی نہ ملتا تھا۔ایک دن جامعہ نعیمیہ لاہور سے ایک طالب علم یہاں آیا وہ آپ کی ذہانت اور علم سے بہت متاثر ہوا،اس نے آپ سے کہا اگر آپ لاہور میں مفتی محمد حسین نعیمیؒ سے پڑھ لیں تو بہت کچھ بن سکتے ہیں۔ آپ سوچ میں پڑ گئے کہ کیسے جاؤں استاد صاحب ناراض نہ ہو جائیں اور اگر گیا تو کیا معلوم داخلہ ملے یہ نہ ملے،چار دن سوچنے کے بعد آپ نے اپنے استاد صاحب سے بات کی کہ آپ مزید علم حاصل کرنے کے لئے لاہور جانا چاہتے ہیں انہوں نے آپ کو خوشی سے اجازت دی اور کہا کہ آپ ضرور علم حاصل کریں۔آپ مسجد میں آئے اور سوچ میں پڑ گئے کہ اب جانے کے لئے پیسوں کا بندوبست کیسے کروں،استاد صاحب سے مانگتے ہوئے آپ کو شرم آئی،اسی سوچ میں تھے کہ ایک شخص مسجد میں عشر کے دانے اور ایک بکرا لے کر آیا اور کہا میں کسی درویش کی تلاش میں ہوں جو اس کا حق دار ہو،آپ نے کہا میں درویش ہی ہوں،آپ نے وہ دانے اور بکرا بیچا اور ان پیسوں سے لاہور پہنچے۔☆ یہاں مولانا عبدالغفورؒ سے کافیہ،شرح تہذیب، اصول الشاشی،نور الانوار اور مفتی محمد حسین نعیمیؒ سے شرح جامی،قطبی، جلالین شریف اور ہدایہ الحکمۃ پڑھیں۔جبکہ تلخیص کے چند اسباق مفتی عزیز احمد بدایونیؒ سے پڑھے۔[8] مفتی محمد حسین نعیمیؒ محکمہ اوقاف کی طرف سے خطیب تھے ان کو ایک سال کے لئے ٹریننگ کورس پر جانا تھا وہ آپ کو جاتے ہوئے اپنی جگہ مقرر کر گئے کہ آپ پچھلی کلاس کو پڑھائیں میں آ کر آپ کو اگلا سبق پڑھاؤں گا۔ایک دن آپ کلاس کو شرح تہذیب پڑھا رہے تھے اس دوران ایک مولوی صاحب جن کا نام امام الدین وٹو تھا آئے اور کلاس میں بیٹھ گئے انہوں نے آپ سے دو تین منطق کے سوال پوچھے آپ ان کا جواب نہ جانتے تھے لیکن طالب علموں کے سامنے عزت کا مسئلہ بھی تھا آپ نے اپنے ذہن سے سوچ کر ان سوالات کے جواب دیئے۔کلاس کے اختتام پر جب تمام طالب علم چلے گئے تو اس شخص نے آپ سے پوچھا کہ آپ نے ان سوالات کے جواب کس طرح دیئے،آپ نے کہا میں نے اپنی عقل سے جواب دیئے ہیں اور مجھے خود کو بھی احساس ہے کہ میں نے درست جواب نہیں دیئے۔اس آدمی نے کہا آپ بہت ذہین ہیں ان سوالات کا جواب کوئی عام شخص نہیں دے سکتا جو آپ نے دیئے ہیں میرا آپ کو یہ مشورہ ہے کہ آپ عطا محمد بندیالوی سے منطق کی کتابیں پڑھ لیں تو آپ بہت بڑے مدرس بنیں گے۔علم حاصل کرنے کا شوق تو ویسے بھی آپ کے رگ وپے میں سرائیت کر چکا تھا،یہ معلوم ہونا کہ بندیال میں ایک علم کا خزانہ موجود ہے آپ کے وجود کو بے چین کر گیا۔آپ نے اپنے استاد گرامی سے وہاں جانے کی اجازت طلب کی انہوں نے آپ کو مشروط اجازت دی کہ علم حاصل کرنے کہ بعد یہیں واپس آنا ہے اور یہ ہی آپ کا گھر ہے۔اجازت ملنے کے بعد آپ بندیال شریف ضلع خوشاب روانہ ہوئے ☆ یہاں آپ نے علامہ عطا محمد بندیالویؒ سے جامع ترمذی،مشکوۃ المصابیح توضیح تلویح،ہدایہ آخیرین،مختصر المعانی،شمس بازغہ،قاضی مبارک،حمد اللہ،خیالی اور مسلم الثبوت وغیرہ پڑھیں۔بندیال میں آپ کا قیام تقریباً ساڑھے تین سال تھا۔آخر میں آپ جامعہ قادریہ فیصل آباد تشریف لے گئے جہاں آپ نے مولانا ولی النبیؒ سے اقلیدس اور تصریح پڑھی اور مولانا مفتی مختار حقؒ سے ’’سراجی‘‘ پڑھی۔[9]

شوق علم:

آپ نے علم دین کسی مجبوری کے تحت حاصل نہیں کیا بلکہ اپنے شوق اور لگن سے حاصل کیا۔ جب آپ کو یہ معلوم ہوا کہ مدرسین میں اس وقت کوئی بھی مولانا عطا محمد چشتی کے پائے کا عالم نہیں ہے تو آپ یہ معلوم ہونے کے باوجود کہ بندیال ایک دور افتادہ دیہات ہے اور وہاں طلباء کو وہ سہولیات میسر نہیں جو شہروں میں ہوتی ہیں، ان سے حصول علم کے لیے روانہ ہو گئے۔ یہاں پر طلباء کو دوپہر کے وقت ایک روٹی فی کس ملتی تھی جسے طلباء لسی کے ساتھ کھاتے تھے۔ آپ کے لیے لسی مضر تھی، آپ پانی کے ساتھ پوری روٹی کھاتے تھے کبھی کبھار چار پیسے کا گڑ لے لیتے اور اس سے روٹی کھا لیتے تھے۔[١٠] ان تکالیف کو آپ نے صرف حصول علم کے لیے برداشت کیا۔

آپ کے شوق علم کا اندازہ علامہ محمد عبدالحکیم کے بیان کردہ اس واقعہ سے بھی ہوتا ہے:

> ''مجھے وہ منظر کبھی نہیں بھولتا جب علامہ مولانا غلام رسول سعیدی صاحب صبح کے سات آٹھ بجے کتابوں کا انبار اٹھائے مسجد سے باہر آئے، تو ایک طالب علم نے مسکراتے ہوئے کہا کہ استاد صاحب (علامہ بندیالوی صاحب) تو ''ڈھوک ڈھمن'' (اپنے گھر) چلے گئے۔ علامہ صاحب اتنے افسردہ ہوئے کہ ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے کہنے لگے ''ہم لوگ رات بھر مطالعہ کرتے رہے اور نماز فجر کے بعد بھی تیاری کرتے رہے، لیکن استاد صاحب چپ چاپ گھر چلے گئے''۔[١١]

تعلیم حاصل کرنے کے دوران آپ کے پاس کپڑوں کا صرف ایک جوڑا تھا جو پہنا ہوتا تھا، آٹھ دن کے بعد آپ اس کو نہر پر جا کر دھوتے تھے، آپ اس کو دھو کر پھیلا دیتے اور اس کے سوکھنے تک پانی کے اندر بیٹھے نہاتے رہتے کیونکہ اگر باہر نکلتے تو پہننے کو کچھ نہ تھا۔☆ ان تمام تکالیف کے باوجود آپ نے حصول علم کا سلسلہ ترک نہ کیا بلکہ اس کو جاری رکھا۔

مناظرے:

آپ ایک کامیاب مناظر کے طور پر بھی جانے جاتے ہیں۔ آپ کے دو مناظرے بہت مشہور ہیں ان کی مفصل روئیداد ماھنامہ الاشرف مئی ١٩٩٢ء کے شمارے میں طبع ہو چکی ہے۔[١٢]

بیعت:

١٩٥٨ء میں آپ کے استاد گرامی مولانا عبدالمجید اویسیؒ نے آپ کو علامہ سید احمد سعید کاظمیؒ کے دست حق پر بیعت کرایا۔ انھی کے نام کی نسبت سے آپ خود کو سعیدی لکھتے ہیں۔[١٣]

دعوتی وتبلیغی سرگرمیاں:

آپ عظیم مدرس ومنصف ہونے کے ساتھ ساتھ ایک کامیاب مقرر بھی تھے۔آپ نے اندرون ملک اسلام کی تبلیغ واشاعت کے ساتھ ساتھ بیرون ملک بھی دعوتی وتبلیغی اجتماعات سے خطاب کیا۔۱۹۹۰ء میں آپ نے لندن، مانچسٹر، بریڈ فورڈ، برمنگھم، اور برسٹل میں دینی اجتماعات سے خطاب کیا۔۱۹۹۲ء میں آپ نے۲ ماہ برطانیہ میں قیام کیا۔اورمختلف مقامات پرلیکچر دیئے اوردعوتی وتبلیغی اجتماعات سے خطاب کیا۔[۱۴]

اسلامی نظریاتی کونسل کی رکنیت:

آپ۱۹۹۱ء سے۱۹۹۲ء تک مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی پاکستان کے رکن رہے ہیں۔فروری ۱۹۹۷ء میں آپ اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن منتخب ہوئے اور۱۹۹۹ء تک رکن کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے۔

۱۴۔۱۶ مئی ۱۹۹۷ء میں کونسل کا ۱۳۰واں اجلاس صدر پاکستان جناب فاروق احمد لغاری کے زیر صدارت منعقد ہوا۔ کونسل کا ۱۳۱واں اجلاس ۳۔۴ جون ۱۹۹۷ء میں ہوا۔اس کے بعد جناب اقبال احمد خان کی معیادعہدہ مکمل ہونے پر علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے سابق وائس چانسلراورادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی یونیورسٹی کے سابق ڈائریکٹر جنرل ڈاکٹر ایس ایم زمان کا تقرر نئے چیئر مین کے طور پر ہوا انہوں نے کونسل کی تنظیم نو، اہداف کے تعین اوراہم پیش آمدہ مسائل پر ارکان کونسل سے مشاورت کے لئے مقامی ارکان کے ساتھ کونسل کے مقامی اجلاس منعقد کروائے۔اس سلسلے کا تیسرا اجلاس ۱۱ دسمبر ۱۹۹۷ء کو دارالعلوم کورنگی کراچی میں ہوا جس میں چیئر مین کے ساتھ پروفیسر شاہ فریدالحق صاحب، مفتی محمد رفیع عثمانی، مولانا غلام محمد سیالوی صاحب اور علامہ غلام رسول سعیدی نے شرکت کی، اس نشست میں اراکین کی طرف سے اظہار رائے کے بعد درج ذیل نتائج بالاتفاق مرتب ہوئے۔

۱۔ کونسل کی فائنل رپورٹ ۱۴ اگست ۱۹۷۳ء تک نافذ العمل قوانین کے جائزہ پر مشتمل ہے رپورٹ کے مطابق ۱۹۶۲۔۶۳ء سے ۱۹۹۴ء تک ۴۹۰ قوانین کا جائزہ لیا جا چکا تھا۔فائنل رپورٹ پر اس جہت سے نظر ثانی ضروری ہے کہ اس میں مشمولہ مواد کونسل کے اجلاسوں میں طے کردہ فیصلوں کے مطابق ہے اور کوئی ایسا اہم مواد حذف نہیں ہو گیا جو کونسل میں طے پا چکا تھا۔

۲۔ جس طرح فائنل رپورٹ میں ۱۴ اگست ۱۹۷۳ء تک نافذ العمل قوانین کا اس جہت سے جائزہ لیا گیا ہے کہ ان میں کسی قانون کی کلی یا جزوی طور پر خلاف احکام اسلام ہونے کی نشان دہی کی جائے اسی نہج پر مذکورہ تاریخ کے بعد اب تک تقریباً ۲۵ سال کے دوران میں جاری کئے جانے والے، نافذ العمل قوانین کا جائزہ لینا کونسل کے اہم اہداف میں شامل ہونا چاہیے۔

۳۔ دستور کی شق ۲۳۰ (الف) و(ب) کی رو سے کونسل پر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ان کی طرف کونسل کی سابقہ ۲۵

سالہ تاریخ میں بہت کم توجہ دی گئی ہے، ہمارے معاشرے میں معاشی واقتصادی، معاشرتی اور ثقافتی واخلاقی میدانوں میں ایسے حالات موجود ہیں جن کی اصلاح کے لیے سرکاری احکام یا قوانین کا صدور ہونا چاہیے۔

۴۔ ذیلی کمیٹیوں کی تشکیل نو کے مسئلہ پر اس تجویز پر ارکان کا اتفاق ہوا کہ پیش آمدہ مسائل پر غور وفکر کے لیے یہ طریقہ زیادہ مناسب ہے کہ ہر مسئلہ کے لئے ایک خصوصی ورکنگ گروپ تشکیل دیا جائے جس میں ایک سے تین تک ارکان کونسل شامل ہوں اور یہ حسب ضرورت خارجی ماہرین کو گروپ میں شامل کر سکیں، جس طرح حال ہی میں خواتین کمیشن کی رپورٹ پر شرعی انتقاد تیار کرنے کی ذمہ داری سید افضل حیدر صاحب، مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب اور مولانا غلام رسول سعیدی کے سپرد کی گئی۔ بین الاقوامی یونیورسٹی کے انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اکنامکس کی اسلامی مالیاتی نظام کے موضوع پر حال ہی میں مرتب کردہ رپورٹ کا جائزہ لینے کے لئے مفتی محمد رفیع عثمانی اور ڈاکٹر ظفر اسحاق انصاری پر مشتمل گروپ کی تشکیل پر اتفاق ہوا۔ اسی طرح بیمہ کی اسلامی تشکیل کے سلسلے میں کمیشن فار اسلامائزیشن آف اکانومی کی طرف سے موصولہ استفسار کا جواب تیار کرنے کے لئے بھی گروپ کی تشکیل کا فیصلہ ہوا اور علامہ سعیدی نے اس کے ایک رکن کی حیثیت سے کام کرنے کی ذمہ داری رضا کارانہ طور پر قبول فرمائی۔[۱۵]

کونسل کا ۱۳۳واں اجلاس ۲۱۔۲۲ جون ۱۹۹۸ء کو ڈاکٹر ایس ایم زمان کی زیر صدارت کونسل ہال میں منعقد ہوا۔ چیئرمین کے استقبالیہ کلمات کے بعد چند اراکین کونسل نے خطاب کیا جن میں علامہ سعیدی بھی شامل تھے۔ آپ نے خطاب میں فرمایا:

معزز اراکین نے جمعہ کی چھٹی بحال کرنے کے لئے جو تجاویز پیش کیں ہیں ان کی تائید کرتے ہوئے میں کچھ وضاحت پیش کرنا چاہتا ہوں، کہا جاتا ہے کہ اسلام میں چھٹی کی گنجائش نہیں ہے، ٹھیک ہے، لیکن اگر چھٹی کرنی ہی ہے تو پھر جمعہ کو ہونی چاہیے یہود کے ہاں ہفتے کا دن دینی طور پر مقدس ہے اور وہ ہفتے کو ہی چھٹی کرتے ہیں۔ عیسائیوں کے ہاں اتوار کا دن مقدس ہے تو وہ اتوار کو چھٹی کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے لئے متبرک دن جمعہ کا ہے اس لئے چھٹی جمعہ کو کرنی چاہیے۔ اتوار کے دن چھٹی کرنے سے نصاریٰ کے ساتھ یگانگت کا پہلو نکلتا ہے جب کہ حضور ﷺ نے ان کی مخالفت کا حکم دیا ہے۔ مسلمان ممالک میں جمعہ کو ہی چھٹی ہوتی ہے۔ تو ہمیں یہود ونصاریٰ کے ساتھ موافقت کرنے کے بجائے مسلمانوں سے موافقت کرنی چاہیے۔ اتوار کی چھٹی کے معاشی جواز کے بارے میں عرض یہ ہے کہ مغرب میں ہمارے مقابلے میں ۵ گھنٹے بعد صبح ہوتی ہے۔ لہٰذا معاشی مسئلے کی کوئی بات نہیں بلکہ الٹا ہم مسلمان ممالک سے معاشی طور پر کٹ چکے ہیں لہٰذا جمعہ کی چھٹی کو بحال کیا جائے۔ ذوالفقار علی بھٹو صاحب بظاہر ایک دنیا دار آدمی تھے لیکن انہوں نے جمعہ کی چھٹی شروع کرائی۔ محترم نواز شریف صاحب ان سے زیادہ اسلامی ہیں اور ان سے ہمیں زیادہ خیر کی توقع ہے۔ ہمارے ہاں قومی اور صوبائی اسمبلی کے انتخاب کے علمی معیار کی شرط نہیں ہے، لیکن قومی اسمبلی کے ممبر کو منتخب ہونے کے بعد یہ اختیار مل جاتا ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل نے جو قانونی شفارشات مرتب کی ہیں انہیں وہ قبول کرے یا مسترد کرے۔ آئین میں کوئی ایسی ترمیم

کی جائے جس سے اسمبلی کے ممبر کے لئے کوئی علمی معیار مقرر کیا جائے۔[۱۶]

پاکستان لاء کمیشن نے ایک استفسار جس کا عنوان ''ظالمانہ طلاق، کیا ایسی طلاق واقع ہو جاتی ہے؟ ظالمانہ طلاق پر تعزیر اور اس کا جواز یا عدم جواز۔ متعۃ الطلاق، شرعی نقطہ نظر'' کونسل کو بھیجا گیا۔ کونسل کے ۱۳۳ اجلاس منعقدہ ۲۲ جون ۱۹۹۸ء میں یہ طے پایا کہ جب شوہر ظلماً طلاق دے تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ مگر شوہر تعزیراً سزا کا مستوجب ہوگا لیکن تعزیر کی کیا صورت ہوگی اس پر بحث کے بعد یہ طے پایا کہ اس مسئلہ پر مولانا ارشاد الحق اثری، مولانا غلام رسول سعیدی اور مولانا عبدالمالک غور فرما کر اپنی تحریری اور مدلل آراء دفتر کو بھیجیں۔

علامہ سعیدی نے تفصیلی دلائل دینے کے بعد اپنی رائے میں لکھا: اس طرح صورت مسئولہ میں ایک شخص نے اپنی بوڑھی منکوحہ کے نان نفقہ سے بچنے کے لئے اس کو طلاق دی ہے۔ سو اگر وہ ایسی طلاق دے دے جس میں رجوع کی گنجائش ہو تو اس کو رجوع کے لئے کہا جائے گا اور نان ونفقہ دینے کا پابند کیا جائے گا ورنہ اس پر مالی تعزیر لگائی جائے گی اور یہ رقم اس عورت کو ادا کی جائے گی۔ قاضی یا عدالت اندازہ کر سکتے ہیں کہ اوسط عمر کے لحاظ سے وہ بوڑھی خاتون کتنا عرصہ زندہ رہے گی اور ایک ہزار روپیہ ماہوار کے لحاظ سے اتنی رقم کا اس شخص پر جرمانہ کیا جائے گا اور عدالت جبراً اس سے رقم وصول کر کے اس عورت کو ادا کرے۔ [۱۷]

مطلقہ کے متاع کے لزوم کے مسئلہ میں علامہ سعیدی نے ائمہ مذاہب کے مسالک کی وضاحت کے بعد اپنی رائے یہ دی: میری رائے احناف کے موافق ہے۔ کونسل کے مؤقر علماء کو اس پر غور کرنا چاہیے کہ آیا حضرت علیؓ کے قول کو بنیاد بنا کر تمام مطلقات کے لئے متاع کو لازم قرار دیا جائے یا امام شافعیؒ کے قول جدید کے مطابق تین قسم کی مطلقات کے لئے متاع کو لازم قرار دیا جائے۔ بظاہر قرین قیاس یہی مذہب ہے کیونکہ یہ اجماع صحابہ سے مؤید ہے۔ [۱۸]

اسی طرح بیمہ بیوگی وطلاق کی شرعی حیثیت کے مسئلہ میں کونسل میں بحث ومباحثہ کے بعد یہ مسئلہ تحریری رائے کے لئے پروفیسر شاہ فرید الحق اور علامہ سعیدی کو دیا گیا۔ علامہ سعیدی نے دلائل کی روشنی میں اپنی رائے ارسال کی۔ [۱۹]

جسٹس کے عہدہ کی پیشکش:

۱۹۹۰ء میں وفاقی شرعی عدالت لاہور میں سود سے متعلق ایک رٹ کی سماعت کے دوران یہ مسئلہ درپیش تھا کہ اگر قرض پر سود نہ لیا جائے اور قرض خواہ کو چند سال بعد اس کی صرف اصل رقم واپس ملے تو افراط زر کی وجہ سے چند سال بعد وہ رقم چوتھائی مالیت کی یا اس سے بھی کم رہ جائے گی اسلام میں اس کا کیا حل ہے، ایک وکیل نے مقالات سعیدی سے اس کا حل پیش کیا اس پر جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن، علامہ سعیدی سے اس قدر متاثر ہوئے کے آپ کو وفاقی شرعی عدالت میں جسٹس کے عہدہ کی پیشکش کی، جس کو آپ نے اس لیے مسترد کر دیا کہ عدالت کی ذمہ داریاں قبول کرنے کے بعد آپ کا درس و تدریس اور تصنیف وتالیف کا کام بہت متاثر ہوگا۔[۲۰]

خطیب:

سعیدی صاحب بیک وقت بہترین محدث، مدرس، مصنف ہونے کے ساتھ ساتھ فصیح و بلیغ خطیب بھی ہیں۔ آپ نے اپنے خطبات کے ذریعے امت مسلمہ کے عقائد و اعمال کی اصلاح کی موثر کوشش کی ہے۔ آپ کے خطبات خالص علمی و فقہی نوعیت کے ہونے کے ساتھ نہایت مدلل اور عام فہم ہوتے تھے۔ آپ کا انداز خطابت آپ کے پیر حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی سے بہت زیادہ ملتا ہے۔ آپ جو بھی بات بیان کرتے تھے مکمل تحقیق کے بعد قرآن وسنت کی روشنی میں بیان کرتے تھے۔ آپ نے ۱۹۶۰ء سے ۱۹۹۹ء تک مختلف مقامات پر خطابت کے فرائض سرانجام دیئے۔ کراچی میں سب سے پہلے آپ نے جامع مسجد ''رحمانیہ'' میں آٹھ ماہ تک یہ فریضہ نہایت احسن طریقے سے سرانجام دیا بعد ازاں جامع مسجد ''نورانی'' میں چار سال جامع مسجد ''فرقانیہ'' میں سات سال اور آخر میں جامع مسجد ''علیمیہ'' میں بھی سات سال تک خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ [۲۱]

معمولات زندگی:

علامہ سعیدی اپنے معمولات کے بہت پابند ہیں۔ آپ کی زندگی جہد مسلسل سے عبارت ہے۔ پیرانہ سالی اور بیماری کے باعث ان دنوں سحر سے لے کر رات تک آپ کے معمولات کچھ یوں ہیں۔ آپ نماز فجر سے تقریباً دو گھنٹے پہلے بیدار ہو جاتے ہیں۔ نماز تہجد ادا کرنے کے بعد شرح بخاری لکھواتے ہیں۔ پہلے آپ خود شرح لکھتے تھے لیکن اب بیماری اور بڑھاپے کی وجہ سے آپ بولتے ہیں اور آپ کے شاگرد لکھ لیتے ہیں۔ جو شاگرد آپ کے پاس لکھتے ہیں آپ ان کو بھی اپنے ساتھ نماز تہجد پڑھواتے ہیں۔ اذان فجر تک تصنیف کے کام میں مصروف رہتے ہیں۔ نماز فجر ادا کرنے کے بعد ناشتہ کرتے ہیں اور کچھ دیر آرام کرتے ہیں۔ آرام کے بعد آپ کچھ دیر اخبار کا مطالعہ کرتے ہیں۔ نو سے دس بجے تک ایک گھنٹہ دورہ حدیث کی کلاس لیتے ہیں جس میں آپ ''صحیح بخاری'' پڑھاتے ہیں۔ اس کے بعد مدرسے کے صحن میں تین چار چکر لگاتے ہیں۔ لیکن آج کل گھٹنوں میں تکلیف کی وجہ سے سیر نہیں کرتے واپس کمرے میں آ کر ایک گھنٹہ آرام کرتے ہیں۔ اس کے بعد ایک گھنٹہ پھر تصنیف کا کام کرنے کے بعد دوپہر کا کھانا کھاتے ہیں۔ کچھ دیر آرام کے بعد تین بجے نماز ظہر ادا کرتے ہیں۔ آرام کے دوران آپ کے ہاتھ میں تسبیح ہوتی ہے جس پر مسلسل ذکر خدا کرتے ہیں۔ نماز عصر تک ایک گھنٹہ تصنیف کا کام کرتے ہیں۔ نماز مغرب کے بعد کھانا کھاتے ہیں۔ نماز عشاء تک آپ کے دوست احباب آپ سے ملنے آتے ہیں۔ نماز عشاء کے فوراً بعد سو جاتے ہیں۔ ☆

اوصاف شخصیت

علامہ سعیدی کی شخصیت بہت سے اوصاف حمیدہ کی حامل ہے جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

اسلوب مطالعہ:

علامہ سعیدی کتاب کے مطالعہ کے دوران جو بھی نئی بات سامنے آئے اس پر ''ف'' لکھ کر نوٹ لگاتے ہیں، پھر کتاب کے شروع میں خالی صفحہ پر اس بات کا ماحصل اور اجمال لکھ کر صفحہ نمبر لکھ دیتے ہیں۔اسی طرح دوران تحقیق اگر مسئلہ کے متعلق کوئی عبارت یا دلیل ہو تو اس کو نوٹ کر لیتے ہیں اور اس میں کوئی صفحہ یا کاغذ رکھ دیتے ہیں۔آپ کے پاس جتنی کتب موجود ہیں اور دارالعلوم نعیمیہ میں جو کتب بھی آپ کے زیر مطالعہ رہیں ان سب پر نوٹ لکھے ہوئے ضرور ملتے ہیں۔[۲۲]

اجتہادی بصیرت:

علامہ سعیدی ایک بلند پایہ فقیہ بھی ہیں۔آپ فتویٰ نویسی میں غیر معمولی مہارت رکھتے ہیں۔اکثر پیچیدہ اور دقیق مسائل میں مفتی حضرات آپ سے رجوح کرتے ہیں۔آپ کے پاس یورپ، امریکہ اور افریقہ سے بھی استفتاء بھیجے جاتے ہیں۔آپ کی تصانیف کے مطالعہ سے آپ کے وسعت مطالعہ اور اجتہادی بصیرت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔[۲۳]

اتباع شریعت:

اللہ کا سب سے بڑا حق یہ ہے کہ ہم اس کی معرفت حاصل کریں اور اس کی بندگی کریں۔جس نے اللہ کو پہچانا اور اس کے احکامات کے مطابق زندگی بسر کی وہی لوگ کامیاب ہیں۔اسی لیے علامہ سعیدی نے ساری زندگی اطاعت الٰہی اور اتباع سنت میں گزار دی۔آپ فرائض وواجبات کے ساتھ ساتھ سنن اور نوافل بھی کثرت سے ادا فرماتے ہیں۔

حدیث پاک ہے:

صلاۃالجماعۃ تفضل صلاۃالفذبسبع و عشرین درجۃ[۲۴]

''جماعت کے ساتھ نماز اکیلے نماز پڑھنے سے ستائیس درجہ زیادہ فضیلت رکھتی ہے''

اسی فضیلت کے پیش نظر آپ نماز ہمیشہ با جماعت ادا کرتے تھے۔اب جب کہ گھٹنوں میں تکلیف کے باعث آپ کے لئے مسجد جانا دشوار ہو گیا ہے تو اس حال میں بھی آپ نے جماعت کو ترک کرنا پسند نہیں فرمایا بلکہ چند طلباء کو لائبریری میں بلا کر ان میں سے کسی کو کہتے کہ امامت کرو پھر نماز ادا کرتے ہیں۔☆

خوف خدا:

رضائے الٰہی کی طلب وجستجو میں انہماک واستغراق اور بارگاہ مولیٰ میں عتاب کے تصور سے خوف ہی خشیت ربّانی ہے اور یہی قرآن حکیم کا مطلوب ومقصود ہے۔تقوی اور خشیت انبیاء کی وراثت ہے۔اور علماء کرام وراثت انبیاء کے حامل اور امین ہیں۔

قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا ط ۲۵؎

''اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں''

جو لوگ اللہ کی صفات اس کی عظمت کو پہچانتے ہیں وہی لوگ خوف خدا رکھتے ہیں۔ جب ہم علامہ سعیدی کی زندگی کا جائزہ لیتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ کا سینہ خشیت ربانی سے معمور ہے۔ آپ کا ہر عمل اطاعت خداوندی اور سنت مصطفیٰ ﷺ کا ترجمان ہے۔ آپ ہر وقت اللہ سے مغفرت طلب کرتے رہتے ہیں۔ موت کو یاد کرتے ہوئے قبر، حشر اور دوزخ سے پناہ طلب کرتے رہتے ہیں۔ انسان کی شخصیت اس کی تحریر میں جھلکتی ہے۔ نعمۃ الباری کی ہر کتاب کے اختتام پر آپ اللہ سے دعا کرتے ہوئے نظر آتے ہیں:

> ''الہٰ العالمین........ ایمان پر ہمارا خاتمہ فرمائیں، سکرات الموت کو آسان فرمائیں، قبر کے عذاب سے، قیامت کی ہولناکیوں سے اور حشر کی سختیوں سے محفوظ رکھیں، اپنے حبیب اکرم ﷺ کی شفاعت نصیب فرمائیں، دنیا میں اپنے رسول اکرم ﷺ کی زیارت کا اہل بنا دیں اور قبر میں آپ کی زیارت نصیب فرمائیں'' ۲۶؎

عشق رسول:

آپ کو حضور ﷺ سے والہانہ محبت ہے۔ سچی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ قول و فعل سے اس کا اظہار ہو۔ آپ کی ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ ہر سنت کو پورا کیا جائے حضور ﷺ نے ایک مرتبہ لال رنگ کا جبہ پہنا تھا، اس سنت کو پورا کرنے کے لئے علامہ سعیدی نے بھاری قیمت پر لال رنگ کا جبہ بنوایا، سنت کو پورا کرنے کے لئے ایک دفعہ پہنا اس کے بعد یہ جبہ آپ نے کسی کو ہبہ کر دیا۔☆

حدیث پڑھانے کے دوران اکثر آپ کی آنکھیں اشکبار رہتی ہیں۔ جب حضور ﷺ پر کفار کی جانب سے مظالم کا ذکر آتا ہے تو غم کی وجہ سے آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں اور جب حضور ﷺ کا اپنی امت سے محبت کرنا اور ان کے لئے رات بھر دعا کرنے کا ذکر آتا ہے تو فرط محبت سے آپ کی آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں۔☆ آپ کا عشق رسول آپ کی تصانیف میں واضح نظر آتا ہے۔ آپ اپنی تصانیف میں نبی ﷺ کا ذکر آنے پر خصوصیت کے ساتھ سیرت رسول ﷺ پر مفصل بحث کرتے ہیں۔

قناعت:

آپ بے جا اصراف پسند نہیں کرتے ہیں سادہ لیکن باوقار زندگی گزارتے ہیں۔غذا انتہائی سادہ استعمال کرتے ہیں۔عیش اور پر تکلف زندگی کو پسند نہیں کرتے۔چند چیزوں کا شوق ہے،صاف ستھرا سفید لباس پہنتے ہیں،پرفیوم اور عطر بہت پسند کرتے ہیں ان کے لئے کمرے میں الگ الماری بنا رکھی ہے۔آپ کو گھڑیوں کا بہت شوق ہے اچھی اور مہنگی گھڑیاں آپ کے پاس کافی تعداد میں موجود ہیں۔☆

شفقت و محبت:

آپ کی شخصیت کا ایک نمایاں پہلو طلباء سے شفقت و محبت کا برتاؤ ہے۔آپ اپنے شاگردوں کا بہت خیال رکھتے ہیں۔شاگردوں سے آپ کی محبت کا یہ عالم ہے کہ تمام شاگرد آپ کے انتہائی قریب ہوتے ہیں ہر کوئی اپنے دل کی بات آپ سے بلا خوف و تردد کر لیتا ہے۔جن شاگردوں کے والدین نہیں ہیں یا وہ بہت نادار ہیں آپ ان کی مالی اعانت کرتے ہیں۔اچھا پڑھنے والے طلباء کو کتابیں خرید کر دیتے ہیں۔آپ کو جب پتا چلے کہ فلاں طالب علم کو گھڑی کی ضرورت ہے آپ فوراً اپنی گھڑی اتار کر دے دیتے ہیں چاہے جتنی مرضی مہنگی ہو۔☆

عجز و انکساری:

آپ نے تمام زندگی عاجزی کا مظاہرہ کیا۔فخر،غرور اور تکبر کا آپ کی زندگی میں شائبہ تک نہیں ہے۔آپ کی عاجزی اور انکساری کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب کبھی آپ کو معلوم ہوتا کہ آپ کی کسی بات سے کسی طالب علم کی دل آزاری ہوئی ہے،خواہ وہ طالب علم ابتدائی کلاس کا ہی ہو آپ ہاتھ جوڑ کر اس سے معافی مانگ لیتے ہیں اور اس میں کوئی شرم یا عار محسوس نہیں کرتے ہیں۔جو شاگرد آپ کے پاس رہتے ہیں اور آپ کی خدمت کرتے ہیں،ان کے جوتوں اور کپڑوں کا انتظام آپ خود کرتے ہیں۔اگر وہ کبھی بیمار ہو جائیں تو اس بڑھاپے اور بیماری کی حالت میں خود ان کو دوا پلاتے ہیں،اپنے ہاتھ سے دودھ گرم کر کے پلاتے ہیں۔☆

آپ تنہائی پسند ہیں زیادہ میل ملاقات پسند نہیں کرتے۔آپ کو نمود و نمائش سے سخت نفرت ہے اسی وجہ سے عموماً تقاریب میں نہیں جاتے۔مدرسے کی چار دیواری سے بہت کم باہر جاتے ہیں۔عام طور پر سڑک پر چلتے ہوئے کوئی پہچان نہیں سکتا کہ یہ علامہ صاحب جا رہے ہیں۔

نیکیوں کی تمنا:

آپ اللہ کی فرمانبرداری اور نیکیوں کے حصول میں ہمیشہ حریص رہے ہیں۔جس کام میں زیادہ ثواب کی امید ہو وہ کام

آپ کے لئے باعث مسرت ہوتا ہے۔آپ کی زیادہ سے زیادہ نیکیوں کے حصول کی تمنا کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ آپ کو پیدل چل کر حج کے لیے جانے کی شدید خواہش تھی تا کہ ہر قدم پر حرم شریف کی سات سو نیکیوں کا اجر حاصل کر سکیں لیکن کمر کے درد کی وجہ آپ بس میں بیٹھ کر منیٰ، عرفات، مزدلفہ اور پھر واپس مکہ آئے۔اس چیز کا آپ کو دکھ تھا۔نعمۃ الباری میں حدیث نمبر۱۵۱۴ کی شرح میں آپ نے سواری پر حج اور پیدل حج کرنے کی فضیلت پر احادیث کی روشنی میں بحث کی ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ سواری پر حج کرنا زیادہ افضل ہے۔اس بحث کے آخر میں آپ لکھتے ہیں کہ:

میں پیدل حج کر کے ہر قدم پر حرم شریف کی سات سو نیکیوں کا اجر حاصل نہیں کر سکا۔اس چیز کا مجھے بڑا قلق رہتا تھا۔ لیکن آج ان سطور کو لکھتے وقت میں سوچ رہا ہوں کیا ہوا جو میں نے پیدل حج نہیں کیا میں نے سواری پر سوار ہو کر حج کیا اور رسول پاک ﷺ کی سنت کو پالیا۔اور سواری کے کرائے میں جو میں نے رقم خرچ کی تو ایک حدیث کے مطابق مجھے ایک روپے کے مقابلہ میں دس لاکھ روپے راہ خدا میں خرچ کرنے کا اجر ملے گا۔سو اس بحث کے لکھتے وقت پیدل حج نہ کرنے کی وجہ سے جو مجھے چودہ سال سے ملال تھا وہ آج جاتا رہا۔[۲۷]

عظم و ہمت:

علامہ صاحب میں بے پناہ قوت ارادی موجود ہے۔آپ عظم و ہمت کے پیکر ہیں۔آپ کی عمر تقریباً اسی سال ہے عرصہ دراز سے شوگر اور بلڈ پریشر کے مریض ہیں۔گھٹنوں میں فاصلہ ہو جانے کی وجہ سے چلنا پھرنا انتہائی دشوار ہے۔بیماری، بڑھاپے اور کمزوری کے باوجود آپ کا حوصلہ انتہائی بلند ہے۔آپ عصاء کے سہارے کلاس تک جاتے ہیں، پڑھانے میں کبھی ناغہ نہیں کرتے اور ساتھ تصنیف و تالیف کا کام جاری رکھے ہوئے ہیں۔

ہر زمانے میں اللہ تعالیٰ نے ایسی شخصیات کو پیدا کیا ہے جنہوں نے اسلام کو زندہ رکھا اور امت مسلمہ کی رہنمائی خلوص دل سے کی۔علامہ سعیدی کا شمار بھی انہی لوگوں میں ہوتا ہے۔آپ کی شخصیت بہت سے اوصاف و کمالات کا مجموعہ ہے۔ آپ بیدار مغز، بلند ذہنیت کے مالک ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی عاجزی اور انکساری سے کام لینے والے ہیں۔آپ نے اپنی زندگی میں انتہائی سخت اور برے حالات دیکھے ہیں، آپ نے ان حالات کا صبر و تحمل سے مقابلہ کیا اور اپنے مقصد کو فوت نہیں ہونے دیا۔آج آپ کے پاس ہر سہولت موجود ہے۔اگر آپ چاہیں تو آرام اور سکون سے اپنا بڑھاپا گزار سکتے ہیں لیکن نہیں، اس بیماری اور بڑھاپے کے باوجود آپ اپنے مقصد کی تکمیل میں ہمہ تن مصروف ہیں۔آپ کی ساری زندگی آج کے نوجوانوں کے لئے ایک دعوت فکر ہے۔

حوالہ جات

۱۔ محمد ناصر خان چشتی، حیات سعید ملت، لاہور: فرید بک سٹال، س۔ن، ص:۱۹
۲۔ ایضاً، ص:۱۹
۳۔ غلام رسول سعیدی، علامہ، مقالات سعیدی، لاہور: فرید بک سٹال، ۲۰۰۷، ص:۶۳۳۔۶۳۲
۴۔ غلام رسول سعیدی، علامہ، شرح صحیح مسلم، لاہور: فرید بک سٹال، ۲۰۰۳ء، ج:۱، ص:۵۲
۵۔ غلام رسول سعیدی، علامہ، ذکر بالجہر، لاہور: فرید بک سٹال، ۲۰۰۶ء، ص:۷
۶۔ محمد ناصر خان چشتی، حیات سعید ملت، ص:۲۰
۷۔ غلام رسول سعیدی، علامہ، شرح صحیح مسلم، ج:۱، ص:۵۲
۸۔ ایضاً، ص:۵۲
۹۔ محمد ناصر خان چشتی، حیات سعید ملت، ص:۲۱۔۲۰
۱۰۔ غلام رسول سعیدی، علامہ، توضیح البیان، لاہور: فرید بک سٹال، ۲۰۰۶ء، ص:۱۳
۱۱۔ محمد ناصر خان چشتی، حیات سعید ملت، ص:۲۰
۱۲۔ ایضاً، ص:۲۶
۱۳۔ ایضاً، ص:۲۵
۱۴۔ ایضاً، ص:۳۶
۱۵۔ اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان، سالانہ رپورٹ ۹۸۔۱۹۹۷ء اسلام آباد، ص:۳۵۔۳۲
۱۶۔ ایضاً، ص:۶۵۔۶۴
۱۷۔ ایضاً، ص:۱۰۷
۱۸۔ ایضاً، ص:۱۱۲
۱۹۔ ایضاً، ص:۱۶۲
۲۰۔ غلام رسول سعیدی، علامہ، شرح صحیح مسلم، ص:۵۳
۲۱۔ محمد ناصر خان چشتی، حیات سعید ملت، ص:۳۶
۲۲۔ ایضاً، ص:۴۱۔۴۰
۲۳۔ ایضاً، ص:۳۵
۲۴۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، امام، الجامع الصحیح المسند المختصر من امور رسول ﷺ وسننہ وایامہ، بیروت: دار ابن کثیر،

۱۴۲۳ھ، کتاب الاذان، باب: **فضل صلاة الجماعة**، رقم الحدیث:۶۴۵

۲۵۔ الفاطر:۲۸

۲۶۔ غلام رسول سعیدی، علامہ، نعم الباری، کراچی: ضیاالقران، ۲۰۱۲، ج:۹، ص:۱۵۷

۲۷۔ غلام رسول سعیدی، علامہ، نعمۃ الباری، ج:۳، ص:۴۷۷

فصل دوم:

علامہ سعیدی کے اساتذہ، تلامذہ و معاصرین

کسی بھی شخصیت کے علمی تبحر اور رتبہ کا اندازہ اس کے اساتذہ کے مقام، مرتبہ، سیرت و کردار اور علمی پختگی سے لگایا جاسکتا ہے۔ کیونکہ استاد روحانی باپ کی حیثیت رکھتا ہے۔ استاد کی امتیازی شان یہ ہے کہ وہ محض علم و فضل میں ہی نہیں بلکہ تقوی و کردار میں بھی اعلیٰ مقام کا حامل ہو۔ وہ اپنے طلباء کی علمی لیاقت، علمی تربیت کے ساتھ ان کی سیرت و کردار کی نگہداشت کو بھی اپنے فرائض میں سمجھے۔ استاد کی شخصیت براہ راست طلباء پر اثر انداز ہوتی ہے۔ طالب علم اپنے استاد کی شخصیت کا آئینہ ہوتا ہے۔ بہترین استاد انسان کی دنیا و آخرت میں کامیابی کا باعث ہے۔ علامہ سعیدی ان خوش قسمت لوگوں میں شامل ہیں جن کو بہترین اساتذہ کی صحبت میں رہنے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ نے اپنے وقت کے جلیل القدر اور قابل فخر شیوخ سے علمی استفادہ کیا ہے۔ علامہ سعیدی آج جس مقام پر ہیں یہ ان کے اساتذہ کی ماہرانہ تربیت اور محنت کا نتیجہ ہے۔ آپ کے چند اساتذہ کا تذکرہ درج ذیل ہے۔

علامہ سید احمد سعید کاظمیؒ

ابتدائی حالات:

علامہ سید احمد سعید کاظمیؒ ۱۹۱۳ء میں مراد آباد کے مضافاتی شہر امروہہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب سیدنا امام موسیٰ کاظم سے ملتا ہے۔ والد محترم کا نام سید محمد مختار کاظمی تھا۔ ایام طفولیت میں آپ کے والد کا انتقال ہوگیا۔ آپ کے بڑے بھائی سید محمد خلیل کاظمی شاہ جہاں پور کے مدرسہ ''بحرالعلوم'' میں تدریسی خدمات انجام دیتے تھے۔ آپ کی تعلیم و تربیت انہی کی زیر نگرانی ہوئی۔ آپ نے تمام تعلیم اپنے بھائی سے حاصل کی اور انہی کے ہاتھ پر بیعت کیا۔ سولہ سال کی عمر میں سند فراغت حاصل کی۔ حضرت شاہ علی حسین صاحب اشرفی کچھوچھوی نے آپ کے سر پر دستار فضیلت باندھی۔[۱]

تدریسی زندگی:

آپ نے تدریس کا آغاز زمانہ طالب علمی سے ہی کر دیا تھا۔ زمانہ تعلیم کے آخری دو سالوں میں آپ باقاعدہ اسباق پڑھایا کرتے تھے۔ باقاعدہ تدریسی زندگی کا آغاز ''جامعہ نعمانیہ'' لاہور میں تدریس سے کیا۔ شروع میں آپ چند اسباق پڑھاتے تھے۔ کچھ ہی عرصہ بعد آپ کی قابلیت اور طلباء میں آپ کی مقبولیت کے پیش نظر ایک وقت میں اٹھائیس اسباق کی تدریس آپ کے ذمہ ہوگئی۔ ۱۹۳۱ء میں آپ واپس ''امروہہ'' تشریف لے گئے اور چار سال تک امروہہ کے

مدرسہ ''محمدیہ حنفیہ'' میں اپنے برادر معظم سید محمد خلیل کاظمی کی سرپرستی میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔

حکیم جان عالم کے اصرار پر آپ ایک سال کے لئے اوکاڑہ تشریف لے گئے اور وہاں درس وتدریس کا سلسلہ جاری کیا۔حضرت سید نفیر عالم کے اصرار پر آپ ۱۹۳۵ء کے اوائل میں ملتان تشریف لے آئے۔ یہاں آپ نے اپنے رہائشی مکان ہی میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کردیا۔نومبر ۱۹۳۵ء میں آپ نے مسجد ''حافظ فتح شیر'' بیرون لوہاری دروازہ میں قرآن پاک کا درس شروع کیا۔آپ اٹھارہ سال تک مسلسل اس مسجد میں درس قرآن پاک دیتے رہے۔اس کے بعد آپ نے عشاء کے بعد حضرت چپ شاہ صاحب کی مسجد میں ''مشکوٰۃ'' کا درس شروع کیا اور اس کے بعد بخاری شریف کا درس مکمل کیا۔[۲]

انوارالعلوم کا قیام:

بہاولپور کے گاؤں ''بلّھا جھلّن'' میں تقریر کے دوران آپ پر قاتلانہ حملہ کیا گیا۔جس کی وجہ سے آپ شدید زخمی ہو گئے اور چھ ماہ تک زیرعلاج رہے۔دوران علاج آپ نے ایک مرتبہ فرمایا:

> ''اس حملہ کا تو کوئی افسوس نہیں ہے لیکن یہ حسرت دل میں رہ گئی کہ زندگی میں کوئی عظیم کام سرانجام نہیں دیا۔منشی اللہ بخش نے جو اس وقت آپ کی عیادت کے لئے آئے ہوئے تھے یہ سنتے ہی دس ہزار روپے آپ کی خدمت میں پیش کئے اور کہا کہ یہ آپ کی نذر ہیں۔ان کی بیگم نے اپنے سونے کے کڑے اتار کر دیئے کہ انہیں بیچ کر میری طرف سے نذر کریں۔حضرت کی اہلیہ نے بھی اپنا زیور اتار کر نذر کر دیا۔آپ نے اس رقم سے ملتان کے وسط میں زمین خرید کر مدرسہ انوارالعلوم قائم کردیا۔''[۳]

تحریک پاکستان میں حصہ:

آپ نے قیام پاکستان کے لئے تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔آپ مسلم لیگ کے اسٹیج سے قیام پاکستان کے لئے جلسے کرتے رہے۔۱۹۴۶ء میں بنارس کانفرنس میں شرکت کی۔[۴]

جمعیت العلماء پاکستان کا قیام:

پاکستان بننے کے بعد آپ نے اہل سنت کے اتحاد اور تنظیم کی ضرورت محسوس کی۔آپ کی کوششوں سے مارچ ۱۹۴۸ء میں تمام علماء ملتان میں جمع ہوئے اور جمعیۃ العلماء پاکستان کا قیام عمل میں آیا۔علامہ ابوالحسنات کو جمعیت کا صدر اور علامہ کاظمی شاہ صاحب کو جمعیت کا ناظم اعلیٰ منتخب کیا گیا۔آپ نے اپنی نظامت کے دوران ہر ممکن طریقے سے ملک وملت

کے لیے خدمات انجام دیں۔ جہاد کشمیر، دستور سازی، تحریک تحفظ ختم نبوت، تبلیغ و اشاعت، سیلاب زدگان کی مدد، غرض ہر خدمت اور ضرورت کے موقع پر آپ نے اپنی خدمات پیش کیں۔ ۵

جامعہ اسلامیہ میں خدمات:

بہاولپور میں محکمہ اوقاف کی طرف سے قائم کردہ ''جامعہ اسلامیہ'' میں آپ نے ۱۹۶۳ء سے لے کر ۱۹۷۴ء تک شعبہ حدیث کے سربراہ کی حیثیت سے کام کیا۔ ۶

تصانیف:

آپ نے زمانہ طالب علمی سے ہی تصنیف و تالیف کا کام شروع کر دیا تھا۔ آپ نے مختلف علمی موضوعات پر تحقیقی تصنیفات سپرد قلم کی ہیں۔ آپ کی تصانیف مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ تسبیح الرحمٰن عن الکذب والنقصان	۲۔ مزیلۃ النزاع عن مسئلۃ السماع	۳۔ تسکین الخواطر
۴۔ حیات النبی	۵۔ معراج النبی	۶۔ میلاد النبی
۷۔ تقریر منیر	۸۔ حجیت حدیث	۹۔ اسلام اور عیسائیت
۱۰۔ مکالمہ کاظمی و مودودی	۱۱۔ تحقیق قربانی	۱۲۔ نفی الظل والفئی
۱۳۔ کتاب التراویح	۱۴۔ الحق المبین	۱۵۔ التحریر
۱۶۔ التقریر شرح التحریر	۱۷۔ اسلام اور سوشلزم	۱۸۔ طلباء کا اسلامی کردار
۱۹۔ التبشیر برد التحذیر		

کلمات ثناء:

علامہ سعیدی اپنے استاد محترم کے بارے میں رقم طراز ہیں:

''غزالی زماں رازی دوراں سید احمد سعید کاظمی سرمایہ افتخار محدث، بے بدل فقیہ اور عظیم ترین محقق ہیں انہوں نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ علم حدیث کی خدمت میں گزارا ہے۔ مختلف علمی موضوعات پر تحقیقی تصنیفات سپرد قلم کی ہیں۔ سینہ میں ملک و ملت کا گہرا درد رکھتے ہیں اور ہر ضرورت کے موقع پر ملک اور قوم کے لیے گراں بہا قربانیاں دی ہیں۔'' ۷

مفتی عزیز احمد قادری بدایونیؒ

ابتدائی حالات زندگی:

۱۹۰۱ء میں قصبہ آنولہ ضلع بانس بریلی میں آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ کے والد مولانا علاء الدین خطیب تھے۔ آپ نے ۱۹۱۲ء میں مولانا محمد حافظ بخش صاحب سے حفظ قرآن مکمل کیا۔ مدرسہ ''محمدیہ'' اور مدرسہ ''شمس العلوم بدایون'' میں اپنے وقت کے جلیل القدر اساتذہ سے درس نظامی کیا۔ ۱۹۲۰ء میں آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان دیا۔ ۱۹۲۲ء میں مولانا شاہ محمد ابراہیم قادری بدایونی سے دورہ حدیث پڑھا اور سند فراغت حاصل کی۔ ۱۹۱۹ء میں آپ کی شادی ہوئی۔ آپ کے دس صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں۔ ۸؎

آغاز تدریس:

آپ ''مدرسہ عالیہ قادریہ'' بدایوں میں سولہ سال درس وتدریس کے منصب پر فائز رہے۔ ''مدرسہ حنفیہ'' قصبہ جنیر ضلع پونہ اور ریاست گوالیار میں تین تین سال منصب تدریس پر فائز رہے۔ بعد ازاں عید گاہ گڑھی شاہو لاہور میں بطور خطیب اور مدرس اپنی خدمات سرانجام دیں۔ ۹؎

بیعت:

آپ نے دوران تعلیم ہی مولانا شاہ محمد عبد المقتدر قادری عثمانی کے ہاتھ پر شرف بیعت حاصل کیا۔

تصانیف:

آپ نے دس رسائل تحریر کئے۔ جن میں سے چند کے نام یہ ہیں۔

۱۔ صلوۃ المتقین فی قرآن مبین ۲۔ حقوق الزوجین ۳۔ احکام جنازہ ۴۔ چہل حدیث
۵۔ اکرام الٰہی بجواب انعام الٰہی ۶۔ حقوق والدین

اس کے علاوہ آپ نے قرآن پاک کا عام فہم ترجمہ بھی کیا ہے۔

مولانا عطا محمد چشتی بندیالویؒ

ابتدائی حالات زندگی:

آپ ۱۹۱۶ء میں موضع پدھراڑ ضلع خوشاب میں پیدا ہوئے۔ آپ کا نام عطا محمد اعوان بن اللہ بخش اعوان

ہے۔آپ کا نسب حضرت علی المرتضیٰؓ سے ملتا ہے۔۱۰ آپ نے پرائمری تک سکول تعلیم حاصل کی۔اس کے بعد حافظ الٰہی بخش سے قرآن پاک حفظ کیا۔حفظ قرآن کے بعد آپ نے اپنے وقت کے جلیل القدر علماء سے دینی تعلیم حاصل کی۔آپ نے قاضی محمد بشیر وسنالوی سے فارسی کی ابتدائی کتب پڑھیں،اس کے بعد آپ مولانا یار محمد بندیالوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تقریباً چھ سات سال تک ان سے تعلیم حاصل کرتے رہے۔بعدازاں علامہ مولانا حافظ مہر محمد اچھروی،مولانا غلام محمد پیلانوی،مولانا محبّ النبی چشتی گولڑوی،مولانا محمد امیر اور مولانا ولی اللہ سے تعلیم حاصل کی۔آپ نے دس سال کے عرصہ میں علوم وفنون کی تمام کتب سے فراغت حاصل کی۔۱۱

بیعت:

آپ نے پیر سید مہر علی شاہ کے دست حق پر بیعت کی۔

آغاز تدریس:

آپ نے اپنی تدریسی زندگی کا آغاز مدرسہ ''فتحیہ'' اچھرہ لاہور سے کیا۔۱۹۴۳ء میں آپ جامعہ حزب الاحناف میں تشریف لائے اور ایک سال تک تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔۱۹۴۴ء میں مدرسہ ''اسلامیہ رحمانیہ'' ضلع حصار ہندوستان میں ایک سال تک طلباء کی علم کی پیاس بجھاتے رہے۔بعدازاں آپ بھیرہ تشریف لے آئے اور دارالعلوم ''محمدیہ غوثیہ'' میں تین سال تک تشنگان علم کی پیاس بجھاتے رہے۔اس کے بعد آپ خواجہ محمد قمرالدین سیالوی کی دعوت پر دارالعلوم ''ضیاءشمس الاسلام'' سیال شریف تشریف لے گئے اور آٹھ سال فرائض تدریس انجام دیئے۔جامعہ ''غوثیہ'' گولڑہ شریف میں ایک سال پڑھانے کے بعد آپ نے جامعہ ''مظہریہ امدادیہ'' بندیال شریف آ گئے اور پچیس سال تک مسند تدریس کو رونق بخشی۔سب سے زیادقیام آپ نے بندیال میں فرمایا اس وجہ سے آپ بندیالوی مشہور ہو گئے۔بعدازاں وڑچھہ شریف میں دو سال مکھڈ شریف اور بھکھی شریف میں تین،تین سال فرائض تدریس سرانجام دیئے۔آپ نے تقریباً گیارہ مقامات پر تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔آپ کا زمانہ تدریس تقریباً پچاس سال (نصف صدی) پر محیط ہے۔اس دوران کثیر تعداد میں بلند پایہ مدرسین تیار ہوئے۔۱۲

طریقہ تدریس:

آپ خیر آبادی سلسلہ کے شاگرد ہیں۔اس لئے آپ کا طریقہ تدریس بھی وہی تھا۔پہلے طالب علم عبارت پڑھتا اور آپ غور سے سنتے اس کے بعد آپ تقریر فرماتے پھر طالب علم اس تقریر کو دہراتا اگر آپ اس کی تقریر سے مطمئن نہ ہوتے تو دوبارہ تقریر فرماتے اور طالب علم اس کا دوبارہ اعادہ کرتا جب تک آپ طالب علم کی تقریر سے مطمئن نہ ہو جاتے یہ

سلسلہ جاری رہتا۔۱۳؎

تلامذہ:

آپ کے پچاس سالہ دورہ تدریس میں بے شمار لوگوں نے آپ سے روحانی فیض حاصل کیا۔آپ اپنے تلامذہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

"میں تقریباً پچاس سال سے تدریس کر رہا ہوں یوں تو بھیڑ کی بھیڑ ہے مگر مجھے یہ اعزاز حاصل ہے کہ میں نے پچاس سال میں پچاس مدرس ضرور تیار کئے ہیں جن میں مولانا اللہ بخش واں بھچراں، مولانا غلام رسول رضوی، علامہ غلام رسول سعیدی، مولانا محمد اشرف سیالوی، مولانا محمد رشید کشمیری، مولانا عبدالحکیم شرف قادری وغیرہ شامل ہیں۔"۱۴؎

خدمات:

آپ نے تحریک پاکستان میں حصہ لیا، مسلم لیگ اور پاکستان کا پیغام گھر گھر پہنچایا۔جمعیت علماء پاکستان کی مجلس شوریٰ کے چیئرمین اور نائب صدر کی حیثیت سے تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ میں بھرپور کردار ادا کیا۔آپ تین سال تک اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن رہے اور مقالات تحریر کئے جو اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کا حصہ ہیں۔تنظیم المدارس اہلسنت کی نصاب کمیٹی اور مجلس عاملہ کے رکن رہے۔۱۵؎

تصانیف:

آپ بہترین مدرس ہونے کے ساتھ ایک بلند پایہ مصنف بھی تھے۔آپ کی تمام تصانیف آپ کی علمی اور فقہی بصیرت کی آئینہ دار ہیں۔

۱۔سیف العطاء ۲۔رویئت ہلال کی شرعی تحقیق ۳۔دیت المراۃ ۴۔مسئلہ حاضر وناظر ۵۔قوالی کی شرعی حیثیت ۶۔عقیدہ اہلسنت ۷۔اسلام میں عورت کی حکمرانی ۸۔مسئلہ امامت کبریٰ اور اس کی شرائط ۹۔درس نظامی کی ضرورت اور اہمیت ۱۰۔صرف عطائی ۱۱۔سفرنامہ بغداد ۱۲۔تحقیق ایمان ابوطالب ۱۳۔التحقیق الفرید فی تراکیب کلمۃ التوحید ۱۴۔تحقیق وقت افطار ۱۵۔ماہ صیام اور باجماعت نماز وتر ۱۶۔مسئلہ سود ۱۷۔اذان سے قبل اور بعد درود شریف کا بیان ۱۸۔حدود کی سزاوں کے نفاذ کے لئے عورتوں کی شہادت کا حکم ۱۹۔شان اولیاء ۲۰۔نظام عدل اور فقہ حنفی ۲۱۔ایکٹ اشٹام کی شرعی حیثیت ۲۲۔جہاد کی اہمیت ۲۳۔سیاہ خضاب ۲۴۔تصویر کی شرعی حیثیت

۲۵۔مسئلہ علم غیب نبی ﷺ   ۲۶۔مسئلہ نور بشر   ۲۷۔شان ولایت   ۲۸۔مسئلہ کذب

وصال:

آپ کا وصال ۲۱ فروری ۱۹۹۹ء بروز اتوار کو ہوا۔[16]

کلمات ثناء:

علامہ سعیدی لکھتے ہیں:

''بگرامی خدمت استاذی...... مولانا عطا محمد چشتی (بندیال) جن کی شفقت کو میں آج تک نہیں بھلا سکا۔ جن کے فیضان نظر سے نجانے کتنے ذرے آسمان علم پر چمکے اور چھا گئے، جن کی تعلیم و تربیت نے مجھے اس قابل بنایا کہ میں کچھ پڑھ سکوں، پڑھا سکوں اور لکھ سکوں۔ آج بھی جسے علم کی واقعی پیاس ہوتی ہے وہ انہیں کے چشمۂ فیض تک پہنچتا ہے۔''[17]

مفتی محمد حسین نعیمیؒ

ابتدائی حالات:

آپ ۶ مارچ ۱۹۲۳ء کو سنبھل کے ایک محلّہ دیپا سرائے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا نام ملا تفضّل حسین تھا۔ آپ کا سلسلہ نسب ترک کے سالار مسعود غازی سے ملتا ہے۔ دو سال کی عمر میں آپ کی والدہ ماجدہ وفات پا گئیں۔ آپ کی پرورش آپ کی بڑی بہن نے کی۔[18]

تحصیل علم:

مفتی صاحب نے ناظرہ قرآن شریف اور پرائمری تعلیم سنبھل میں حاصل کی۔ ۱۳ سال کی عمر میں آپ کو جامعہ نعیمیہ (مراد آباد) میں داخل کروایا گیا۔ آپ کے اساتذہ کرام میں حضرت مولانا محمد حسین صاحب، مولانا شمس الحق بہاری، مفتی امین الدین، مولانا وصی احمد، مفتی احمد یار خان، مولانا محمد یونس صاحب، مفتی محمد عمر نعیمی اور حضرت صدر الافاضل شامل ہیں۔[19]

بیعت:

آپ نے شاہ علی اشرف صاحب سجادہ نشین کچھوچھہ شریف کے ہاتھ پر سلسلہ قادریہ میں بیعت کیا۔[20]

آغاز تدریس:

آپ نے ۱۹۴۱ء میں سند فراغت حاصل کی اور ۳ ماہ بعد حزب الاحناف سے اپنی تدریسی زندگی کا آغاز کیا۔ حزب الاحناف میں آپ نے چھ سال تدریسی خدمات انجام دیں۔ ۱۹۴۸ء میں آپ جامعہ نعمانیہ لاہور تشریف لے آئے۔ اور ۱۹۵۳ء تک آپ نے یہاں ہر قسم کی کتابیں پڑھائیں اس کے ساتھ ساتھ ''مسجد دالگراں'' لاہور میں خطبہ جمعہ اور صبح کا درس قرآن آپ کے ذمہ تھا۔ ۱۹۶۲ء میں آپ کو محکمہ اوقاف کی طرف سے ڈسٹرکٹ خطیب مقرر کیا گیا۔ چار سال تک آپ اس منصب پر کام کرتے رہے۔ آپ کی حق گوئی حکومت کی پالیسیوں سے موافقت نہ کر سکی۔ اس لئے آپ کو ڈسٹرکٹ خطیب کے عہدہ سے برطرف کر دیا گیا۔ ۲۱

تحریک ختم نبوت میں حصہ:

مفتی صاحب اس تحریک کے سرگرم رکن تھے۔ آپ نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لیے مسجد دالگراں میں پرجوش تقریر کی جس کی بنا پر آپ کو گرفتار کر کے بوسٹل جیل لاہور میں رکھا گیا۔ فوجی عدالت میں آپ پر مقدمہ چلایا گیا۔ گواہوں کے متضاد بیانات کی وجہ سے مقدمہ جھوٹا ثابت ہونے پر آپ کو رہا کر دیا گیا۔ آپ نے علامہ محمود رضوی کی مدد سے تحریک کو آگے بڑھانے کے لئے اشتہارات چھاپے جب کہ ان دنوں پریس پر حکومت کی طرف سے پابندی تھی۔ اس جرم میں آپ کو دوبارہ قید کر کے شاہی قلعہ لاہور میں رکھا گیا۔ ۲۲

جامعہ نعیمیہ:

۱۹۵۳ء میں مارشل لاء کی قید سے رہائی کے بعد آپ نے جامع مسجد دالگراں میں جامعہ نعیمیہ قائم کیا۔ آپ کی شب و روز محنت کے نتیجے میں جامعہ نعیمیہ کی تدریسی کارکردگی نے بڑی تقویت حاصل کی، طلباء کی تعداد میں اضافہ ہوا اور دور دور سے طلباء داخلے کے لئے آنے لگے، جگہ کی تنگی کی بنا پر ۱۹۵۸ء میں جامعہ نعیمیہ کو عیدگاہ گڑھی شاہو لاہور میں منتقل کر دیا گیا یہاں آپ نے دس سال لگاتار محنت سے دارالعلوم کی عمارت تعمیر کی۔ اس کی تعمیر میں مفتی صاحب نے کاریگروں اور مزدوروں کے ساتھ مل کر خود اپنے ہاتھوں سے کام کیا۔ ۲۳

سیاسی خدمات:

آپ نے مسلم لیگ میں شامل ہو کر قیام پاکستان کے لئے بھرپور کوششیں کیں۔ پاکستان کے قیام کے لئے پرجوش تقاریر کیں۔ بنارس کانفرنس میں شرکت کی۔ قیام پاکستان کے بعد بھی آپ ملک وقوم کی خدمت کرتے رہے۔ آپ محض ایک عالم دین اور مدرس ہی نہیں تھے بلکہ عظیم مفکر اور بالغ النظر سیاست دان بھی تھے۔ آپ ملکی اور بین الاقوامی حالات کا

تجزیہ فرما کر اس پر بھرپور تجزیہ کرتے اور حکمرانوں کے غیر شرعی اقدامات کا بلاخوف و خطر اعلانیہ رد کرتے تھے۔نصاب کمیٹی اور شیعہ سنی امن کمیٹی کے رکن رہے۔جمعیت العلماء پاکستان کی نشاۃ ثانیہ کے لیے۱۹۵۴ء میں آپ کو مغربی پاکستان کا ناظم مقرر کیا گیا۔آپ مولانا ابوالحسنات اور حضرت علامہ کاظمی کے مشوروں سے جمعیت کی خدمات انجام دیتے رہے۔[۲۴]

کلمات ثناء:

مفتی صاحب کی شخصیت پروقار، وضع قطع سادہ اور مزاج منکسر اور متواضع ہے۔آپ حق بات کرنے میں انتہائی نڈر اور بے باک تھے جس کی وجہ سے آپ کو بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنی پڑیں لیکن آپ نے ہمیشہ حق کا ساتھ دیا۔علامہ سعیدی اپنے استاد محترم کو مزید ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کرتے ہیں:

> ''حضرت علامہ مفتی محمد حسین نعیمی دام ظلہم برصغیر کے علمی اور سیاسی حلقوں کی معروف اور ممتاز شخصیت ہیں تبلیغ دین اور اشاعت مسلک میں انہوں نے ہمیشہ مثبت طریقہ کار کو اپنایا اور **ادع الی سبیل ربک بلحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ** کے راستہ پر گامزن رہے مخالفین کے ساتھ ان کا رویہ مخاصمانہ نہیں، ہمدردانہ ہوتا ہے ......ان کے اسی طرز تبلیغ کی وجہ سے کئی بیگانے اپنے اور کئی مخالف موافق ہو گئے۔''[۲۵]

مولانا مفتی محمد عبدالغفورؒ

ولادت:

آپ ۱۹۳۸ء میں دو گیج ٹاؤن، نزد رینجرز ہیڈ کوارٹر، ضلع لاہور میں پیدا ہوئے۔قیام پاکستان کے وقت آپ تیسری جماعت میں پڑھتے تھے۔

نام ونسب:

آپ کا نام مولانا عبدالغفور شرقپوری بن تاجدین بن جلال دین بن مہنگا ہے۔آپ کا تعلق آرائیں خاندان سے تھا۔

تعلیمی مراحل:

پرائمری تعلیم گورنمنٹ اسلامیہ ہائی سکول (کینٹ صدر) سے حاصل کی۔۱۹۵۲ء میں آپ کے دادا آپ کو حضرت میاں غلام اللہ کی خدمت میں لے گئے۔آپ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور دینی تعلیم حاصل کی۔دورہ حدیث حزب الاحناف میں علامہ سید احمد قادری سے کیا۔آپ کے اساتذہ میں مولانا اللہ بخش، حاجی احمد شاہ گجراتی، قاضی مولانا محمد یوسف یاغستانی، علامہ حافظ محمد علی پسروی، مولانا نور محمد، علامہ سید احمد قادری اور مولانا مفتی مہرالدین شامل تھے۔

سند خلافت:

مولانا امام احمد رضا خاں اور مفتی عزیز احمد قادری بدایونی نے سلسلہ نقشبندیہ اور قادریہ میں آپ کو سند خلافت عطا کی۔

وصال:

آپ کا وصال ۶۹ سال کی عمر میں ۱۰ ستمبر ۲۰۰۷ء بروز پیر کو ہوا۔ ۲۶

علامہ سعیدی کے تمام مشائخ بہترین مدرس و مربی تھے۔ ان سے ہزاروں لوگوں نے فیض حاصل کیا اور دنیا میں ستاروں کی طرح جگمگائے۔ آپ اپنے اساتذہ کرام کا عکس جمال ہیں۔ آپ نے اپنے اساتذہ سے اکتساب فیض کے بعد اس علمی ورثہ کو نہایت محنت اور دیانت داری سے اگلی نسل میں منتقل کیا۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ آپ کے تلامذہ آپ کے لیے سرمایہ افتخار ہیں اور دنیا بھر میں درس و تدریس کے میدان میں آپ کا نام روشن کر رہے ہیں۔

علامہ سعیدی کے تلامذہ

علامہ سعیدی تقریباً ۴۸ سال سے درس و تدریس کے شعبہ سے وابستہ ہیں۔ آپ رات دن رشد و ہدایت، درس و تدریس اور ابلاغ و تبلیغ میں مصروف رہتے ہیں۔ آپ کی ذات سے بے شمار لوگ مستفیض ہوئے۔ جس طرح آپ نے خود محنت سے علم حاصل کیا اسی طرح طلباء کو پڑھانے میں خوب محنت کرتے ہیں۔ آپ نے بے شمار نامور اور قابل شاگرد تیار کئے، جو درس و تدریس کے میدان میں اب اپنی کرنیں بکھیر رہے ہیں۔ آپ کے تلامذہ کا حلقہ برصغیر پاک و ہند کے علاوہ یورپ، امریکہ اور افریقہ کے دور دراز ملکوں تک پھیلا ہوا ہے۔ آپ کے چند معروف تلامذہ کا تذکرہ درج ذیل ہے۔

پاکستان میں آپ کے تلامذہ:

۱۔ ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی:

آپ مفتی محمد حسین نعیمی کے فرزند ہیں۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی۔ آپ نے ''جامعہ نعیمیہ'' چوک دالگراں سے قرآن کریم حفظ کیا اور تجوید و قرات کی تعلیم ''جامعہ کریمیہ'' لاہور سے حاصل کی۔ ''جامعہ نعیمیہ'' گڑھی شاہو سے درس نظامی کیا۔ علامہ سعیدی آپ کے درس نظامی کے اساتذہ میں شامل ہیں۔ آپ نے فاضل علوم اسلامیہ جامعہ الازہر مصر سے کیا۔ ایم اے (عربی، اسلامیات)، ایل ایل بی اور پی ایچ ڈی پنجاب یونیورسٹی سے کی۔ فاضل عربی لاہور بورڈ اور علوم عربیہ و اسلامیہ میں تخصص علماء اکیڈمی اوقاف سے حاصل کیا۔

آپ جامعہ نعیمیہ لاہور کے مہتمم رہے اور تقریباً ۳۹ سال تک تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ تنظیم المدارس کے دو مرتبہ مرکزی ناظم اعلیٰ منتخب ہوئے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن رہے، اتحاد بین المسلمین کمیٹی پنجاب کے ممبر رہے، تحفظ ناموس رسالت محاذ پاکستان کے صدر، نعیمین ایسوسی ایشن پاکستان کے سرپرست اور اتحاد تنظیمات مدارس پاکستان کے

جنرل سیکرٹری تھے۔

آپ نے پاکستان بچاؤ تحریک کا آغاز کیا اور خود کش حملوں کو حرام قرار دیا۔ پاکستان کے تمام بڑے شہروں میں اس تحریک کے تحت استحکام پاکستان کنونشنز منعقد کروائے جس کے بہت مثبت اثرات مرتب ہوئے۔ اس کی پاداش میں آپ کو ۱۲ جون ۲۰۰۹ء کو جامعہ نعیمیہ لاہور میں خود کش حملے کے نتیجے میں شہید کر دیا گیا۔[۲۷]

تصانیف:

۱۔ حضرت عائشہؓ کی فقہی بصیرت ۲۔ ڈاکٹر طہٰ حسین کی علمی اور ادبی خدمات ۳۔ الاکتساب فی الرزق المستطاب ۴۔ خلاصۃ الحقائق لما فیہ من اسالیب الدقائق ۵۔ نشان راہ (تین سال تک روزنامہ جنگ میں کالم لکھتے رہے یہ ان مضامین کا مجموعہ ہے)

۲۔ علامہ غلام نصیر الدین چشتی گولڑوی:

آپ نے مروجہ تعلیم مڈل تک حاصل کی، درس نظامی کی تعلیم جامعہ غوثیہ مہریہ گولڑہ، دار العلوم قمر الاسلام سلیمانیہ کراچی، دار العلوم نعیمیہ کراچی، جامعہ نعیمیہ لاہور، اور جامعہ نظامیہ لاہور میں حاصل کی۔ تدریسی زندگی کا آغاز ۱۹۸۶ء میں کیا۔ جامعہ نظامیہ لاہور میں سات سال اور جامعہ عثمانیہ میں تین سال پڑھایا۔ ۱۹۹۴ء میں جامعہ نعیمیہ لاہور آ گئے اور اب تک یہی تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔[۲۸]

تصانیف:

۱۔ تراجم المحدثین ومزایا مولفاتھم
۲۔ متطلبات التوحید والعقبات فی طریق تطبیقھا (علامہ سعیدی کی کتاب معاشرے کے ناسور کا عربی ترجمہ)
۳۔ مصطلحات الحدیث (شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے مقدمہ مشکوٰۃ کا اردو ترجمہ)
۴۔ علم الصیغہ (اردو ترجمہ) ۵۔ علم الصرف اولین وآخرین
۶۔ مدینۃ المصادر ۷۔ شہر یار علم (''مدینۃ العلم'' کا اردو ترجمہ
۸۔ کرامت اور معجزہ (''المعجزہ والکرامت'' کا اردو ترجمہ) ۹۔ فلسفہ قربانی
۱۰۔ سفر آخرت کی منازل (التذکرہ کا اردو ترجمہ) ۱۱۔ کتاب البر والصلہ (اردو ترجمہ)
۱۲۔ اسباعیات (اردو ترجمہ) ۱۳۔ فتوح الشام للواقدی (اردو ترجمہ)
۱۴۔ ذبدۃ الاتقان فی علوم القرآن (اردو ترجمہ)

۳۔ علامہ محمد رمضان سیالوی:

آپ نے مڈل راولپنڈی بورڈ اور میٹرک کراچی سے کیا۔ حفظ القرآن دار العلوم ''ضیاء شمس الاسلام'' سرگودھا سے

کیا۔تجوید وقرات کورس ''جامعہ رضویہ'' کراچی سے کیا۔درس نظامی (تخصص فی الفقہ)''جامعہ نظامیہ'' لاہور سے کیا۔شہادۃ العالمیہ(ایم اے اسلامیات)تنظیم المدارس سے اے پلس گریڈ میں کیا۔انٹرنیشنل امام وخطیب کورس''جامعہ نور''دمشق شام سے کیا۔آپ ۲۰۰۵ء سے ۲۰۰۷ء تک تنظیم المدارس میں نائب ناظم امتحانات رہےاوراسی دوران اسلامک سکالر بلجیئم کی سالانہ کانفرنس کے لیے جاتے رہے۔۲۰۰۹ء میں بطور خطیب داتادربار آپ کاتقرر ہوا۔''منہاج یونیورسٹی'' سے پی ایچ ڈی کررہے ہیں۔تنظیم المدارس کے معاون ناظم اعلیٰ ہیں۔جامعہ ہجویری داتادربار میں شیخ الحدیث کے منصب پرفائز ہیں۔۲۰۰۳ء میں جامعہ''نوراسلام'' بنایااوراس میں بطور پرنسپل خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔اتحاد بین المسلمین اورصوبائی رؤیت ہلال کمیٹی کے رکن ہیں۔

تصانیف:

۱۔اساس تجوید ۲۔مقدمہ جزریہ کی شرح لکھی ۳۔ریاض الصالحین (ترجمہ کیا)

۴۔پانچ ریسرچ آرٹیکل رسائل میں چھپ چکے ہیں

۴۔ مفتی مولانااسماعیل نورانی:

آپ جامعہ انوارالقرآن (کراچی)میں مدرس درس نظامی اورفتوی نویسی کےفرائض انجام دے رہے ہیں۔جمعہ کے دن امام وخطابت کےفرائض انجام دیتے ہیں اور Q.tv پرمختلف دینی پروگرام کرتے ہیں۔آپ نے کراچی یونیورسٹی سے ایم اے اسلامیات کیا۔جامعہ انوارالقرآن سے درس نظامی کیا۔دارالعلوم نعیمیہ کراچی میں علامہ سعیدی سے دورہ حدیث کیا۔فتوی نویسی اورکتاب تصنیف کرنے کاطریقہ بھی انہی سے سیکھا۔

تصانیف:

۱۔حقائق شرح مسلم ودقائق تبیان القرآن ۲۔انوارالفتاوی (پہلی جلد چھپ چکی ہے)

۳۔تفسیرالخازن کااردوترجمہ اوراس کی تخریج وتحقیق (آٹھ پارے مکمل ہوچکے ہیں)

۴۔سنن نسائی کی شرح (پہلی جلد لکھ رہے ہیں)

۵۔ مولاناناصرخان چشتی:

آپ نے حفظ القرآن اورشہادۃ العالمیہ(ایم اے اسلامیات)جامعہ نعیمیہ کراچی سے کیا۔عالم عربی کورس اورادیب عربی کراچی بورڈ سے کیا۔آپ نے''دارالعلوم نعیمیہ'' کراچی میں ایک سال اور''جامعہ تجویدالقرآن'' کراچی میں تین سال تدریسی خدمات سرانجام دیں اورجامعہ مسجد نعیمیہ میں ایک سال،جامعہ مسجد عمر فاروق کراچی میں تین سال اور جامع مسجد رحمانیہ میں پانچ سال امام اورخطیب رہے۔۱۹۹۸ء سے روزنامہ جنگ اور ایکسپریس میں مسلسل مضامین لکھ رہے ہیں۔آپ مختلف اوقات میں ماہنامہ''النعیم'' کراچی،ماہنامہ''الفتح'' لاہوراور ماہنامہ''جہان اولیاء'' کراچی کے ایڈیٹر رہے

ہیں۔

تصانیف:

۱۔حیات سعید ملت ۲۔اسلامک کلچر اینڈ سول لائزیشن ۳۔سیرت پیغمبر انقلابی

۴۔قربانی (مسائل واحکام) ۵۔خزینہ رحمت ۶۔شب براءت (فضائل واعمال)

۷۔شب قدر (فضائل واعمال) ۸۔معارف قرآن وحدیث ۹۔فلسفہ ایصال وثواب

۶۔ علامہ مولانا حافظ محمد واحد بخش غوثوی:

آپ نے حفظ القرآن مدرسہ ''تعلیم القرآن'' سندیلہ سے کیا۔اس کے بعد درسگاہ خان گڑھ (ضلع مظفر گڑھ) میں فارسی کی چند ابتدائی کتب پڑھیں۔بعد ازاں دارالعلوم جامعہ معینیہ (ڈیرہ غازی خاں) میں تعلیم حاصل کی۔جب آپ نے علم منطق اور علم فلسفہ میں علامہ سعیدی کی شہرت سنی تو ان علوم کے حصول کے لئے جامعہ نعیمیہ لاہور میں داخلہ لیا۔۱۹۷۴ء میں جامعہ نعیمیہ سے سند فراغت حاصل کرنے کے بعد اسی سال یہاں پر مدرس مقرر ہوئے اور سات سال تک درس نظامی کی مختلف کتب پڑھاتے رہے۔۱۹۸۵ء میں بوائز ہائی سکول مغل پورہ میں سرکاری ملازمت اختیار کی۔ملازمت کے ساتھ ''جامع مسجد قبا'' لاہور میں خطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں اس کے ساتھ درس نظامی کی تدریس اور تصنیف وتالیف کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔

آپ نے تفسیر ''مدارک التنزیل'' کا ترجمہ برکات القرآن کے نام سے کیا ہے۔

۷۔ مفتی مولانا عبداللہ نورانی:

آپ ''جامعہ علیمیہ اسلامیہ'' کراچی میں شیخ التفسیر اور نائب رئیس دارالافتاء کے منصب پر فائز ہیں۔اسلامک انٹرنیشنل یونیورسٹی (برائے خواتین) میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہیں۔

۸۔ علامہ صابر نورانی:

آپ ''جامعہ انوارالقرآن'' کراچی میں ناظم تعلیمات اور مدرس درس نظامی ہیں۔

۹۔ علامہ عبدالقیوم نقشبندی:

آپ ''جامعہ انوارالقرآن''میں مدرس درس نظامی اور خواتین اسلامک مشن کراچی کے انچارج ہیں۔

۱۰۔ علامہ عادل قادری:

آپ چھ سال جامعہ انوارالقرآن میں درس نظامی کے مدرس رہے اب ائرفورس میں چلے گئے ہیں۔

۱۱۔ مولانا محمد قدرت اللہ نقشبندی :

آپ ''جامع مسجد سعیدیہ'' کراچی میں امام وخطیب کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

بیرون ملک آپ کے تلامذہ

مولانا صاحبزادہ محمد حبیب الرحمان (برطانیہ)،مولانا عبداللہ سلطانی (برطانیہ)،مولانا صاحبزادہ دلشاد احمد قادری (برطانیہ)،مولانا خلیل احمد (برطانیہ)،مولانا بشیر احمد (جنوبی افریقہ)،مولانا فرید احمد (برطانیہ)،مولانا سید محمد اشرف (فن لینڈ)،مولانا محمد فارس (ہالینڈ)،مولانا محمد فیصل (ہالینڈ)،مولانا غلام ربانی (برطانیہ)،مولانا محمد امروز دین (کینیڈا)،مولانا محمد رشید (برطانیہ)،مولانا محمد رفیق (جنوبی افریقہ)،مولانا محمد قسطاش ہاشمی (بنگلہ دیش)،مولانا محمد عارف چشتی (بریڈفورڈ برطانیہ)

معاصرین علماء

علامہ سعیدی کے معاصرین میں بہت سے علماء شامل ہیں جو بے لوث دین کی خدمت کررہے ہیں اوراعلیٰ علمی مرتبہ پر فائز ہیں ۔ان میں سے بہت سے علماء نے بخاری شریف کی شروح تحریر فرمائی اور اپنے اپنے نقطہ نظر سے اس کتاب کی خدمت کی ہے ان میں سے چند علماء کا تذکرہ درج ذیل ہے۔

مولانا سلیم اللہ خان:

آپ ۲۵ دسمبر ۱۹۲۶ء کو قصبہ حسن پور لوہاری ضلع مظفر نگر میں پیدا ہوئے۔آپ کے پہلے استاد منشی بندہ حسن تھے جن سے آپ نے ناظرہ قرآن اردو اور فارسی کی تعلیم حاصل کی۔بعد ازاں مدرسہ ''مفتاح العلوم'' جلال آباد میں تقریباً ڈھائی سال اور مدرسہ دیوبند میں پانچ سال تعلیم حاصل کی۔دارالعلوم میں تعطیلات کے دوران آپ گھر آئے اور ستائیس دن میں پورا قرآن پاک حفظ کرلیا۔آپ نے پاکستان بننے سے پہلے ۲۰ سال کی عمر میں سند فراغت حاصل کی۔آپ نے اپنی تدریسی زندگی کا آغاز مدرسہ ''مفتاح العلوم'' میں تدریس سے کیا۔ یہاں آپ نے آٹھ سال درس نظامی کا درس دیا۔ پاکستان ہجرت کے بعد دارالعلوم ''الاسلامیہ'' اشرف آباد میں تین سال اور دارالعلوم کراچی میں دس سال تدریسی خدمات انجام دیں۔۱۹۶۷ء میں آپ نے جامعہ ''فاروقیہ'' کراچی کی بنیاد رکھی ۔اور یہاں درس وتدریس میں مشغول ہوگئے۔ ۱۹۸۰ء میں وفاق المدارس کے ناظم اعلیٰ مقرر ہوئے۔آپ نے اپنی نظامت کے دوران وفاق المدارس کو بہت ترقی دی اور انتظامی امور میں مثبت تبدیلیاں کیں۔۱۹۸۹ء میں اس کی صدارت کی ذمہ داری بھی آپ کو سونپ دی گئی۔جب آپ درس بخاری کے پچیس دورے کرواچکے تو آپ کے طلباء کے اصرار پر آپ کے درس کو ریکارڈ کرنے کا انتظام کیا گیا۔۱۹۸۶ء سے ۱۹۸۷ء میں کیا گیا دورہ حدیث ریکارڈ کرلیا گیا۔جو کہ چارسو کیسٹوں پر مشتمل ہے۔اس کی ترتیب وتحقیق کشف الباری کے نام سے استاذ جامعہ فاروقیہ ''نورالبشر بن محمد نورالحق'' نے کی ہے۔[29]

کشف الباری:

اس شرح کے دومقدمے ہیں،مقدمۃ العلم اور مقدمۃ الکتاب۔مقدمۃ العلم آٹھ مباحث پر مشتمل ہے جوکہ علم حدیث کی تعریف، وجہ تسمیہ موضوع، غرض وغایت ،اجناس علم، مرتبہ علم حدیث، تفہیم کتب وتدوین ،اقسام حدیث اور منکرین حدیث کے اعتراضات اوران کے جوابات ہیں۔مقدمۃ الکتاب میں آپ نے سند کے دوحصے کئے ہیں۔ پہلا حصہ آپ سے لے کر شاہ ولی اللہ تک سات رجال پر مشتمل ہے۔ دوسرا حصہ شاہ ولی اللہ سے لے کر امام بخاری تک پندرہ رجال پر مشتمل ہے۔ان تمام رجال کا تعارف کروایا گیاہے۔امام بخاری کا تفصیلی تعارف اور صحیح بخاری کی خصوصیات بیان کی ہیں۔دونوں مقدمات ۱۹۳ صفحات پر مشتمل ہیں۔

شرح کرنے میں آپ کا منہج یہ ہے کہ پہلے حدیث کا پورا متن درج کیا گیا ہے۔اس کے بعد حدیث کے رجال کا مختصر تعارف بیان کیا ہے۔حاشیہ میں حدیث کی تخریج کی گئی ہے کہ بخاری میں اور دیگر کتب حدیث میں یہ حدیث کہاں کہاں موجود ہے۔اس کے لئے کتاب، باب، اور رقم الحدیث بیان کر دیئے ہیں۔اس کے بعد حدیث پر فنی بحث کرتے ہیں۔اس پر اگر کوئی اشکال ہے یا تعارض ہے تو اس کو مختلف شروح اور علمائے کرام کے اقوال سے دور کرتے ہیں۔اس کے بعد حدیث کا جملہ لکھ کر اس کا ترجمہ کرتے ہیں۔الفاظ کے معانی اور ان کی وضاحت کرتے ہوئے جامع تشریح کرتے ہیں۔حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت بیان کرتے ہیں۔حوالہ جات کے لئے کتاب کا نام، جلدنمبر اور صفحہ نمبر حواشی میں درج کیا گیاہے۔یہ شرح پندرہ جلدوں پر مشتمل ہے۔۲۰۱۱ء میں مکتبہ فاروقیہ کراچی سے شائع ہوئی۔

مولانا معین الدین خٹک:

آپ ۱۹۲۰ء میں ضلع کرک صوبہ سرحد کے ایک پہاڑی مقام عیسک چونترہ میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد مولانا نورالدین پینتیس سال کی عمر میں وفات پا گئے۔اس وقت آپ کی عمر دس سال تھی۔آپ کے والد کے استاد مولانا عمل الدین ٹھیری نے آپ کو اپنے پاس بلالیا آپ سات سال تک ان کے پاس زیر تعلیم رہے۔اس کے بعد حصول تعلیم کے لئے دارالاسلام میرٹھ چلے گئے۔دورہ حدیث اور درس نظامی کی انتہائی کتب کی تعلیم مدرسہ شاہی مرادآباد میں حاصل کی۔حصول علم سے فراغت کے بعد آپ واپس اپنے گاؤں آ گئے اور مقامی مسجد میں درس نظامی شروع کیا۔۱۹۷۳ء میں ''جامعہ عربیہ'' گوجرانوالہ میں شیخ الحدیث کا منصب سنبھال لیا۔[۳۰]

آپ کی تصانیف مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔اشتراکی مغالطے ۲۔اشتراکی نعرے اوران کا جائزہ ۳۔اسلام اور عصر حاضر کا چیلنج

۴۔متجددین کے افکار وخیالات پر ایک تنقیدی نظر

۵۔ادارہ معارف اسلامی کراچی میں آپ کے اصول فقہ پر بائیس لیکچر جو ریکارڈ کے بعد ضبط تحریر میں لائے گئے دوجلدوں پر

مشتمل ہیں۔

۶۔اصول تفسیر پر سات لیکچر ریکارڈ کے بعد ضبط تحریر میں لائے گئے۔

معین القاری:

۱۹۷۹ء تا ۱۹۸۰ء میں کلاس میں دورہ حدیث کے دوران آپ کی صحیح بخاری پر تقاریر کو ریکارڈ کر لیا گیا تھا۔جس کو اب تحریری شکل میں منتقل کیا جا رہا ہے۔اب تک اس کی چار جلدیں طبع ہو چکی ہیں اور کل بیس جلدیں متوقع ہیں آپ کے دروس کو کتابی شکل میں لاتے ہوئے مولانا حافظ محمد عارف (نائب شیخ الحدیث جامعہ عربیہ) نے کچھ اضافوں کے ساتھ اس کی ترتیب وتشریح کی ہے۔پہلی جلد کے آغاز پر مولانا معین الدین، آپ کے استاد مولانا فخر الدین، اور امام بخاری کے حالات زندگی درج ہیں۔مقدمہ کا پہلا حصہ جو کہ علم حدیث کی تعریف، اقسام علم حدیث کا شرف ومنزلت اور حجیت حدیث پر مشتمل ہے مولانا محمد عارف کی کاوش ہے۔مولانا معین الدین کا مقدمہ منکرین حدیث کے اعتراضات اور ان کے جوابات، اقسام حدیث، فن جرح وتعدیل، مسالک اربعہ میں وجوہ ترجیح کا اختلاف اور صحاح ستہ کی خصوصیات پر مشتمل ہے۔اس شرح میں بخاری کی تمام احادیث اعراب کے ساتھ درج کی گئی ہیں۔حدیث کے رواۃ کا الگ الگ تفصیل سے تعارف کروایا گیا ہے۔اطراف الحدیث کے تحت ہر حدیث کی مکمل تخریج کی گئی ہے۔حدیث کی باب سے مطابقت پوری تفصیل سے بیان کی گئی ہے۔حدیث کے ہر جملے کی تفصیلی تشریح کی گئی ہے۔حدیث سے مستنبط مسائل کی آیات واحادیث کی روشنی میں جامع تشریح کی گئی ہے۔فقہی اختلافات کو دلائل سے بیان کیا گیا ہے۔فٹ نوٹ میں حوالہ کے لئے کتاب کا نام، جلد نمبر اور صفحہ نمبر درج ہے۔کتاب کے آخر میں فہرست آیات، فہرست احادیث اور فہرست مصادر ومراجع دی گئی ہے۔

مولانا عبدالملک (شیخ الحدیث مرکز علوم اسلامیہ منصورہ لاہور) اپنے تاثرات میں لکھتے ہیں:

معین القاری صحیح البخاری کی ایسی شرح ہے جسے عصر حاضر میں صحیح البخاری کی تقاریر اور شروح میں وہی مقام حاصل ہے جو قرآن پاک کی تفاسیر میں تفہیم القرآن کو حاصل ہے۔جس طرح تفہیم القرآن سے ہر خاص وعام استفادہ کر سکتا ہے اسی طرح معین القاری سے بھی انشاءاللہ کر سکے گا۔اس کا انداز بیان محض علمی اور تحقیقی ہے۔

مزید آپ لکھتے ہیں کہ اس میں قدیم اور جدید فرقہ باطلہ ان کے فلسفوں اور نظریات پر سیر حاصل روشنی ڈالی گئی ہے۔ نئے ازموں سیکولرزم، سوشلزم، کمیونزم اور نئے فرقوں قادیانوں، منکرین حدیث کے مختلف گروہوں پرویزیوں اور چکڑالیوں سے اس طرح متعارف کرایا گیا ہے کہ عوام وخاص سب یکساں استفادہ کر سکیں۔[۳۱]

علامہ مولانا عثمان غنی صاحب:

آپ نے ۱۹۵۵ء میں مدرسہ ''رشید العلوم چترا'' (صوبہ بہار) سے تدریسی زندگی کا آغاز کیا۔یہاں آپ نے مسلم شریف اور ترمذی کا درس دیا۔پھر چند سال مدرسہ ''حسینیہ گریڈیہہ'' اور مدرسہ '' حسینیہ دیگھی'' (ضلع بھاگلپور) میں

متوسطات پڑھانے کے بعد۱۹۶۳ء میں مدرسہ ''عالیہ فتحیہ فرفرہ شریف'' (ضلع ہگلی) تشریف لے آئے۔ یہاں آپ تقریباًبارہ سال تدریس حدیث میں مشغول رہے۔اس کے بعد آپ مدرسہ ''دارالعلوم تاراپور'' (گجرات) آ گئے اور بخاری اورترمذی کا درس دیتے رہے۔ بعدازاں آپ مدرسہ ''مظاہرالعلوم'' (گجرات) آ گئے۔ مدرسہ ''عالیہ فتحیہ فرفرہ'' میں تدریس کے دوران آپ نے تحفۃ البہاری، الشفاف نوٹ کشاف، التقریرالکافی نوٹ بیضاوی، سقایہ، ہدایہ ثالث اور ہدایہ رابع کا نوٹ لکھیں۔ بخاری کی شرح نصرالباری آپ نے مدرسہ ''دارالعلوم تاراپور'' میں لکھنی شروع کی اوراس کی تکمیل مدرسہ مظاہرالعلوم میں ہوئی۔۳۲؎

نصرالباری شرح صحیح بخاری:

آپ نے پہلے بخاری جلد ثانی کی شرح لکھی۔اس کے لکھنے کی وجہ آپ نے یہ بیان کی ہے کہ بخاری جلداول کی شروح مثلاً ایضاح البخاری، فضل الباری اورانوارالباری وغیرہ طلباء خریدتے ہیں اور مطالعہ کر لیتے ہیں لیکن بخاری کی جلد ثانی کے لئے کوئی اردوشرح دستیاب نہیں ہے اورجلد ثانی جلداول سے زیادہ مشکل ہے جس کی وجہ سے طلباء پریشان رہتے ہیں۔اس لئے آپ نے پہلے جلد ثانی کی شرح مرتب فرمائی بعدازاں جلداول کی شرح لکھی۔۳۳؎

اس کا مقدمہ ۶۴ صفحات پر مشتمل ہے جوکہ حدیث کی اقسام، حدیث کی غرض وغایت، فضیلت، حجیت حدیث، منکرین حدیث کے نظریات اوران کی تردید آیات قرآنی اورعقلی دلائل سے، منکرین حدیث کے دلائل کے جوابات، سیرت عمر بن عبدالعزیز، سیرت امام بخاری، احوال الجامع الصحیح اور مسامحات بخاری کے مباحث پرمبنی ہے۔شرح کرتے ہوئے آپ کا منہج یہ ہے کہ پہلے حدیث کا ترجمہ کرتے ہیں۔اسناد کا ترجمہ شروع میں چنداحادیث میں کیا گیا ہے۔کتاب الایمان سے صرف حدیث کا ترجمہ کیا گیا ہے۔مطابقۃ للترجمۃ کے تحت حدیث کے جس جملے یا الفاظ کی باب کے ساتھ مطابقت ہے اس کو بیان کرتے ہیں۔اس کے بعد یہ حدیث بخاری اوردیگر کتب حدیث میں کن کن مقامات پر آئی ہے صفحہ نمبر بیان کرتے ہیں۔امام بخاری کا حدیث کو بیان کرنے کا مقصد بتاتے ہیں۔اس کے بعد تشریح کرتے ہوئے حدیث پاک پر اگرکوئی اشکال ہے تو اس کو دور کر دیتے ہیں۔حدیث سے مستنبط مسائل میں مذاہب ائمہ بیان کرتے ہیں۔عبارت کے اختتام پر کتاب کا نام اورصفحہ نمبر لکھ دیتے ہیں۔اکثر مقامات پر صرف کتاب کا نام درج کر دیتے ہیں۔یہ شرح ۱۳ جلدوں پر مشتمل ہے۔پہلی بار مکتبہ نعمانیہ کراچی سے فروری ۲۰۰۰ء میں طبع ہوئی۔

ڈاکٹرعبدالکبیرمحسن:

آپ نے بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی میں ۱۹۸۸ء سے بطور لیکچرار عربی کام کرنا شروع کیا۔۱۹۹۹ء میں گورنمنٹ اصغر مال کالج راولپنڈی میں بطور ایسوسی ایٹ پروفیسر آپ کا تقرر ہوا۔شیخ الحدیث حافظ عبداللہ محدث بڈھیمالوی آپ کے نانامحترم تھے۔مولانا عبدالحلیم (شیخ الحدیث جامعہ محمدیہ اوکاڑہ) آپ کے والدمحترم ہیں۔ان کی خواہش تھی کہ چندمشہوراور

مستندشروح کے مباحث کواردو میں منتقل کیا جائے۔چنانچہ انہی کی فرمائش اوراصرار پرآپ نے بخاری کی شرح توفیق الباری لکھی۔۳۴

توفیق الباری:

یہ شرح فتح الباری، ارشادالساری، فیض الباری، شرح تراجم شاہ ولی اللہ کے تمام اہم مباحث کا خلاصہ ہے۔اس کا مقدمہ آپ کے والد مولانا عبدالحلیم صاحب نے لکھا ہے جو کہ تعریف درس نظامی، حجیت حدیث، کتابت حدیث، امام بخاری کے حالات زندگی اورصحیح بخاری ومسلم کی شرائط پرمبنی ہے۔اس شرح میں احادیث کاسلیس ترجمہ نہیں کیا گیا۔احادیث کے الفاظ کی لغوی اور گرائمر کے لحاظ سے تحقیق بیان کی گئی ہے۔احادیث کے مختلف طرق اوران میں الفاظ کے اختلاف کو بیان کیا ہے۔مذاہب ائمہ مختصرذکرکردیئے ہیں۔حوالہ جات نہیں دیئے گئے ہیں۔مصنف کی طرف سے اگرکہیں کچھ اضافہ ہے تواس کوبریکٹ میں لکھا گیاہے۔ابواب کا ترجمہ فہرست میں کیا گیا ہے۔یہ شرح علمی مباحث پرمبنی ہونے کی وجہ سے خواص کے لئے زیادہ فائدہ مند ہے۔یہ شرح ۱۲ جلدوں پرمشتمل ہے۔ ۲۰۰۷ء میں مکتبہ قدوسیہ سے شائع ہوئی۔

حوالہ جات

۱۔ غلام رسول سعیدی، علامہ، مقالات سعیدی، ص: ۷۷۔ ۶۷۶

۲۔ ایضاً، ص: ۶۷۹۔ ۶۷۸

۳۔ ایضاً، ص: ۶۸۲۔ ۶۸۱

۴۔ ایضاً، ص: ۶۸۲

۵۔ ایضاً، ص: ۶۸۳۔ ۶۸۲

۶۔ ایضاً، ص: ۶۸۳

۷۔ ایضاً، ص: ۶۷۵

۸۔ عبداللہ بن عباسؓ، تفسیر ابن عباس، مولانا شاہ محمد عبدالمقتدر قادری (مترجم)، لاہور: فرید بک سٹال ۲۰۰۵ء، ج: ا، ص: ۸

۹۔ ایضاً، ص: ۸

۱۰۔ نذر حسین چشتی، مولانا، ذکر عطاء، خوشاب: استاذ العلماء اکیڈمی، ۲۰۱۳ء، ص: ۵۱

۱۱۔ ایضاً، ص: ۳۷۔ ۶۳

۱۲۔ ایضاً، ص: ۹۷۔ ۷۴

۱۳۔ ایضاً، ص: ۸۰

۱۴۔ ایضاً، ص: ۴۲۷

۱۵۔ ایضاً، ص: ۴۷۵۔ ۴۶۷

۱۶۔ ایضاً، ص: ۵۰

۱۷۔ غلام رسول سعیدی، علامہ، مقالات سعیدی، ص: ۱۵

۱۸۔ غلام نصیر الدین، مولانا، مفتی محمد حسین نعیمیؒ، مشمولہ: عرفات، (مدیر: ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی الازہری) لاہور: ادارہ عرفات جامعہ نعیمیہ، فروری، مارچ ۲۰۰۱ء ص: ۲۴

۱۹۔ ایضاً، ص: ۲۴

۲۰۔ غلام رسول سعیدی، علامہ، مقالات سعیدی، ص: ۱۰۷

۲۱۔ ایضاً، ص: ۶۹۸

۲۲۔ ایضاً، ص: ۷۰۰۔ ۶۹۹

۲۳۔ ایضاً،ص:۷۰۰

۲۴۔ ایضاً،ص:۷۰۱۔۷۰۱

۲۵۔ ایضاً،ص:۶۹۵

۲۶۔ بابر سعید سیہول، انجینئر''نور چراغ، لاہور: جامعہ فاروقیہ رضویہ، ۲۰۰۸ء، ص:۴۸۷
(مولانا عبدالغفور کے حالات کی تمام معلومات اسی کتاب سے لی گئی ہیں)

۲۷۔ غلام نصیرالدین، مولانا، ڈاکٹر صاحب کی زندگی اور شہادت پر ایک نظر، مشمولہ: عرفات، (مدیر: علامہ محمد راغب حسین نعیمی) لاہور: ادارہ عرفات جامعہ نعیمیہ، جولائی، اگست ۲۰۰۹ء، ص:۱۱

۲۸۔ غلام نصیرالدین، مولانا، سفر آخرت کی منازل، لاہور: فرید بک سٹال، ۲۰۰۸ء، ص:۲۵

۲۹۔ سلیم اللہ خان، مولانا، کشف الباری، کراچی: مکتبہ فاروقیہ، ۲۰۱۱ء، ج:۱، ص:۵۵۔۵۴

۳۰۔ معین الدین خٹک، مولانا، معین القاری، گوجرانوالہ: جامعہ عربیہ، ستمبر ۲۰۰۴ء، ج:۱، ص:۳۔۱

۳۱۔ ایضاً،ص:۲۵۔۲۴

۳۲۔ محمد عثمان غنی، مولانا، نصر الباری، کراچی: مکتبہ نعمانیہ، ۲۰۰۰ء، ج:۱، ص:۵

۳۳۔ ایضاً،ص:۶

۳۴۔ عبدالکبیر محسن، پروفیسر، ڈاکٹر، توفیق الباری، لاہور: مکتبہ قدوسیہ، ۲۰۰۷ء، ج:۱، ص:۳۵

فصل سوم:

علامہ سعیدی کی تدریسی و تصنیفی خدمات

درس و تدریس کا پیشہ نہایت اہم اور شرف و عظمت کا حامل ہے۔اس کی اہمیت اور فضیلت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ تعلیم و تربیت کو فریضہ رسالت قرار دیا گیا ہے۔اپنے بنیادی فرائض کو حضور ﷺ نے یوں بیان فرمایا ہے۔

حدیث پاک ہے:

انما بعثت معلما[۱]

''بے شک مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے''

حضور ﷺ کی زندگی کا بیشتر حصہ اسی فریضہ کی تکمیل میں بسر ہوا کیونکہ خیر و برکت کے تمام سرچشمے اسی سے پھوٹتے ہیں.آپ ﷺ کی تعلیم و تربیت کے نتیجے میں لوگوں کی زندگیاں بدل گئیں عرب جو کہ جاہل لوگ تھے آپ ﷺ کی تربیت کے نتیجے میں دنیا کے سردار بن گئے۔صحابہ کرام نے نبوت کے اس نظام تعلیم و تربیت کی حفاظت کی اور اسے آگے منتقل کر کے امت مسلمہ کے اعلیٰ مقام کو برقرار رکھا۔علماء اور معلمین نبوت کے وارث ہوتے ہیں۔اس لئے ہر دور میں اپنے دل میں امت محمدیہ کا درد رکھنے والے علماء نے لوگوں کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا اور اپنی زندگیاں درس و تدریس کے لئے وقف کر دیں۔انہی بے شمار لوگوں میں ایک نام علامہ غلام رسول سعیدی کا بھی ہے۔آپ ۴۷ سال سے درس و تدریس کے پیشے سے وابستہ ہیں اور رات دن رشد و ہدایت، درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کے کام میں مصروف رہتے ہیں۔

تدریسی خدمات:

۱۹۶۶ء میں علامہ سعیدی صاحب نے علوم دینیہ کی تکمیل فرمائی اور اسی سال آپ نے جامعہ نعیمیہ لاہور میں اپنی تدریسی زندگی کا آغاز کیا۔ابتداء میں آپ دو تین سبق پڑھاتے تھے،لیکن جب طلباء میں آپ کی مقبولیت بڑھنے لگی تو آپ کے استاد محترم مفتی محمد حسین نعیمی صاحب نے مختلف علوم و فنون کے کئی اسباق آپ کو دے دیئے۔''مشکاۃ المصابیح'' کے اسباق آپ نے اپنی دلچسپی کی بنا پر مانگ کر لئے اور ۱۹۷۰ء سے آپ نے مکمل دورہ حدیث شریف پڑھانے کا آغاز کیا۔۱۹۸۵ء تک آپ نے جامعہ نعیمیہ لاہور میں تدریس و تصنیف کے فرائض سرانجام دیئے۔۱۹۷۹ء کے آخر میں آپ کراچی تشریف لائے اور کچھ عرصہ قیام کیا۔۱۹۸۰ء کے وسط میں دوبارہ لاہور تشریف لے گئے۔آپ نے تقریباً ۱۴ برس تک جامعہ نعیمیہ لاہور میں تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔[۲]

۱۹۸۱ء میں آپ کو کمر کے درد کے ساتھ شوگر اور بلڈ پریشر کا عارضہ لاحق ہو گیا جس کی وجہ سے آپ کے لئے چٹائی پر بیٹھ کر پڑھانا انتہائی دشوار ہو گیا تو آپ ۶ جولائی ۱۹۸۵ء کو علامہ مفتی سید شجاعت علی کے اصرار پر دارالعلوم نعیمیہ کراچی

تشریف لے آئے۔ یہاں پر آپ شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے مفتی صاحب نے آپ کو بہت سہولتیں فراہم کیں آپ کو پڑھانے کے لئے صرف ایک گھنٹہ کا مکلّف کیا ان کی محبت سے اور مفتی منیب الرحمٰن صاحب کے تعاون سے آپ کی صحت بحال ہوگئی۔ اب تک آپ یہیں پر فرائض منصبی ادا کر رہے ہیں۔[۳۷]

طریقہ تدریس:

آپ انتہائی شفقت و محبت اور محنت و لگن سے پڑھاتے ہیں۔ آپ کا صحیح بخاری پڑھانے کا طریقہ کار یہ ہے کہ پہلے کسی طالب علم سے حدیث کی عبارت پڑھواتے ہیں اس دوران اس کی غلطیوں کی اصلاح کرتے ہیں، اس کے بعد خود حدیث کا آسان اردو زبان میں ترجمہ کرتے ہیں، حدیث کی مفصل تشریح بیان کرتے ہوئے مشکل الفاظ کے معنی بتاتے ہیں، اس حدیث پر اگر کوئی اعتراض ہو تو اس کی وضاحت کرتے ہیں، حدیث سے جو مسائل و احکام مستنبط ہوتے ہیں ان کا استخراج کرتے ہیں اور ان مسائل و احکام کو قرآن و حدیث اور قیاس کے دلائل سے واضح کرتے ہیں۔ اپنے بیان کردہ دلائل کے ماخذ پر مختلف کتابوں کے جلد نمبر، صفحہ نمبر اور اس کتاب کا مطبع نوٹ کرواتے ہیں۔ حدیث کے بارے میں خود ہی سوالات قائم کرتے ہیں پھر خود ہی جوابات دیتے ہیں اس کے بعد طلباء کے سوالات کا جواب دیتے ہیں۔ ☆

دوران تدریس طلباء کی دلچسپی برقرار رکھنے کے لیے پر لطف باتیں کرتے ہیں۔ طلباء سے نہایت نرمی کا برتاؤ کرتے ہیں جس کی وجہ سے طلباء خود بہ خود آپ کی طرف مائل ہوجاتے ہیں اور علم حاصل کرنے کا شوق بڑھتا ہے۔ آپ کے بہترین طریقہ تدریس اور طلباء کے ساتھ مشفقانہ برتاؤ کی وجہ سے آپ کی کلاس میں طلباء وقت سے پہلے اکٹھے ہوجاتے ہیں اور کوئی غیر حاضر نہیں ہوتا۔ آپ ایک کامیاب معلم ہیں۔ آپ نے اس پیشے کو سنت رسول ﷺ سمجھتے ہوئے نہایت دیانت داری اور خوش اسلوبی سے سرانجام دیا۔ آپ جب آرام کرتے ہیں تو آپ کی نیت یہ ہوتی ہے کہ اس کے بعد تر و تازہ ہوکر دوبارہ بہتر انداز میں اپنی خدمات سرانجام دے سکیں۔ آپ کے شوق تدریس کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ بیماری اور بڑھاپے کے باوجود اس سلسلہ کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ☆

تصنیفی خدمات:

تصنیف و تالیف کا سلسلہ زمانہ قدیم سے جاری ہے۔ علم کے حصول کے لئے قلم کی طاقت ایک مسلم حقیقت ہے۔ اسلام میں تحریر کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ پہلی ہی وحی کے الفاظ ہیں:

الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ [۴]

''جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا''

یعنی قلم کے بغیر علم حاصل کرنا ممکن نہیں۔ تحریر کے ذریعے علم محفوظ ہوجاتا ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ ہمیں سیرت رسول سے بھی ہوتا ہے۔ ہجرت کے واقعات میں سے ہے کہ سراقہ بن مالک نے آپ ﷺ کا تعاقب کیا جب وہ آپ ﷺ

تک نہ پہنچ سکا تو اس نے آپ ﷺ سے امان طلب کی آپ ﷺ نے عامر بن فہیرہ کو حکم دیا اور انہوں نے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر امان نامہ لکھ کر اسے دیا۔۵

غور طلب بات یہ ہے کہ ''امان نامہ لکھ کر دیا'' تنگی اور عسرت کا زمانہ، لوگوں سے چھپتے ہوئے انتہائی قلیل سامان کے ساتھ کی گئی ہجرت اور اس میں آپ ﷺ کے ساتھ تحریر اور کتابت کا سامان موجود ہونا قلم کی اہمیت اور فضیلت کو ثابت کرتا ہے۔تحریر کی اسی اہمیت کے پیش نظر تقریباً تمام علمائے اسلام نے درس وتدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف کے کام کو بھی جاری رکھا۔

علامہ سعیدی نے بھی تحریر وتصنیف کے میدان میں گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔آپ کی تصانیف آپ کے علم وفضل، ذہانت اور مجتہدانہ بصیرت پر شاہد ہیں۔آپ نے زمانہ طالب علمی سے ہی لکھنے کا آغاز کر دیا۔آپ نے پہلا مقالہ ''اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام'' اپنے دوست مولانا عارف زئی کی فرمائش پر لکھا۔یہ مقالہ بہت پسند کیا گیا پھر اسی طرح آپ ہلکے پھلکے مضامین لکھتے رہے جو ضیائے حرم اور مختلف دوسرے رسائل میں چھپتے رہے۔آپ کی پہلی مکمل کتاب ''توضیح البیان'' ہے، جس کو آپ نے لاہور میں لکھا۔۶ یہ کتاب جنوری ۱۹۷۹ء میں طبع ہوئی۔اس وقت سے اب تک آپ بے پناہ مصروفیات اور طبیعت کی ناسازی کے باوجود تصنیف وتالیف کا کام جاری رکھے ہوئے ہیں۔

لاہور جامعہ نعیمیہ میں آپ کی تدریسی مصروفیات زیادہ تھیں اس لئے آپ نے مختلف عنوانات پر چھوٹی کتب لکھیں جب کہ کراچی جامعہ نعیمیہ میں تدریسی مصروفیات صرف ایک گھنٹہ تھیں، باقی تمام وقت آپ نے تحقیق وتصنیف کے لیے وقف کر رکھا تھا چنانچہ اس دوران آپ نے تین ضخیم اور قابل قدر کتب شرح صحیح مسلم، تبیان القرآن اور نعمۃ الباری تصنیف کیں۔آپ کی یہ عالمانہ اور محققانہ تصانیف امت مسلمہ کے لیے ایک عظیم تحفہ ہونے کے ساتھ ساتھ علمی دنیا میں گراں قدر اضافہ ہیں۔

آپ کی تصانیف درج ذیل ہیں۔

۱۔نعمۃ الباری	۲۔تفسیر تبیان القرآن	۳۔شرح صحیح مسلم	۴۔مقالات سعیدی
۵۔تذکرۃ المحدثین	۶۔ذکر بالجہر	۷۔حیات استاذ العلماء	۸۔توضیح البیان
۹۔مقام ولائیت ونبوت	۱۰۔ضیائے کنز الایمان	۱۱۔معاشرے کے ناسور	۱۲۔نعمۃ الباری
۱۳۔ تبیان الفرقان			

آپ کی کتب کا مختصر تعارف درج ذیل ہے، جس سے آپ کا علمی مقام اور آپ کی تصانیف کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔

شرح صحیح مسلم:

شرح صحیح مسلم آپ کی وہ مایہ ناز تصنیف ہے، جس نے علمی دنیا میں آپ کا مقام بلند کیا ہے۔علامہ سعیدی نے

۱۹۸۰ء میں اس شرح کو لکھنے کا آغاز کیا پہلی جلد لکھنے کے بعد آپ علیل ہو گئے اور چار سال یہ کام التواء کا شکار رہا مارچ ۱۹۸۶ء میں شرح پر آپ نے دوبارہ کام شروع کیا اور فروری ۱۹۹۴ء کے وسط میں یہ شرح مکمل ہوگئی۔ ۷

یہ شرح ۷ جلدوں اور آٹھ ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ ۳۷ صفحات پر مشتمل کتاب کا مقدمہ حدیث کی ضرورت و حجیت، تدوین حدیث اور اصول حدیث کے مباحث پر مشتمل ایک مبسوط مقدمہ ہے۔ علامہ صاحب شرح کرتے ہوئے سب سے پہلے باب کی احادیث کو یکجا کر کے ان کا سلیس اور با محاورہ ترجمہ کرتے ہیں۔ حدیث کے مسائل و احکام کی وضاحت مستند شارحین، فقہا کرام اور ائمہ کے اقوال اور دلائل سے کرتے ہیں۔ فقہ حنفی کو دلائل کے ساتھ ترجیح دیتے ہیں۔ زیر بحث حدیث پر اصول حدیث کی روشنی میں فنی گفتگو کرتے ہیں۔ حدیث کے فوائد اور مسائل ذکر کرتے ہیں اور عصر حاضر کے مسائل پر محققانہ گفتگو فرماتے ہیں۔ آپ تمام معلومات مکمل حوالہ کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ کتاب کے آخر میں ماخذ و مراجع کی فہرست سنین وفات کی ترتیب سے دی گئی ہے۔ یہ شرح خالص فقہی، علمی اور تحقیقی مباحث پر مشتمل ہونے کے باوجود نہایت عام فہم اور سادہ ہے۔ اس کی اہمیت، فوائد اور خصوصیات کے پیش نظر بہت سے اکابر اہل علم نے اس پر اپنے تاثرات دیئے ہیں۔

علامہ مفتی منیب الرحمٰن (مہتمم دارالعلوم نعیمیہ کراچی وچیئرمین مرکزی رویئت ہلال کمیٹی پاکستان) اپنے تاثرات میں لکھتے ہیں:

> ''میں دوران تصنیف مصنف سے انتہائی قرب کی بنا پر شرح صدر کے ساتھ بہ بانگ دہل یہ عرض کرنے کی جسارت کرتا ہوں کہ اس کتاب کی تصنیف اور ترتیب وتسوید کے دوران مصنف کا انداز فکر سو فیصد معروضی رہا ہے۔ بہت سے مسائل پر عمیق مطالعے کے باوجود حتمی رائے قائم کرنے سے قبل انہوں نے معاصر اہل علم سے علمی تبادلہ خیال اور مذاکرے کا طریقہ کار بھی اختیار کیا ہے۔ کئی مسائل ایسے بھی ہیں جن میں حق پر آگہی کے بعد انہوں نے اپنی سابقہ رائے کو تبدیل کیا ہے اور درحقیقت ہر دور میں علماء حق کا شعار بھی یہی رہا ہے کہ نفسانیت اور انانیت کو قبول حق کی راہ میں انہوں نے کبھی حائل نہیں ہونے دیا۔ احادیث کی شرح کے دوران جو بھی علمی وفقہی مسئلہ زیر بحث آیا، مصنف نے اس امر کا التزام کیا ہے کہ اسلامی عقائد ونظریات اور اہل سنت وجماعت کے معمولات کو کتاب و سنت سے ثابت کیا جائے، مذاہب اربعہ اور حسب ضرورت فقہ جعفریہ کے موقف کو ان کی اصل مستند اور مسلمہ کتب سے دلائل کے ساتھ نقل کر کے

دیانتدارانہ تقابلی مطالعے کا موقع فراہم کیا ہے اور پھر فقہ حنفی کی وجوہ ترجیح کو کتاب وسنت سے واضح کیا ہے۔ دور جدید کے مجتہد فیہ مسائل سے مصنف نے پہلوتہی اختیار نہیں کی بلکہ ان کا قرآن وسنت کی روشنی میں وافی شافی حل پیش کیا ہے۔''۸

تبیان القرآن :

تبیان القرآن دور حاضر کی نہایت جامع اور کامل تفسیر ہے۔ علامہ صاحب فرماتے ہیں کہ تبیان القرآن لکھنے کا داعی اور باعث یہ تھا کہ شرح مسلم لکھنے کے دوران جب آیات آتیں میں ان کے تراجم دیکھتا تو میں نے محسوس کیا کہ قرآن مجید کے ترجمے کا حق کسی نے ادا نہیں کیا چناچہ میں نے تفسیر لکھنے کا ارادہ کیا۔۹

اس تفسیر میں آیات کا لفظی ترجمہ نہیں کیا گیا بلکہ سلیس اور بامحاورہ ترجمہ کیا گیا ہے۔ جن آیات میں احکام اور مسائل کا ذکر ہے ان کی تفسیر میں ائمہ اربعہ کے فقہی نظریات اور ان کے دلائل مکمل حوالہ کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں، مثال کے طور پر خواتین کی امامت کے مسئلہ کی تحقیق میں آپ نے مذاہب اربعہ ان کی اصل کتب سے ان کے دلائل کے ساتھ بیان کئے ہیں ۔۱۰ اختلافی مسائل میں آپ اپنا موقف دلائل سے واضح کرتے ہیں۔ فقہ حنفی کو دلائل سے ترجیح دیتے ہیں۔ دوران تفسیر کثیر تعداد میں احادیث اور آثار پیش کئے گئے ہیں اور ہر حدیث کی مکمل تخریج کی گئی ہے۔ عصر حاضر کے مسائل پر محققانہ بحث کی گئی ہے۔

علامہ غلام محمد سیالوی (مہتمم جامعہ رضویہ شمس العلوم کراچی) اپنے تاثرات میں لکھتے ہیں:

علامہ غلام رسول سعیدی صاحب جلیل القدر محدث، مفسر، خطیب اعظم، نامور محقق اور معتبر عالم دین ہیں۔ اللہ تعالی نے انہیں بلندی فکر، جدت نظر، وسعت مطالعہ اور اظہار مافی الضمیر کی بے پناہ قوت عطا فرمائی ہے۔ علامہ سعیدی صاحب کی محققانہ شان اپنے مرتبہ کمال پر نظر آتی ہے۔ آپ نے تحقیق کی روش کے تسلسل کو نہ صرف برقرار رکھا ہے بلکہ اسے آگے بھی بڑھایا ہے۔ کسی بھی تفسیر، حدیث اور فقہی کاوش کو پرکھنے کا پیمانہ یہ ہے کہ اس میں سابق مفسرین اور محققین کی تفسیری کاوشوں اور تحقیقات پر کس قدر اضافہ کیا گیا ہے، اس کے پیش نظر مجھے یہ کہنے میں کچھ بھی تامل نہیں ہے کہ علامہ سعیدی صاحب کی تفسیر تبیان القرآن اس معیار پر پوری اترتی ہے۔ تفسیر تبیان القرآن میں مسائل حاضرہ، عبادات، معاملات پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ احکام ومسائل میں تمام

مذاہب ائمہ کو ان کی اصل کتابوں کے حوالے کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ تفسیر تبیان القرآن میں اسلام کے مسلمہ عقائد کو دلائل سے مزین کیا گیا ہے۔ تفسیر میں مذکورہ احادیث کی تخریج کی گئی ہے۔ ماخذ و مراجع کی فہرست سنین وفات کے ترتیب سے مرتب کی گئی ہے۔ اس نوع کی یہ انفرادی فہرست ہے جس کے ذریعہ پتہ چل جاتا ہے کہ محدث، مفسر، فقیہ اور مصنف کا تعلق کس زمانے اور کس دور سے ہے۔[۱۱]

مقالات سعیدی:

یہ کتاب علامہ صاحب کے ان مقالات اور مضامین کا مجموعہ ہے جو آپ وقتاً فوقتاً مختلف اخبارات اور جرائد میں لکھتے رہے۔ یہ کتاب جنوری ۱۹۸۲ء میں طبع ہوئی۔ اس کے کل صفحات ۷۱۶ ہیں۔ آپ نے ان مقالات کو سات ابواب کے تحت درج کیا ہے۔ پہلا باب توحید و رسالت ہے۔ اس باب میں آپ کے نو مضامین شامل ہیں۔ توحید کے اثبات میں آپ نے کائنات میں موجود اشیا، نظام کائنات، انسانی تخلیق وجود اور نباتات سے استدلال کیا ہے۔ علامہ صاحب نے ہمارے روزمرہ مشاہدات اور تجربات میں آنے والے امور سے اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی قدرت و حکمت پر ایسے شواہد پیش کئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی ہے۔ اسی طرح نبوت و رسالت کے موضوع پر قرآنی آیات اور احادیث کی روشنی میں بڑی مفصل بحث کی گئی ہے۔ مقام مصطفیٰ ﷺ اور عظمت مصطفیٰ ﷺ پر بھی مدلل مضامین درج ہیں۔

دوسرا باب ''خلفاء راشدین'' ہے۔ اس میں مقام ابوبکرؓ احادیث کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے۔ حضرت عمرؓ پر یہ اعتراض کے انہوں نے اپنی رائے سے متعہ کو حرام کر دیا اس اعتراض کے جواب میں ''فاروق اعظم اور تحریم متعہ'' کے عنوان سے حرمت متعہ کو کتاب و سنت سے ثابت کیا ہے۔ حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے تعارف کے ساتھ ان کا مقام و مرتبہ احادیث سے بیان کیا ہے۔ تیسرا باب مسائل کلامیہ اور چوتھا باب عبادات کا ہے۔ فقہیات کے باب میں آپ نے دس فقہی مسائل پر تحقیقی بحث کی ہے۔ سب سے مفصل بحث ''بلا سود معیشت'' کے عنوان سے ہے جو تقریباً ۶۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں سود کی اقسام اور ان کے احکام قرآنی آیات اور احادیث سے بیان کئے ہیں۔ موجودہ بینک کاری کے نظام اور اس کی خرابیاں تفصیل سے بیان کی ہیں۔ غیر سودی اقتصادی نظام کے لئے شرکت اور مضاربت کے اصول کتب فقہ سے بیان کئے ہیں۔ آخری باب ''شخصیات'' کا ہے۔ پہلے ایڈیشن میں تین شخصیات کا تعارف کروایا گیا ہے۔ جب کہ دسویں ایڈیشن میں مزید چار شخصیات کا تعارف کروایا گیا ہے۔

مقالات سعیدی میں آپ نے حوالہ جات کے لیے دو طریقے استعمال کئے ہیں۔ کچھ مقامات پر حاشیہ میں کتاب کا نام، جلد نمبر اور صفحہ لکھتے ہیں جب کہ اکثر مقامات پر عبارت کے آخر میں قوسین میں کتاب کا نام، جلد نمبر اور صفحہ نمبر درج کرتے ہیں۔

علامہ صاحب زیادہ تر مستند اور بنیادی ماخذ سے استفادہ کرتے ہیں لیکن جہاں ضرورت ہو ثانوی ماخذ سے بھی استفادہ کرتے ہیں۔ کتب فقہ میں ردالمختار، درالمختار، ہدایہ، فتح القدیر، نیل الاوطار، فتاوی عالمگیری، المبسوط، تنقیح الفتاوی، البحرالرائق، جیسی کتب کے حوالہ جات ملتے ہیں۔ کتب تاریخ وسیرت میں تاریخ الخلفاء، تاریخ طبری، تاریخ ابن خلدون، اسدالغابہ، شواہدالحق، مدارج النبوت، السیرۃ النبویہ، الوفاء باحوال المصطفی، طبقات الکبیر، سیرت حلبیہ، حیات نبوی جیسی کتب کے حوالہ ملتے ہیں۔ اسی طرح مستند کتب احادیث اور کتب تفاسیر کے حوالہ جات بھی بکثرت موجود ہیں۔

ذکر بالجہر:

زیرنظر کتاب دوحصوں پر مبنی ہے۔ پہلا حصہ علامہ صاحب نے ۱۳۸۹ھ میں ایک مختصر رسالہ کی صورت میں لکھا اس میں ذکر کی اقسام قرآن وحدیث سے بیان کی گئی ہیں۔ اس کے بعد ذکر بالجہر پر قرآن کریم سے دلائل دیتے ہوئے مستند تفاسیر سے اس کی وضاحت کی گئی ہے۔ ذکر بالجہر پر احادیث سے دلائل پیش کرنے کے بعد تمام مسالک کے علماء کرام کے اقوال سے ذکر بالجہر کے جواز اور استحسان کو واضح کیا گیا ہے۔ ذکر بالجہر کے خلاف جن آیات سے استدلال کیا جاتا ہے علامہ سعیدی نے ان آیات کی تفسیر تمام مسالک کی معتمد تفاسیر سے کی ہے۔

کتاب کا دوسرا حصہ مولانا نے ۱۳۹۷ھ میں حکم الذکر بالجہر کے جواب میں لکھا۔ اس میں اعتراضات کے مدلل جوابات دینے کے ساتھ جہر معتدل پر کتاب وسنت اور فقہائے اسلام کی عبارات سے مزید دلائل پیش کئے گئے ہیں۔ یہ کتاب ۲۴۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ کتاب کا پہلا حصہ ۷۳ صفحات پر مشتمل ہے جبکہ دوسرا حصہ ۱۷۳ صفحات پر مشتمل ہے۔

حیات استاذ العلماء:

زیرنظر کتاب مولانا یار محمد بندیالوی کی سوانح حیات ہے۔ جس کو علامہ سعیدی نے مولانا محمد عبدالحق بندیالوی کے حکم پر لکھا۔ یہ کتاب مولانا نے جامعہ نعیمیہ لاہور میں تدریس کے ابتدائی عرصہ میں لکھی، یہ کتاب آپ کی اولین تصانیف میں شامل ہے۔ پہلی بار یہ کتاب اپریل ۱۹۶۹ء کو مکتبہ امدادیہ مظہریہ بندیال سے چھپی۔ اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن مولانا یار محمد بندیالوی کے ۶۶ ویں عرس کے موقع پر ڈاکٹر محمد انوارالحق بندیالوی کے تجدید واضافہ کے ساتھ دارالاسلام سے شائع ہوا۔[۱۲]

سعیدی صاحب نے مولانا کی زندگی کے متعلق ایسی مفید اور کارآمد معلومات فراہم کی ہیں جن سے مولانا کا مقام مرتبہ واضح ہوتا ہے اور طالب علموں کو ان کی سیرت کی روشنی میں زندگی میں پیش آمدہ مشکلات سے نبرد آزما ہونے کے لئے تحریک ملتی ہے۔

تذکرۃ المحدثین:

یہ کتاب علامہ صاحب نے مفتی عبدالقیوم صاحب کی فرمائش پر صرف دو ماہ کے قلیل عرصہ میں لکھی۔ مولانا مفتی عبدالقیوم قادری لکھتے ہیں کہ جن اسباب کی بنا پر علامہ سعیدی کو یہ کتاب لکھنے کی درخواست کی گئی وہ یہ تھے کہ اساتذہ اور طلباء

کی سہولت کے پیش نظر محدثین کے حالات ایک جگہ صحت و تحقیق کے ساتھ یکجا کر دیئے جائیں، حدیث کے موضوع سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کے لئے حدیث کے متعلق ضروری معلومات فراہم کرنا اور اس جھوٹ اور غلط فہمی کا ازالہ کرنا کہ ائمہ مجتہدین کو صرف چند احادیث یاد تھیں وہ حافظ حدیث نہ تھے نیز وہ قیاس آرائی سے کام لیتے تھے۔۱۳

اس میں بارہ ائمہ محدثین کا تذکرہ ہے جن میں ائمہ اربعہ، امام محمد، امام طحاوی اور ائمہ صحاح ستہ شامل ہیں۔ان کے مکمل حالات زندگی، سیرت و کردار اور خدمات کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ان کی تصانیف کا مکمل تعارف کروایا گیا ہے جس میں تصانیف کی خصوصیات، شرائط، اسلوب تحریر اور ان کی شروح پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔علامہ صاحب نے تمام محدثین کے حالات نہایت صحت و تحقیق کے ساتھ قلم بند کئے ہیں۔آپ نے تمام معلومات مکمل حوالہ کے ساتھ بیان کی ہیں۔عبارت کے اختتام پر قوسین میں مکمل حوالہ ذکر کرتے ہیں۔کتاب کا مقدمہ جو کہ ۲۲ صفحات پر مشتمل ہے قاری کے لیے نہایت مفید اور اہمیت کا حامل ہے۔اس میں حدیث کی ضرورت و اہمیت کے ساتھ فن حدیث کے تمام ضروری مباحث پر مختصر مگر جامع بحث کی گئی ہے۔کتاب کے آخر میں تیرہ معروف کتب احادیث کی تعداد احادیث جدید نمبرنگ کے مطابق دی گئی ہے۔یہ کتاب ۳۴۹ صفحات پر مشتمل ہے۔

توضیح البیان:

کنزالایمان کے حاشیہ پر مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی کی تفسیر ہے۔اس ترجمہ اور تفسیر پر بہت سے اعتراضات کئے گئے۔یہ کتاب ان اعتراضات کے جواب میں لکھی گئی۔اس کتاب کا اسلوب مناظرانہ ہے لیکن اس کے باوجود علامہ صاحب نے نہایت مہذب انداز میں تمام اعتراضات کے جوابات دیئے ہیں کہیں بھی طعن و تشنیع سے کام نہیں لیا گیا۔آپ تعصب اور ہٹ دھرمی سے اپنے موقف پر ڈٹے نہیں رہتے بلکہ اپنے موقف کی وضاحت دلائل سے کرتے ہیں۔علامہ صاحب متنازعہ مسائل کی مکمل تحقیق کرتے ہوئے کتاب وسنت اور اقوال سلف صالحین سے استدلال کرتے ہیں۔اس میں ۱۳ عنوانات کے تحت تحقیقی و علمی بحث کی گئی ہے۔کتاب کے اختتام پر ۱۰۰ ماخذ و مراجع کی فہرست دی گئی ہے۔جسے دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا نے اپنے موقف کی وضاحت میں کس قدر تحقیق سے کام لیا ہے۔یہ کتاب ۴۴۵ صفحات پر مشتمل ہے اور پہلی بار جنوری ۱۹۷۹ میں طبع ہوئی۔

مولانا عطا محمد چشتی اس کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں۔

> ''علامہ سعیدی نے صرف لانسلم پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ہر دعوی دلائل سے ثابت کیا ہے۔طرز تحریر اور انداز بیاں نہایت برجستہ اور فصاحت الفاظ اور حلاوت عبارت ایسی ہے کہ بار بار سننے اور پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ اردو کا بہت بڑا ادیب اپنا شاہکار پیش کر رہا ہے۔''۱۴

مقام ولائیت ونبوت:

زیرنظر کتاب کا موضوع نبی ﷺ کے علم غیب اور آپ ﷺ کے تصرفات ہیں۔توضیح البیان میں علامہ سعیدی نے نبی ﷺ کے علم اور قدرت پر بات کی تھی اس پر اعتراضات کئے گئے۔۱۹۸۱ء میں بارہ سال بعد اس کے رد میں ایک کتابچہ لکھا گیا، چنانچہ آپ نے اس موضوع پر مکمل دلائل اور تفصیل کے ساتھ کتاب لکھی۔[۱۵] اس میں نبی ﷺ کے علم اور قدرت کے ہر پہلو پر تحقیقی بحث کی ہے۔قرآنی آیات احادیث اور متقدمین کی کتب سے حضور ﷺ کے علم غیب اور آپ ﷺ کے تصرفات کو ثابت کیا ہے۔اس کتاب کا اسلوب مناظرانہ نہیں بلکہ محققانہ ہے۔یہ کتاب ۲۱۸ صفحات پر مشتمل ہے اور جنوری ۲۰۰۶ میں طبع ہوئی۔

علامہ سعیدی نے اپنی دینی، علمی اور تحقیقی کتب کی تصنیف کے ذریعے امت محمدیہ کے اعمال وعقائد کی اصلاح کے لئے موثر کوشش کی ہے۔علامہ صاحب کی تمام تصنیفات قابل قدر ہیں۔آپ نے جس موضوع پر بھی قلم اٹھایا اس کا حق ادا کر دیا۔آپ کی تصنیفات کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ کا مطالعہ بہت وسیع ہے۔آپ جب کسی مسئلہ پر تحقیق کرتے ہیں تو اس کے ہر مخفی گوشہ پر بحث کرتے ہیں اور مستند دلائل سے اسکے بارے میں رائے دیتے ہیں۔آپ کی کتب انتہائی علمی مباحث پر مشتمل ہونے کے باوجود عام فہم اور سہل ہیں۔آپ کی ہمیشہ یہ کوشش ہوتی ہے کہ مسائل کا آسان ترین حل پیش کیا جائے تاکہ لوگوں کو دین پر عمل کرنا آسان ہو۔آپ کی کتب کے مطالعہ سے قاری متقدمین ائمہ کے اقوال سے باخبر ہونے کے ساتھ ساتھ دور جدید کے محققین کی تحقیقات سے بھی باخبر ہوتا ہے۔آپ نے اپنی کتب میں عصری مسائل پر مدلل بحث کی ہے۔آپ نے اپنی تمام کتب میں تمام معلومات کا حوالہ دیا ہے۔اس وجہ سے محقق کے لئے آپ کی کتب میں بہت مواد موجود ہے۔

حوالہ جات

۱۔ ابن ماجہ،محمد بن یزید،امام،سنن ابن ماجہ،بیروت: دارالفکر،۱۴۱۵ھ،کتاب :**المقدمة**،باب،**فضل العلماء والحث علی طلب العلم**،رقم الحدیث:۲۲۹

۲۔ محمد ناصر خان چشتی،حیات سعید ملت،ص:۲۶۔۲۵

۳۔ ایضاً،ص۳۲۔۳۱

۴۔ الفاطر:۴

۵۔ صفی الرحمٰن مبارکپوری،مولانا،الرحیق المختوم،لاہور:المکتبہ السلفیہ،س۔ن،ص: ۲۳۷

۶۔ انٹرویو،علامہ غلام رسول سعیدی (جنید جمشید)،جیو نیوز،۵ستمبر ۲۰۱۰ء،حی علی الفلاح

۷۔ محمد اسماعیل قادری نورانی،مولانا،حقائق شرح صحیح مسلم ودقائق تبیان القرآن،لاہور: فرید بک سٹال،۲۰۰۴ء،ص۴۴

۸۔ غلام رسول سعیدی،علامہ،شرح صحیح مسلم،ج۲ص۲۸

۹۔ انٹرویو،علامہ غلام رسول سعیدی (جنید جمشید)،جیو نیوز،۵ستمبر ۲۰۱۰ء،حی علی الفلاح

۱۰۔ غلام رسول سعیدی،علامہ،تبیان القرآن،لاہور: فرید بک سٹال،۲۰۰۹ء، ج:۱ص:۳۷۸۔۳۷۴

۱۱۔ محمد ناصر خان چشتی،حیات سعید ملت،ص:۶۶

۱۲۔ غلام رسول سعیدی،علامہ،حیات استاذ العلما،لاہور: دارالاسلام،۲۰۱۱ء،ص:۴۔۳

۱۳۔ غلام رسول سعیدی،علامہ،تذکرۃ المحدثین،کراچی: ضیاالقرآن پبلی کیشنز،۲۰۱۳ء،ص:۲۰

۱۴۔ غلام رسول سعیدی،علامہ،لاہور: توضیح البیان،فرید بک سٹال،۲۰۰۶ء،ص:۳۰

۱۵۔ غلام رسول سعیدی،علامہ،مقام ولایت ونبوت،لاہور: فرید بک سٹال،۲۰۰۶ء،ص:۱۰

باب دوم

نعمۃ الباری کا تعارف

فصل اول:

نعمۃ الباری کا سیاسی، مذہبی اور سماجی پس منظر

سیاسی حالات:

پاکستان جب وجود میں آیا اس وقت اس کی کوئی سینٹرل گورنمنٹ نہ تھی۔ پاکستان کے قائدین کا پہلا ہدف ایک قابل اور اچھی انتظامیہ کا قیام تھا۔ قائداعظم ملک کے پہلے گورنر جنرل اور آئین ساز اسمبلی کے صدر منتخب ہوئے۔ قائداعظم کا گورنر جنرل کا عہدہ دوسری ریاستوں میں ان کے ہم عہدہ لوگوں سے بہت مختلف تھا۔ لوگ انہیں اپنے باپ کے طور پر دیکھتے تھے نہ کہ چیف ایگزیکٹو کے طور پر۔ پہلی کابینہ کے ارکان قائداعظم کے ذاتی طور پر مقرر کردہ تھے۔ آپ نے پہلے کابینہ اجلاس کی صدارت کی اور پالیسیاں وضع کیں۔ قائداعظم بہت واضح ذہن کے مالک تھے۔ آپ ایک آئین ساز تھے جنہوں نے آئین پر ایمان اور اتفاق کی حد کے اندر ایک قابل ذکر سوچ پیدا کی۔ سیاست کے اندر آپ کا کردار مکمل طور پر انفرادی تھا۔ سیاست میں آپ کی دیانت داری مشہور تھی۔ B.R.Ambedkar نے آپ کو غیر تقسیم شدہ ہندوستان کا سب سے زیادہ کرپٹ نہ کیا جا سکنے والا سیاستدان قرار دیا۔ آپ کے زیر قیادت پاکستان اقوام متحدہ اور اہم ممالک کے ساتھ سفارتی تعلقات میں داخل ہوا۔[۱]

قیام پاکستان کے بعد بدقسمتی سے قائداعظم تقریباً ایک سال ہی زندہ رہ سکے۔ ان کی وفات کے بعد اس نوزائیدہ مملکت کے حالات بدلنے لگے، سیاسی اعتبار سے اس قدر بگاڑ پیدا ہوا اور ملکی حالات اتنے خراب ہو گئے کہ قائداعظم کی وفات کے دس سال بعد ۱۹۵۸ء میں پاکستانی فوج نے ملک پر قبضہ کر لیا اور مارشل لاء نافذ کر دیا۔ یہ پہلا مارشل لاء میجر جنرل ایوب خان نے نافذ کیا، اس عمل نے سیاسی اعتبار سے پاکستانیوں کو تقریباً بیس سال پیچھے دھکیل دیا۔ فوجی انقلاب سے پہلے پاکستانی سیاست کا معیار اس قدر پست اور قابل نفرت صورت اختیار کر چکا تھا کہ اس انقلاب کو لوگوں نے غنیمت جانا اور اس تبدیلی کا خندہ پیشانی سے استقبال کیا، لوگوں کی اس انقلاب سے بہت سی امیدیں وابستہ ہو گئیں لیکن جلد ہی ان کی غلط فہمی دور ہو گئی۔ اس دور میں پاکستان کا پہلا دستوری آئین نافذ ہوا، اس دور میں بہت سی اصلاحات نافذ کی گئیں مگر چند کے علاوہ باقی سب ناکام ہو گئیں۔[۲]

۲۵ مارچ ۱۹۶۹ء کو صدر پاکستان جنرل ایوب خان اقتدار سے الگ ہو گئے اور ملک کی سربراہی جنرل یحییٰ خان کے سپرد کر دی۔ یحییٰ خان نے بطور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر اپنا عہدہ سنبھالا اور ملک میں مارشل لاء نافذ کر کے قومی اور صوبائی اسمبلیاں توڑ دیں اور ۱۹۶۲ء کا آئین منسوخ کر دیا۔ ۱۹۷۰ء میں قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے عام انتخابات کرائے گئے۔ قیام پاکستان کے بعد پہلی بار ملک بھر میں ایک آدمی ایک ووٹ کی بنیاد پر انتخابات منعقد ہوئے۔ ان انتخابات میں چوبیس

سیاسی جماعتوں نے حصہ لیا۔مشرقی پاکستان میں عوامی لیگ نے بھاری اکثریت حاصل کی اور مغربی پاکستان میں پنجاب اور سندھ میں پیپلز پارٹی نے اکثریت حاصل کی اقتدار کے مسئلہ پر ان دو سیاسی جماعتوں میں تنازعات شروع ہو گئے، ۱۹۷۱ء میں عوامی لیگ نے سول نافرمانی کی تحریک چلائی، جس کے نتیجے میں شر پسندوں کے خلاف فوجی کاروائی کی گئی، یحییٰ خان نے ملک میں ایک بار پھر مارشل لاء نافذ کر دیا، تمام سیاسی سرگرمیوں پر پابندی عائد کر دی گئی اور اخبارات پر سنسر لگا دیا گیا۔نومبر ۱۹۷۱ء میں بھارت نے مشرقی پاکستان پر حملہ کر دیا۔

مشرقی پاکستان میں فوجی کاروائی کے شروع ہوتے ہی مغربی پاکستان میں پیپلز پارٹی نے حکومت سے مطالبہ شروع کر دیا کہ مغربی پاکستان میں اقتدار اس کے نمائندوں کے حوالے کر دیا جائے، مشرقی پاکستان میں پاکستانی فوج کی شکست کے بعد جنرل یحییٰ نے اقتدار مسٹر بھٹو کے حوالے کر دیا۔اقتدار سنبھالنے کے فوراً بعد بھٹو نے اپنی کابینہ کا اعلان کر دیا۔اس دور حکومت میں ملک کے بڑے صنعتی اداروں کو قومی ملکیت میں لے لیا گیا، نئی لیبر پالیسی کا اعلان کیا گیا اس دور میں ۱۹۷۳ء میں تمام سیاسی پارٹیوں کے تعاون سے نیا آئین پاس ہو کر نافذ ہوا۔[۳]

۱۹۷۷ء میں ملک میں عام انتخابات کرائے گئے، پیپلز پارٹی کا مقابلہ کرنے کے لئے سیاسی جماعتوں نے آپس میں اتحاد کر لیا، اس اتحاد کو قومی متحدہ محاذ کا نام دیا گیا۔اس متحدہ محاذ کے باوجود پیپلز پارٹی نے اکثریت حاصل کی جس کی وجہ سے حکومت پر سخت دھاندلیوں کے الزامات لگائے گئے اور حکومت کے خلاف زبردست تحریک چلائی گئی ملک میں خانہ جنگی کی کیفیت پیدا ہو گئی، بھٹو اور حزب اختلاف میں دوبارہ انتخابات کرانے کے لئے اور سیاسی بحران کو ختم کرنے کے لئے مسلم ممالک کی حکومتوں نے مذاکرات کرائے ابھی یہ مذاکرات جاری تھے کہ ملک میں تیسرا مارشل لاء نافذ ہو گیا۔

۵ جولائی ۱۹۷۷ء کو جنرل ضیاء نے تیسرا مارشل لاء نافذ کر دیا، ۹۰ دن کے اندر اندر نئے انتخابات کا وعدہ کیا گیا لیکن بعد میں اسے غیر معینہ مدت کے لئے ملتوی کر دیا گیا اس دور میں بھٹو پر قتل کیس میں مقدمہ چلایا گیا اور ان کو پھانسی دے دی گئی۔۱۹۷۹ میں لوکل باڈیز الیکشن کروائے گئے، دسمبر ۱۹۸۴ء میں ریفرنڈم کے نتیجے میں ضیاالحق ۵ سال کے لیے صدر منتخب ہوئے۔۱۹۸۵ء میں غیر جماعتی بنیادوں پر الیکشن کروائے گئے ان میں عوام نے بہت جوش وخروش سے حصہ لیا، اور محمد خان جونیجو وزیراعظم منتخب ہوئے۔[۴]

۱۹۸۸ میں جنرل ضیاء کے فضائی حادثے کے بعد جناب غلام اسحاق خان نے ملک کے صدر کی حیثیت سے حلف اٹھایا، سیاسی پارٹیوں کی بنیاد پر انتخابات کرائے گئے جس کے نتیجے میں بے نظیر نے اکثریت حاصل کی اور حکومت بنائی۔ ۱۹۸۵ء سے لے کر ۱۹۹۹ء تک سیاسی جمہوریت بحال رہی لیکن اس دوران کوئی بھی حکومت اپنی معیاد پوری نہ کر سکی۔ ۱۹۸۵ء تا ۱۹۸۸ء جونیجو خان کی حکومت رہی، دو دفعہ ۱۹۸۸ء تا ۱۹۹۰ء اور ۱۹۹۳ء تا ۱۹۹۶ء میں بینظیر کی حکومت رہی، اور دو ہی دفعہ ۱۹۹۰ء تا ۱۹۹۳ء اور ۱۹۹۷ تا ۱۹۹۹ نواز شریف کی حکومت رہی۔

۱۹۹۹ء میں ایک دفعہ پھر حکومت اور اقتدار فوج کے ہاتھوں میں آ گیا۔جنرل مشرف نے نواز حکومت کا خاتمہ کر دیا۔

جنرل مشرف نے مارشل لاء نہیں لگایا بلکہ چیف ایگزیکٹو کا عہدہ سنبھالا، سیاسی اور صحافتی آزادی کو اسی طرح برقرار رکھا۔ اپریل ۲۰۰۲ء میں ریفرنڈم کے نتیجے میں جنرل مشرف نے آرمی چیف کے عہدہ کے ساتھ صدر پاکستان کا عہدہ سنبھالا آئین کی بحالی کے ساتھ تین صوبوں میں مسلم لیگ ق نے حکومت بنائی۔

پاکستان کا سیاسی کلچر بدعنوانیوں سے لبریز ہے۔ارکان پارلیمنٹ اپنے ذاتی مفادات کے لئے ایک پارٹی سے دوسری پارٹی میں چلے جاتے ہیں اور جس منشور اور نعرے پر انہوں نے عوام سے ووٹ لئے ہوتے ہیں اس کو چھوڑ کر نئے منشور اور نعرے کے علم بردار بن جاتے ہیں۔الیکشن لڑنا ایک تجارت بن چکا ہے۔مروجہ طریقوں سے انتخاب لڑنے پر پندرہ بیس لاکھ سے لے کر دوڈھائی کروڑ روپے خرچ آتا ہے۔جو امیدوار اتنے پیسے لگا کر اسمبلی میں آتا ہے وہ اپنا حق سمجھتا ہے کہ وہ اس پیسے کو منافع کے ساتھ واپس لے۔اراکین پارلیمنٹ قانون سازی کی طرف بہت کم توجہ دیتے ہیں ان کا سارا وقت اپنے لئے مراعات جمع کرنے اور اپنے حلقے کے امراء کے لئے ناجائز سفارش کروانے میں گزرتا ہے۔ترقیاتی فنڈز اور ٹھیکے اپنے کارکنوں کو دیئے جاتے ہیں۔عوامی انداز سے جائزہ لیا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ بدعنوانیوں کا یہ سلسلہ اس قدر بڑھ گیا ہے کہ اب یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ سیاست کا ہی ایک لازمی جزو ہے۔فی الوقت مالی اعتبار سے کسی متوسط تعلیم یافتہ شخص کے لئے انتخاب میں حصہ لینا ناممکن ہو گیا ہے۔ارکان کی دوتہائی اکثریت جاگیردار طبقے سے تعلق رکھتی ہے۔ان جاگیرداروں نے اب آسان اور منافع بخش صنعتوں پر بھی قبضہ کر لیا ہے۔ہمارے ہاں آزاد ممبر بھی بڑی تعداد میں پائے جاتے ہیں ایک جمہوری ملک میں آزاد ممبر کا کوئی عقلی جواز نہیں۔آزاد ممبر ہونے کا مطلب ہے کہ اس شخص کی اپنی کوئی پالیسی نہیں یہ قابل فروخت شے ہے۔ہماری جمہوریت میں انتخابی دھاندلیاں معمول ہیں۔ووٹوں کی خرید وفروخت کھلے عام ہوتی ہے۔ممبروں کا ذاتی کردار انتہائی مشتبہ ہوتا ہے۔ہمارے ہاں سیاست ایک کاروبار بھی ہے اور بیماری بھی۔انتخابات کے بعد بھی جلسے جلوسوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔قوم کے اعصاب ہمیشہ انتخابی بخار کی گرفت میں ہوتے ہیں۔گھروں اور دکانوں پر جگہ جگہ سیاسی پارٹیوں کے پرچم لہراتے نظر آتے ہیں حالانکہ فلاحی جمہوریتوں میں کہیں بھی ایسا نہیں ہوتا،کسی گھر دکان پر سیاسی پرچم نظر نہیں آتا،ساری سیاست پریس کانفرس،انٹرویوز اور پارٹی اجلاسوں کی شکل میں ہوتی ہے۔حزب اختلاف اور حزب اقتدار دونوں کو بحث ومباحثے کے یکساں مواقع ملتے ہیں،جن کی وجہ سے محاذ آرائی کی کیفیت رونما نہیں ہوتی۔ہمارے ہاں سیاسی پارٹیاں مضبوط بنیادوں پر استوار نہیں ہیں۔ان میں غیر نظریاتی بنیادوں پر اتحاد بنتے اور بگڑتے ہیں اور یہ پارٹیاں کسی کے سامنے جواب دہ نہیں ہیں۔حلقہ بندیوں کی بنیاد پر بننے والا موجودہ پاکستانی سیاسی نظام سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کے مفادات کو مکمل طور پر پورا کر رہا ہے۔موجودہ سیاسی نظام میں سیاسی پارٹیاں جب موجودہ طرز انتخاب میں حصہ لیتی ہیں تو اپنے تمام وسائل ملا کر محض پندرہ فیصد نشستوں پر ہی حصہ لے سکتی ہیں۔چنانچہ ان کی پارلیمانی حیثیت کبھی بھی ایک پریشر گروپ سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔جب یہ چھوٹی سیاسی جماعتوں کے افراد پارلیمنٹ میں جاتے ہیں تو پھر ان کے سامنے اپنے ووٹروں کو خوش کرنے اور آئندہ بھی انتخاب جیتنے کا سوال بڑی اہمیت اختیار کر لیتا ہے۔کیونکہ ان کی زندگی میں

یہ چند سیاسی سیٹیں ہی بہت اہمیت کی حامل ہوتی ہیں۔ یہ تمام چھوٹی پارٹیاں مراعات یافتہ طبقے کی آلہ کار بن جاتی ہیں۔اور بدعنوانیوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔موجودہ پاکستانی نظام عوام کے مفادات کے خلاف ایک سازش ،فلاحی مملکت کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ اور مکمل طور پر غیر اسلامی ہے۔۵؎

علامہ سعیدی نے بھی اس شرح میں موجودہ طریق انتخاب کی ایک خامی کو بیان کیا ہے۔آپ لکھتے ہیں کہ:

> ''موجودہ طریق انتخاب میں یہ ہوتا ہے کہ ایک شخص مرد یا عورت اپنے آپ کو قومی یا صوبائی اسمبلی کی نشست کے لیے امیدوار قرار دیتا ہے اور پھر اس منصب کے لیے کنویسنگ کرتا ہے اور اپنی صلاحیت اور قابلیت کی بنیاد پر عوام سے اپنی تقرری کے لیے ووٹ مانگتا ہے، حالانکہ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہم اس شخص کو ہرگز حاکم نہیں بنائیں گے جو اس کا سوال کرتا ہے''۔لہٰذا جو شخص از خود کسی منصب کا مطالبہ کرے اس کو اس منصب پر فائز کرنا شرعاً جائز نہیں ہے۔''٦؎

مذہبی حالات:

پاکستان میں جگہ جگہ سکول، کالج اور مدرسے ہیں، روز بروز ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے،حکومت کی طرف سے مفت تعلیم کا بندوبست ہے،لوگوں کے شعور اور آگہی میں اضافہ ہو رہا ہے لیکن اس کے باوجود ہمیں معاشرہ میں اسلامی روایات اور نظریات کی جگہ الحادی نظریات نظر آتے ہیں۔معاشرہ پر عمومی نظر ڈالنے پر یہ معاشرہ کسی صورت میں بھی اسلامی معاشرہ دکھائی نہیں دیتا،اس کی بنیادی وجہ ہمارا نظام تعلیم ہے۔پاکستان کے نظام تعلیم میں ثنویت ہے،ایک طرف مدارس دین کی خدمت کرتے ہوئے صرف دینی تعلیم پر اکتفاء کئے ہوئے ہیں، دوسری طرف سکول اور کالج ہیں جو صرف دنیاوی تعلیم پر اکتفاء کئے ہوئے ہیں،جس کے نتیجے میں مدرسے سے نکلنے والے طالب علم اور کالج سے نکلنے والے طالب علم میں نمایاں فرق ہے اور یہ دونوں ایک دوسرے کے برعکس ہیں،جب کہ حقیقی اسلامی معاشرہ کا تقاضا اس تضاد کو ختم کرنے سے پورا ہوتا ہے۔

ہمارا سرکاری نظام تعلیم عملی طور پر سیکولر بلکہ ناکارہ ہو کر رہ گیا ہے۔یہاں دینی ماحول اور دین سکھانے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے،اس لئے اس قوم کی نئی نسل کو مسلمان رکھنا اب ایک مستقل مسئلہ بن گیا ہے، ورنہ ہمارا میڈیا،سرکاری سکولوں اور تعلیمی اداروں کا ماحول نہ صرف یہ کہ سچے پکے مسلمان تیار نہیں کر رہا بلکہ اس نے ان کے ایمان کو خطرے میں ڈال دیا ہے۔۷؎

مسلمان مغربی فکر و تہذیب سے اس قدر مرعوب ہو چکے ہیں کہ دنیا میں ترقی اور کامیابی کا واحد ذریعہ یہی سمجھتے ہیں کہ بچوں کو مغربی طرز کی تعلیم دلوائیں،سکولوں اور کالجوں میں پڑھایا جانے والا نصاب مکمل طور پر غیر اسلامی ہے،اس سے غلام

ذہن افراد پیدا ہوتے ہیں نہ کہ مسلم سوسائٹی کے آئیڈیلز اور ایسے افراد جو قرآن کا مطلوب ہیں۔ ہمارا نصاب اس قدر غیر اسلامی ہے کہ اس میں قرآن کریم کی تعلیم اور ترجمہ کو جگہ نہ مل سکی۔

قرآن کریم کی تعلیم اور ترجمہ کو نصاب میں شامل کرنے کی پہلی کوشش ۱۹۸۸ء میں کی گئی۔ جنرل ضیاالحق کے صدارتی حکم نامے پر ایسا قرآن کریم کا ترجمہ جس پر چاروں مسالک کے علماء متفق ہو شامل نصاب کیا جائے۔ جماعت ششم سے بی اے تک کی تعلیم حاصل کرنے والے ہر طالب علم کو تیس پارے لازمی طور پر مکمل نصاب کے ساتھ پڑھائے جانے مقصود تھے۔ ۱۹۸۸ء میں اس سکیم کو تیار کیا گیا، اس کام میں بہت سی رکاوٹیں کھڑی کی گئیں جس کے باعث یہ کام تعطل کا شکار ہو گیا، ۱۷ اگست ۱۹۸۸ء کو جنرل ضیاء الحق کی شہادت کے بعد اس سکیم کی فائل کو اگلی حکومت کے انتظار میں چھوڑ دیا گیا، اگلی حکومت یعنی پیپلز پارٹی کے دور میں اس فائل پر چند غیر ضروری اعتراضات لگا کر فائل کو سرد خانے میں ڈلوا دیا گیا، ۱۹۹۰ء میں نواز شریف نے اقتدار سنبھالا تو ان کا منشور شریعت بل کا نفاذ تھا، استعماری قوتوں کے دباؤ کی وجہ سے یہ التواء کا شکار ہو گیا، ۱۹۹۷ء میں دوبارہ مسلم لیگ کی حکومت کے دور میں جنرل ضیاء کی اسکیم کو نافذ کرنے کا اعلان کیا گیا مگر بدقسمتی سے ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۹ء کو اس حکومت کے زوال کے بعد محترمہ زبیدہ جلال نے وفاقی وزارت تعلیم کا چارج سنبھالتے ہی اس آٹھویں تعلیمی پالیسی جس میں قرآن کو ترجمہ کے ساتھ پڑھایا جانا تھا رول بیک کر دیا۔ ۱۹۹۹ء سے ۲۰۰۸ء کے دور میں ہماری حکومت نے مغربی قوتوں کے اشارے پر اپنے نظام تعلیم کو مغربی نظریات کے مطابق ڈھالنے کے لیے بہت سے اقدامات کئے جس کا نتیجہ نئی نسل کی بے راہ روی اور اسلامی اقدار اور نظریات سے دوری کی صورت میں سامنے آیا۔[۸]

پاکستان میں اکثریت سکول اور کالجوں میں پڑھتی ہے، یہاں پڑھائے جانے والے نصاب پر ایک نظر ڈالنے سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ اس معاشرہ میں دینی روح کس قدر کارفرما ہے۔

پاکستان میں فرقہ واریت ایک عفریت کی شکل اختیار کر چکی ہے، پاکستان اس وقت فرقہ واریت کا گڑھ بن چکا ہے، ہر مسجد الگ فرقے کی علمبردار ہے، ہر فرقہ صرف اپنی مسجد میں نماز پڑھتا ہے، ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگائے جاتے ہیں۔

پاکستان میں فرقہ واریت کے اسباب کی پہلی وجہ معاشی مسئلہ ہے، ہر سال مدارس سے فارغ التحصیل ہزاروں طلباء کے سامنے پہلا مسئلہ روزگار کا ہوتا ہے، اور ہمارے ان نوجوانوں کو سوائے مسجد کی امامت، خطابت اور فرقہ واریت کی بنیاد پر ایک جتھہ بنانے کے اور کوئی کام نہیں آتا لہذا وہ خود روزگاری کا طریقہ کام میں لاتے ہوئے، کسی بستی میں جہاں قریب کوئی مسجد نہ ہو یا ان کے نظریے کے برعکس ہو ایک نئی مسجد کی بنیاد ڈال دیتے ہیں اور لوگ کار ثواب کی خاطر ان کی بھرپور مدد کرتے ہیں اس پہلو سے عوامی سطح پر فرقہ واریت پیٹ کا مسئلہ ہے۔ فرقہ واریت کی دوسری وجہ سیاست ہے اگر ہم اپنی حلقوں کی بلند ترین سطح پر نظر کریں تو فرقہ بندی اور مذہبی بنیادوں پر گروہ بندی کی بنیادی وجہ سیاست ہے۔ دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث اور شیعہ مکتب فکر کے متعدد سیاسی گروہ اور سیاسی پارٹیاں اس کا بین ثبوت ہیں۔ فرقہ واریت کی ایک وجہ

نمایاں ہونے کا اور مختلف نظر آنے کا جذبہ ہے، اسی جذبہ کے تحت کئی لوگ نکتہ آفرینی، منطقی موشگافیاں اور لفاظی کرتے نظر آئیں گے۔ اس لحاظ سے فرقہ واریت ایک سماجی مرض بھی ہے۔ فرقہ واریت کی تمام وجوہات غیر اسلامی ہیں ان کی کوئی دینی بنیاد نہیں ہے۔ تاریخی طور پر ہندو پاکستان کے دینی مدارس فرقہ واریت کے علمبردار رہے ہیں ان مدارس کے مختلف الرائے ہونے کی کوئی علمی وجہ بھی ہوسکتی ہے لیکن بنیادی وجہ معاشی، سیاسی اور سماجی ہے۔9

فرقہ واریت کی ان تمام اندرونی وجوہات کے ساتھ سب سے بڑی وجہ اسلام دشمن عناصر ہیں، جو اس مسئلہ کی آڑ میں اپنے مقاصد پورے کرنے کے لیے اس کو مزید ہوا دیتے ہیں۔

علامہ سعیدی کا علم دین کی طرف رغبت کا سبب بھی یہی فرقہ واریت اور علماء کی متضاد تقاریر تھیں جن کی وجہ سے آپ کے ذہن میں یہ کشمکش تھی کہ حقیقت کیا ہے اسی کشمکش کو دور کرنے کے لئے آپ نے دینی تعلیم حاصل کی۔ آپ کی تمام تصانیف خصوصاً نعمۃ الباری میں یہی سوچ کارفرما نظر آتی ہے، مختلف فیہ مسائل میں تمام مذاہب پر تحقیق اس کا بین ثبوت ہے۔

سماجی حالات:

پاکستان ایک ترقی پذیر ملک ہے، اسے ناخواندگی، آبادی کی بلند شرح، بے روزگاری، تعلیم اور صحت کی سہولیات کا فقدان، منشیات کا استعمال، قانون شکنی، جیسے معاشرتی مسائل کا سامنا ہے۔

پاکستانی معاشرہ میں سماجی ناانصافی واضح طور پر نظر آتی ہے۔ دولت کی تقسیم ہو یا حقوق کی فراہمی، معاشرہ دو بالکل متضاد گروہوں میں منقسم ہے ایک طرف ملک میں کاریں، کوٹھیاں، بڑے بڑے شاپنگ مال نظر آتے ہیں تو دوسری طرف غربت کے دل سوز مناظر دیکھنے کو ملتے ہیں، ایک طرف تو امراء کے طبقہ کو تمام مراعات حاصل ہیں اور دوسری طرف غریب طبقہ اپنے حقوق اور انصاف کی فراہمی سے محروم ہے، اسی طرح امیر طبقہ کے گھر چولہا بھی چلتا ہے اور بلب بھی جب کہ دوسرا طبقہ اکثر و بیشتر اس سے محروم رہتا ہے۔ تعلیم میں بھی طبقات بن گئے ہیں جس کی مثال پرائیویٹ سکول اور گورنمنٹ سکول ہیں۔ بے روزگاری کی وجہ سے ڈاکے لوٹ مار اور خودکشی کے رجحان میں اضافہ ہو رہا ہے۔

آئی ٹی کی ترقی کی وجہ سے پاکستانی معاشرہ میں انٹرنیٹ کا استعمال تیزی سے بڑھتا جا رہا ہے۔ انٹرنیٹ دنیا بھر کی معلومات و اطلاعات کا ایک وسیع سمندر ہے، لاکھوں ویب سائٹس ہر اہم موضوع پر معلومات فراہم کرتی ہیں۔ ہمارے معاشرے میں کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کے ذریعے علمی استفادہ کا رجحان کم ہے، یہ تفریح کا ایک ذریعہ بن گیا ہے، محققین بالخصوص طالب علموں نے اسے اپنی اسائنمنٹس اور تحقیقی کام کے لئے ایک آسان اور شارٹ کٹ کے طور پر استعمال کرنا شروع کر دیا ہے جس کی وجہ سے کتب کے مطالعہ کے رجحان میں نمایاں کمی واقع ہوئی ہے۔ انٹرنیٹ کے آزادانہ استعمال کا سب سے نقصان دہ پہلو یہ ہے کہ نوعمر اور نابالغ بچے ممنوعہ ویب سائٹس تک آسانی سے رسائی حاصل کر لیتے ہیں جس کی وجہ سے وہ اپنی معصومیت سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں اسی طرح جگہ جگہ قائم انٹرنیٹ کیفے میں ۷۰ فیصد افراد بیس سال سے کم عمر کے لوگ

ہوتے ہیں، ان میں ۸۰ فیصد نوجوان مختلف ذرائع سے عریاں اور مخرب اخلاق تصاویر اور فلمیں دیکھنے پر یقین رکھتے ہیں۔اسی طرح کمپیوٹر عام ہونے کی وجہ سے ایک نیا سی ڈی کلچر وجود میں آ گیا ہے جس کی وجہ سے آڈیو اور ویڈیو سی ڈی کے ذریعے گانے سننے اور فلمیں دیکھنے کے رجحان میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔[۱۰]

ٹیکنالوجی کی اس ترقی نے کھیل کے میدان خالی کر دیے ہیں جس کی وجہ سے معاشرے میں صحت مندانہ تفریح کا رجحان تقریباً ختم ہو گیا ہے،اس تبدیلی نے افراد معاشرہ کی ذہنی صحت اور جسمانی صحت کو بری طرح متاثر کیا ہے۔

پاکستانی معاشرہ میں بے راہ روی اور زنا کے واقعات میں آئے دن اضافہ ہو رہا ہے، طالب علموں میں ناچ گانے اور شراب کا کلچر فروغ پا رہا ہے،اس کا سبب انٹرنیٹ اور کمپیوٹر کے ساتھ ساتھ میڈیا کی ترقی کے نتیجہ میں وجود آنے والی کیبل نیٹ ورک کا ہے،اگرچہ اس کے کچھ مثبت پہلو بھی ہیں لیکن اس کے منفی پہلوں نے پاکستانی معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے۔اس فحاشی اور بے راہ روی کا لازمی نتیجہ عذاب الٰہی کی صورت میں سامنے آتا ہے، یہی وجہ ہے کہ پاکستان اکثر و بیشتر آسمانی آفات مثلاً بارشوں کا نہ ہونا یا بے موسم ہونا،سیلاب اور زلزلوں میں گھرا رہتا ہے۔اس کی ایک مثال ۱۸ اکتوبر ۲۰۰۵ءکو کشمیر میں آنے والے تباہ کن زلزلہ کی ہے اس کا ذکر علامہ سعیدی نے نعمۃ الباری میں بھی کیا ہے دیکھیے جلد۴ ،صفحہ نمبر ۱۷۶۔

پاکستان جو اسلام کے نام پر وجود میں آیا تھا اس میں اب تہذیبی اقدار اور اسلامی روایات دم توڑ رہی ہیں،اس کی وجہ ماڈرن اور جدید کہلانے کے لیے غیر ملکی اقدار، اور تہذیب سے مرعوبیت اور ان کو اپنانا ہے۔یہ ایک فطری بات ہے کہ جو ملک اور قوم ترقی یافتہ ہو اس کی زبان اور اقدار کو اپنانا باعث عزت تصور کیا جاتا ہے لیکن پاکستانی معاشرہ میں اس امر نے ایک کمپلیکس کی صورت حال اختیار کر لی ہے،اس کا لازمی نتیجہ اپنی اقدار و روایات کو کمتر خیال کرتے ہوئے مغربی تہذیب کو اپنانے کی صورت میں سامنے آیا ہے۔

پاکستانی معاشرہ میں نشہ اور منشیات کے استعمال کے رجحان میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔اس کا سبب سگریٹ نوشی،غربت بے روزگاری،خراب ماحول، جہالت اور ناخواندگی،فحش ادب، گھریلو لڑائی جھگڑے،اور انسانی حقوق کا فقدان ہے۔منشیات کے حوالے سے برصغیر جنوبی ایشیا کی تاریخ بہت قدیم ہے۔روایتی منشیات کا استعمال اس خطے کے لوگ صدیوں سے کر رہے ہیں۔پاکستان میں جدید نشے کے رجحان کا آغاز انقلاب ایران سے شروع ہوا۔فروری ۱۹۷۹ء میں جب ایران میں اسلامی انقلاب آیا تو ہزاروں کی تعداد میں منشیات فروشوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا،ان حالات میں ان لوگوں نے پاکستان کو پرسکون علاقہ سمجھتے ہوئے یہاں منشیات کا اڈہ بنالیا۔دسمبر ۱۹۷۹ء میں جب روس کی فوج افغانستان میں داخل ہوئی تو بڑی تعداد میں افغان مہاجرین پاکستان میں داخل ہوئے۔ہیروئن کی تیاری کے مراکز قبائلی علاقہ جات تھے اس لیے یہ کام افغان مہاجرین کے لئے بڑا ہی سودمند تھا۔۱۹۷۸ء تک پاکستان میں ایک شخص بھی ہیروئین یا دیگر غیر روایتی منشیات کا استعمال نہیں کرتا تھا اور اب تقریباً ۵۰ لاکھ افراد اس مرض میں مبتلا ہو چکے ہیں جن میں سالانہ ۷ فیصد کی شرح سے اضافہ ہو رہا ہے۔[۱۱]

پاکستان میں امن وامان کی صورت حال بہت خراب ہے، دہشت گردی نے ملک کوانتہائی نازک موڑ پرلا کھڑا کیا ہے، اس کے نتیجے میں اب تک ہزاروں قیمتی جانیں ضائع ہوچکی ہیں اور ملکی معیشت کو جونقصان پہنچا ہے وہ الگ ہے۔ علامہ سعیدی نے اس شرح میں دوجگہ پر دہشت گردی کا ذکر کیا ہے دیکھیے جلدنمبر۲،ص۲۳۳اور جلدنمبر۱۵،صفحہ نمبر۵۹۴۔

کسی بھی معاشرہ میں صحافت کے شعبہ کو بہت اہمیت حاصل ہے یہ لوگوں کی ذہن سازی اوراخلاق وکردار پر براہ راست اثرانداز ہوتا ہے۔ معاشرہ میں انتشار، بدامنی یاامن وآشتی پیدا کرنے میں اس کا بہت بڑا کردار ہے، یہی وجہ ہے کہ صحافت کی آزادی اورترقی کے ساتھ ساتھ صحافتی اخلاقیات پر بہت زور دیا جاتا ہے۔ پاکستان میں بھی صحافت کی ترقی اور صحافتی اخلاقیات کے سلسلے میں بہت سے ضابطےاورقوانین مرتب کیے گئے پاکستان کی صحافت کی مختصر تاریخ یہ ہے۔

پاکستان کی صحافت دراصل قیام پاکستان سے قبل برصغیر کی مسلم صحافت کا ہی ایک حصہ ہے۔تحریک پاکستان کے دوران مسلم پریس نے شانداراور قابل فخر خدمات انجام دیں۔ پاکستان بننے کے بعد جوں جوں بیوروکریسی حکومت پر قابض ہوتی گئی پریس پرحکومت کا کنٹرول بڑھتا گیا۔ ہرحکومت نے پریس کوآزاد کرنے کے دعوے کئے مگر عملی طور پرصورت حال اس کے برعکس رہی، دورایوب میں پہلے مارشل لاء کے ضابطے اور بعد میں پریس اینڈ پبلی کیشن آرڈیننس جو پریس ایکٹ کی نئ صورت تھی اس نے اخبارات کی آزادی میں سخت روکاوٹیں پیدا کیں، یحیٰی خان کے دورحکومت میں ایک پابندی تو برقرار رکھی کہ مارشل لاء انتظامیہ پرکوئی نکتہ چینی نہیں کرسکتا لیکن اس کے علاوہ باقی تمام پابندیاں اٹھالیں گئیں، ۱۹۷۰کے انتخابات میں اخبار آزاد تھے چنانچہ انتخابی مہم کے دوران اشتعال انگیزی اور دشنام طرازی کا بازار بھی گرم رہا، ۱۹۷۱میں مشرقی پاکستان میں فوجی کاروائی کے وقت حکومت نے اخبارات پرکڑا سنسرشپ لگا رکھا تھا عوام کواصل حالات سے بےخبر رکھا گیا، بھٹو دور میں ۱۹۷۲کے نئے آئین کی دفعہ ۱۹میں پہلی بارآزادی صحافت کا باقاعدہ تذکرہ کیا گیا۔ جنرل ضیاء کے دور پہلے سے موجودقوانین اورضابطوں کے علاوہ مارشل لاء کے ضابطے نافذ کئے گئے ۔۱۹۸۸کی وفاقی نگران کابینہ کے وزیر اطلاعات ونشریات الٰہی بخش سومرو نے ۴ستمبر ۱۹۸۸کو پریس اینڈ پبلی کیشن آرڈیننس ۱۹۶۳ءکومنسوخ کردیااوراس کی جگہ نیا ترمیم شدہ پریس اینڈ پبلی کیشن آرڈیننس نافذ کردیا۔ ۱۹۸۸میں ملک میں عام انتخابات کے بعد جمہوریت بحال ہوگئی اور پریس کو بہت حدتک آزاد کردیا گیا۔۱۹۹۳ءمیں نگران وزیراعظم ملک معراج خالد نے ایک صدارتی آرڈیننس کے تحت آزادی اطلاعات کا قانون متعارف کرایا لیکن بعد میں آنے والی حکومت نے اسے حتمی شکل نہ دی ۔۲۰۰۰ء میں پرویز مشرف کے دور میں اسے نافذ کردیا گیا لیکن اس پرعمل درآمد نہ ہوسکا۔[۱۲]

پاکستان میں صحافت کی صورت حال اوراس کے نتیجے میں پیدا ہونے والےعوامی رویوں کے بارے میں ڈاکٹرشفیق جالندھری لکھتے ہیں:

''ہماری صحافت پر سیاست کا غلبہ ہے۔ سکینڈل بازی،جنس وجرائم کی خبروں کو اچھالنا اور سیاستدانوں کے پراپیگنڈہ،نعروں کوان کے بیانات کی سرخیوں میں

سجانا ہمارے اخبارات کے مرغوب مشاغل میں سے ہے۔سیاسی تنازعات اور
حصول اقتدار کے دنگل کی دھما کہ چوکڑی میں کسی کو ہوش نہیں جو اس حقیقت
پر سنجیدگی سے غور کرے کہ اخبارات کی طرف سے پیدا کردہ ذہنی وفکری فضا کے
افراد قوم کے کردار واخلاق اور حوصلوں پر کیا اثرات مرتب ہو رہے ہیں اور
پژمردگی کی اس فضا میں کس طرح وہ ذہنی الجھاؤ اور منفی سوچ کا شکار ہوکر ملکی تعمیر
کی بجائے تخریب میں مصروف ہیں۔کس طرح اس فضا نے قوم کی تعمیر وترقی کے
سلسلے میں ترجیحات کو بدل کر رکھ دیا ہے۔لوگ اپنے فرائض کو پہچاننے اور بہتری
اور اصلاح کی بجائے تصادم اور باہم الزام تراشی کے مشاغل میں مصروف
ہیں۔کس طرح منطقی وعلمی کی بجائے ہمارے مزاج محض جذباتی اور خودغرضانہ ہو
کر رہ گئے ہیں۔'' [۱۳]

اس تمام پس منظر پر نظر ڈالیں تو مغربی تہذیب کے اثرات جدید تعلیم اور ٹیکنالوجی کی بدولت نئے مسائل ،فرقہ واریت کے نتیجے میں علماء حضرات کی موشگافیاں اور نکتہ آفرینیوں نے یہ تاثر پیدا کردیا ہے کہ اسلام ایک انتہائی مشکل دین ہے اور دور جدید کے تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں ہے،جس کی وجہ سے نئی نسل اس سے دور ہوتی جارہی ہے۔نئی نسل کی دین سے بیگانگی کو دور کرنا اور دور جدید کے نئے تقاضوں کی اسلام سے ہم آہنگی پیدا کرنا نعمۃ الباری کے لکھنے کا پس منظر ہے۔

حوالہ جات

1- I.H QURESSHI,(2006),A SHORT HISTORY OF PAKISTAN, KARACHI:UNIVERSITY OF KARACHI, P: 885-236

۲۔ سردار محمد خان عزیز، سرگشت پاکستان، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۰ء، ص: ۱۴۷۔۱۴۳

۳۔ محمد عاصم بٹ، پاکستان سال بہ سال، مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۷ء، ص: ۵۷۰۔۶۲۴

۴۔ سید حسن محمود، مخدوم زادہ، میرا سیاسی سفر، لاہور: جنگ پبلیشرز، ۱۹۸۶ء، ۳۰۵۔۲۸۴

۵۔ محمد فاروق، ڈاکٹر، اکیسوی صدی اور پاکستان، لاہور: شرکت پرنٹنگ پریس، ۱۹۹۶ء ص: ۱۰۰۔۹۶

۶۔ غلام رسول سعیدی، علامہ، نعمۃ الباری، ج: ۱۵، ص: ۵۶۸

۷۔ محمد رفیع عثمانی، مفتی، مولانا، نئی نسل کے دین وایمان کی حفاظت کے لیے اسلامی سکول قائم کیے جائیں، مشمولہ: البرھان، (مدیر: ڈاکٹر محمد امین) لاہور: تحریک اصلاح تعلیم ٹرسٹ، ستمبر ۲۰۱۳ء، ص: ۱۱

۸۔ ایضاً، شاہ فرخ ثانی، سکولوں میں ترجمہ قرآن کی تعلیم، مشمولہ: البرھان، فروری ۲۰۱۳ء، ص: ۱۳۔۱۰

۹۔ ایضاً، ملک محمد حسین، پروفیسر، فرقہ واریت کی وجوہات اوران کا حل، مشمولہ: البرھان، ۱۴ اپریل ۲۰۱۴ء، ص: ۲۲۔۲۱

۱۰۔ احسن اختر ناز، ڈاکٹر، صحافتی اخلاقیات، لاہور: عظیم اکیڈمی، ۲۰۰۵ء، ص: ۱۶۲۔۱۶۰

۱۱۔ محمد اعظم چوہدری، ڈاکٹر، پاکستان ایک عمومی مطالعہ، کراچی: وفاق اردو یونیورسٹی، جنوری ۲۰۰۵ء، ص: ۲۸۲۔۲۸۳

۱۲۔ احسن اختر ناز، ڈاکٹر، صحافتی اخلاقیات، ص: ۱۰۳۔۱۰۰

۱۳۔ شفیق جالندھری، ڈاکٹر، صحافت اور ابلاغ، لاہور: اے ون پبلیشرز، ۲۰۰۸ء، ص: ۳۴۶۔۳۴۵

فصل دوم:

نعمۃ الباری کا منہج واسلوب

منہج یا مسلک، راستہ، طریقہ، مذہب اور اصول کو کہتے ہیں۔ انگریزی میں اس کے لیے Method کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اس سے مراد وہ اصول، طریقہ یا قواعد ہیں جس کو کوئی مصنف اپنے علمی کام کے دوران استعمال کرتا ہے یا ملحوظ خاطر رکھتا ہے۔ منہج کی دو اقسام ہیں: ۱۔ خارجی منہج ۲۔ داخلی منہج

ذیل میں ان دونوں اقسام کے تحت نعمۃ الباری کے منہج کا جائزہ لیا گیا ہے۔

نعمۃ الباری کا خارجی منہج:

خارجی منہج میں کتاب کا مجموعی اثر، اس کی ساخت، ظاہری خصائص اور خدوخال کے متعلق معلومات بیان کی جاتی ہیں۔ نعمۃ الباری کا خارجی منہج درج ذیل ہے۔

نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری ۱۶ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ پہلی سات جلدیں فرید بک سٹال لاہور کی طرف سے شائع کردہ ہیں جب کہ بقیہ نو جلدیں ضیا القرآن پبلی کیشنز کراچی سے ''نعم الباری'' کے نام سے شائع ہوئی ہیں۔ علامہ سعیدی نے ۱۸ جنوری ۲۰۰۶ء کو اس کے لکھنے کا آغاز کیا، اور اس شرح کی تکمیل یکم مئی ۲۰۱۴ کو ہوئی۔ اس کو لکھنے کے دوران علامہ سعیدی صحت کے بہت سے مسائل سے دوچار ہوئے لیکن آپ نے پھر بھی کام کو جاری رکھا۔ جلد نمبر ۸ لکھنے کے دوران آپ پر بیماری کا اس قدر غلبہ ہوا کہ صحت کی امید نہ رہی اس دوران مفتی اسماعیل نورانی نے آپ کے حکم سے اس کام کو جاری رکھا اور جلد نمبر ۸ میں سورۃ النور اور سورۃ الفرقان کی تفسیر لکھی جو تقریباً ۷۲ صفحات پر مشتمل ہے، لیکن یہ کام اللہ رب العزت کو آپ سے ہی کروانا مقصود تھا، آپ کی صحت بحال ہوئی اور آپ نے پھر سے لکھنے کا آغاز کیا۔

ہر جلد کے آغاز میں تقریباً ۵۰ صفحات پر مشتمل اس جلد کی فہرست ہوتی ہے، اس کے بعد ایک صفحہ پر مشتمل خطبۃ الکتاب ہے جو عربی اور اردو دونوں زبانوں میں ہے۔ کتاب کا مقدمہ تقریباً ۷۱ صفحات پر مشتمل ہے اس کا پہلا حصہ حدیث کی ضرورت، حجیت، تدوین حدیث، حدیث کی تعریف واقسام، تعریف حدیث کی انواع اور حدیث کی اصطلاحات کے مختصر تعارف پر مشتمل ہے۔ دوسرے حصہ میں امام بخاری کی سوانح تفصیل سے بیان کی گئی ہے، اس کے بعد صحیح بخاری کا تعارف کروایا گیا ہے جس میں سبب تالیف، تسمیہ، مقبولیت، اسلوب، شرائط، تعلیقات کے اسباب واقسام، مکررات، تقطیع، اختصار، تراجم ابواب، ''صحیح بخاری'' اور ''صحیح مسلم'' کا موازنہ، مسامحات بخاری سند، متن اور استنباط مسائل میں، صحیح بخاری کی شروح اور ان کا مختصر تعارف پیش کیا گیا ہے۔

ہر جلد کے آخر میں ماخذ ومراجع کی فہرست اور اس جلد کی ڈائری دی گئی ہے۔ اس ڈائری کی مدد سے یہ معلوم ہوتا ہے

کہ اس جلد کو لکھنے کا دورانیہ کیا تھا اور اس دوران آپ کے کام کی رفتار کیا رہی۔ آپ کا انداز اس ڈائری کو لکھنے میں یہ ہے۔

تقویم میلادی	تقویم ہجری	دن	ایک ماہ کے صفحات	کل صفحات	تعداد حدیث
۷ مارچ ۲۰۰۷ء	ابتداء کی گئی				
یکم اپریل ۲۰۰۷ء	۱۲، ربیع الاول ۱۴۲۸ھ	اتوار	۱۱۸	۱۱۸	۱۰۴۰

اسی ترتیب سے پوری جلد کی ڈائری ترتیب دی گئی ہے۔

نعمۃ الباری کی تمام جلدوں کے عنوانات درج ذیل ہیں۔

جلد نمبر	احادیث	صفحات	عنوانات
۱	۱ـ۳۴۸	۹۰۰	کتاب بداء الوحی، کتاب الایمان، کتاب العلم، کتاب الوضوء، کتاب الغسل، کتاب الحیض، کتاب التیمم
۲	۳۴۹ـ۹۴۱	۸۸۲	کتاب الصلوۃ، کتاب مواقیت الصلوۃ، کتاب الاذان، کتاب الجمعۃ
۳	۹۴۲ـ۱۶۰۶	۸۹۲	کتب الخوف، کتاب العیدین، کتاب الوتر، کتاب الاستسقاء، کتاب الکسوف، کتاب سجود القرآن، کتاب تقصیر الصلوۃ، کتاب التہجد، کتاب فضل الصلوۃ فی مسجد مکۃ و المدینہ، کتاب العمل فی الصلوۃ، کتاب السہو، کتاب الجنائز، کتاب الزکوۃ، کتاب الحج
۴	۱۶۰۷ـ۲۳۵۰	۹۵۴	کتاب الحج، کتاب العمرۃ، کتاب المحصر و جزاء الصید، کتاب جزا الصید، کتاب فضائل المدینہ، کتاب الصوم، کتاب التراویح، کتاب فضل لیلۃ القدر، کتاب الاعتکاف، کتاب البیوع، کتاب السلم، کتاب الشفعۃ، کتاب الاجارۃ، کتاب الحوالات، کتاب الکفالۃ، کتاب الوکالۃ، کتاب المزارعۃ
۵	۲۳۵۱ـ۳۰۹۰	۱۰۰۲	کتاب المساقاۃ، کتاب فی الاستقراض، کتاب الخصومات، کتاب فی اللقطۃ، کتاب المظالم والغصب، کتاب الشرکۃ، کتاب الرھن، کتاب العتق، کتاب المکاتب، کتاب الھبۃ وفضلھا والتحریض علیھا، کتاب الشہادات، کتاب الصلح، کتاب الشروط، کتاب الوصایا، کتاب الجہاد والسیر
۶	۳۰۹۱ـ۳۸۵۰	۱۰۱۴	کتاب الخمس، کتاب الجزیۃ والموادعۃ، کتاب بدء الخلق، کتاب احادیث الانبیاء، کتاب المناقب، کتاب فضائل الصحابۃ، کتاب مناقب الانصار
۷	۳۸۵۱ـ۴۶۲۶	۱۰۷۶	کتاب مناقب الانصار، کتاب المغازی، کتاب تفسیر القرآن

۸	۱۰۱۳۹۷۷۔۴۶۲۷	کتاب التفسیر (سورۃ الانعام تا سورۃ الناس)
۹	۹۰۵۵۲۷۲۔۴۹۷۸	کتاب فضائل القرآن، کتاب النکاح، کتاب الطلاق
۱۰	۸۹۵۳۵۰۔۵۲۷۳	کتاب الخلع، کتاب العدت
۱۱	۹۷۵۶۷۷۔۵۳۵۱	کتاب النفقات، کتاب الاطعمہ، کتاب العقیقہ، کتاب الذبائح والصید، کتاب الاضاحی کتاب الاشربہ، کتاب المرضیٰ،
۱۲	۹۰۳۲۲۶۔۵۶۷۸	کتاب الطب، کتاب اللباس، کتاب الادب
۱۳	۹۶۳ ۶۲۲۷۔۶۴۸۱	کتاب الاستئذان، کتاب الدعوات، کتاب الرقاق، (۱۲۵ ابواب)
۱۴	۹۹۰۶۷۷۱۔۶۴۸۲	کتاب الرقاق، کتاب الایمان والنذور، کتاب کفارات الایمان، کتاب الفرائض
۱۵	۱۰۸۱۲۷۱۳۶۔۶۷۷۲	کتاب الحدود، کتاب المحاربین من اھل الکفر والردۃ، کتاب الدیات، کتاب استتابۃ المرتدین والمعاندین وقتالھم، کتاب الاکراہ، کتاب الحیل، کتاب التعبیر، کتاب الفتن
۱۶	۱۰۴۹۵۶۳۔۷۱۳۷	کتاب الاحکام، کتاب التمنی، کتاب اخبار الاحاد، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، کتاب التوحید

نعمۃ الباری کا داخلی منہج:

داخلی منہج کا تعلق کتاب کے مواد سے ہوتا ہے۔ مصنف دوران تحریر کچھ طریقے، قواعد اور اصول اپناتا ہے جن کی وہ ابتدا سے آخر تک پیروی کرتا ہے مصنف کے یہ اصول وقواعد داخلی منہج کہلاتے ہیں۔

نعمۃ الباری کے داخلی منہج کو درج ذیل نکات سے سمجھا جاسکتا ہے۔

ا۔ کتاب کی تشریح

صحیح بخاری میں کتاب کے عنوان کے تحت ایک ہی جنس اور نوع کے مسائل پر مشتمل احادیث کو بیان کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر ''کتاب النفقات'' اس کے تحت نفقہ کے متعلق تمام مسائل پر احادیث کو یکجا کر دیا گیا ہے۔ علامہ سعیدی نے ہر عنوان کی مناسبت سے اس کی جامع تشریح کی ہے اور اس عنوان کے ہر پہلو پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ کتاب کی تشریح کرنے میں آپ کا منہج درج ذیل ہے۔

1۔ لغوی اور شرعی معنی کی وضاحت

علامہ سعیدی سب سے پہلے عنوان کا لغوی اور شرعی معنی بیان کرتے ہیں کیونکہ مطلب کی وضاحت کے بعد اس کے احکام شرائط اور دیگر مباحث کو سمجھنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔ الفاظ کے لغوی اور شرعی معنی کی وضاحت کے لئے آپ کتب لغت اور کتب شروح سے استفادہ کرتے ہیں۔ کہیں آپ صرف ایک مستند شرح سے وضاحت کر دیتے ہیں اور کہیں لفظ کے اختلاف یا اس کے معنی کی وسعت کی بنا پر متعدد کتب سے استفادہ کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر ''کتاب الطب'' کی وضاحت میں پہلے آپ نے ایک شرح سے طب کی تعریف بیان کی ہے اس کے بعد مرض کی تعریف میں ایک شرح اور دو کتب لغت سے استفادہ کیا ہے۔[۲] اسی طرح نفقہ کے لغوی معنی آپ نے ۶ مستند اور محقق ارباب لغت کی کتب سے بیان کئے ہیں۔[۳]

2۔ قرآن وحدیث سے وضاحت

عنوان میں موجود لفظ کی وضاحت آپ قرآن وحدیث سے کرتے ہیں اور اس لفظ کا استعمال جن آیات اور احادیث میں آیا ہے ان کو بیان کرتے ہیں۔

مثال کے طور پر ''کتاب الاستئذان'' میں استئذان کی وضاحت کے لئے آپ نے سورۃ النور کی آیت نمبر ۲۷ اور ۲۸ بیان کی ہے جس میں گھروں میں داخل ہوتے وقت اجازت کے احکام بیان کئے گئے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے اس کو محمود استئذان اور مذموم استئذان میں تقسیم کرتے ہوئے دونوں کے متعلق آیات بیان کی ہیں۔ قرآنی آیات کے بعد جن احادیث میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے آپ نے ان کو مکمل حوالہ کے ساتھ بیان کیا ہے ان بیان کردہ احادیث کی تعداد ۹ ہے۔[۴]

اسی طرح ''کتاب الدعوات'' میں دعا کے بارے میں آیات بیان کرنے کے بعد دعا کی ترغیب اور فضیلت میں آپ نے نو احادیث بیان کی ہیں۔ اس کے بعد آپ نے دعا قبول نہ ہونے کی وجوہات اور قبولیت دعا کی ۱۶ شرائط بیان کی ہیں اور ہر شرط کی تائید حدیث پاک سے کی ہے۔[۵]

3۔ مختلف شروح سے وضاحت

جو عنوانات احکامات سے متعلق ہیں ان کی شرح میں آپ نے مستند اور معتبر شروح سے تحقیق اور وضاحت کی ہے، مثال کے طور پر کتاب النکاح میں نکاح کے احکام کا بیان ہے اس میں آپ نے نکاح کا معنی، نکاح کے متعلق فقہاء مذاہب اور نکاح کے مباح ہونے پر امام شافعی کے دلائل اور ان کے جوابات بیان کئے ہیں۔ اس کے بعد نکاح کے لفظ کی وضاحت میں کہ یہ لفظ عقد میں حقیقت ہے اور وطی میں مجاز یا اس کے برعکس ہے یا دونوں میں مشترک ہے فقہاء کی آراء اور ان کے دلائل بیان کیے ہیں۔ اس کے بعد نکاح کے فوائد اس کی شرعی تعریفات اور شرعی حکم کے متعلق فقہاء مذاہب کی تصریحات بیان کی ہیں۔ یہ تمام بحث آپ نے ۲۰ کتب شروح اور کتب فقہ کی روشنی میں بیان کی ہے اس قدر جامع اور مکمل بحث کثیر ماخذ کی روشنی میں آپ ہی کا خاصہ ہے۔[۶]

اسی طرح ''کتاب الایمان والنذ ور'' میں قسم اور نذر کے تمام مباحث اس کے معنی اس کی شرائط اور اس کے بارے میں فقہاء کے مذاہب ۶ کتب شروح اور کتب فقہ سے بیان کئے ہیں۔ [۷]

اسی طرح بعض عنوانات انتہائی تحقیق طلب ہوتے ہیں۔ آپ نے ایسے عنوانات کے تمام اہم پہلوں پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ مثال کے طور پر ''کتاب القدر'' میں آپ نے مسئلہ تقدیر کے تمام اہم پہلوں پر تحقیقی بحث کی ہے، یہ بحث تقریباً ۱۳ صفحات پر مشتمل ہے جس میں آپ نے قرآن وسنت کے مکمل دلائل کے ساتھ اس مسئلہ کی وضاحت کی ہے۔ مثال کے لیے دیکھے جلد نمبر ۱۴، صفحہ نمبر ۳۵۷۔

کتاب کے عنوان کی جامع تشریح کرنے سے علامہ سعیدی کا مقصود یہ ہے کی جس چیز کے بارے میں احادیث اور احکامات آگے بتائے جائیں گے اس کے بارے میں قاری کو پہلے سے مکمل معلومات ہوں تا کہ ان احکامات کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

۲۔ باب کی وضاحت

امام بخاری احادیث بیان کرنے سے پہلے باب قائم کرتے ہیں جسے ترجمۃ الباب کہتے ہیں پھر اس کے تحت احادیث بیان کرتے ہیں، اس سے ان کا مقصد مسائل و احکامات کا استنباط ہے۔ علامہ سعیدی کا منہج یہ ہے کہ آپ خصوصیت کے ساتھ امام بخاری کے قائم کردہ ابواب کی شرح کرتے ہیں ہے۔ آپ عنوان کی مناسبت سے اسکی شرح کرتے ہیں کبھی یہ شرح کئی صفحات پر مشتمل ہوتی ہے اور کبھی چندلائنوں پر، شرح کرتے وقت آپ کا منہج درج ذیل ہے۔

1۔ لغوی معنی کی وضاحت

باب کے عنوان کی شرح کرتے ہوئے آپ سب سے پہلے اس کا لغوی اور شرعی معنی بیان کرتے ہیں مثال کے طور پر ''باب العان'' کی شرح میں آپ نے لعان کا لغوی اور شرعی معنی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ [8]

2۔ قرآن وحدیث سے وضاحت

آپ باب کی وضاحت میں قرآن کریم کی آیات بیان کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر ''باب لعان'' میں آپ نے سورۃ النور کی ۶ سے 9 تک آیات بیان کی ہیں اور ان کی تفسیر بیان کی ہے۔ [9]

باب کے عنوان کی تقویت اور اس تائید کے لئے آپ حدیث پاک بیان کرتے ہیں۔

مثال کے طور پر ''باب الصعید الطیب وضوء المسلم، یکفیه من الماء'' اس باب کی تائید میں آپ نے حدیث بیان کی ہے:

''حضرت ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: پاک مٹی مسلمان کا
طہور ہے، خواہ وہ دس سال تک پانی نہ پائے اور جب وہ پانی کو پالے تو اپنی کھال
کو پانی سے مس کرے، بے شک یہ خیر ہے۔(سنن ترمذی:۱۲۴، سنن ابوداؤد:
۳۲۲، سنن نسائی:۳۲۱، مصنف عبدالرزاق:۹۱۳)''[۱۰]

اسی طرح کتاب الوصایا میں باب نمبر۲۱ کا عنوان سورۃ النور کی آیت نمبر۲ اور۳ کو بنایا گیا ہے۔ جس میں یتیموں کے ساتھ حسن سلوک کا بیان ہے۔ علامہ سعیدی نے اس کی شرح میں یتیموں سے بدسلوکی کی مذمت میں ۴ احادیث بیان کی ہیں۔[۱۱]

3۔ باب کی باب سابق سے مناسبت

آپ اکثر اوقات باب کی سابقہ باب کے ساتھ مناسبت بیان کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر'' **باب کراهية الصلوة فی المقابر**'' کی باب سابق سے مناسبت بیان کرتے ہیں:

''اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قبرستان میں نماز پڑھنا مکروہ ہے، باب
سابق کے ساتھ اس باب کی مناسبت نفی اور اثبات میں ہے۔ باب سابق میں یہ
بیان کیا گیا تھا کہ آگ کے سامنے نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے اور اس باب میں یہ
بیان کیا گیا ہے کہ قبر کے سامنے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔''[۱۲]

4۔ فقہی مسائل

مصنف باب کی شرح کرتے ہوئے اس سے متعلق فقہی مسائل اور اس کے حکم میں مذاہب فقہاء بیان کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر'' **باب وجوب الصلوة فی الثیاب** '' کی شرح میں آپ شرم گاہ کو چھپانے کے حکم میں مذاہب فقہاء ان کے مکمل دلائل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔[۱۳]

اسی طرح''**باب المضمضة الاستنشاق فی الجنابة** '' کی شرح میں آپ نے غسل جنابت میں غرارے کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا فرض اور واجب ہے یا نہیں اس کی تحقیق کی ہے اور۳ کتب شروح اور۲ کتب فقہ سے علماء کے موقف کی تصریح کی ہے۔[۱۴]

5۔ تفصیلات فراہم کرنا

باب کا عنوان اگر کسی واقعہ کو بنایا گیا ہوں جیسے کتاب المغازی میں باب کا عنوان کسی نہ کسی غزوہ کو بنایا جاتا ہے، آپ اس غزوہ کی تمام ضروری معلومات کتب سیرت اور دیگر کتب سے فراہم کرتے ہیں۔

اسی طرح بعض ابواب میں کوئی تحقیقی مسئلہ ہوتا ہے، ان ابواب کی شرح میں آپ اس مسئلہ پر مکمل تحقیق کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر'' **باب المعصوم من عصم الله**'' کی شرح میں آپ عصمت کی مکمل تحقیق کرتے ہوئے عصمت انبیاء

کے تقریباً ہر پہلو کو زیر بحث لائے ہیں۔

۳۔تعلیقات کی وضاحت

تعلیقات کی شرح میں علامہ سعیدی کا منہج درج ذیل ہے۔

1۔ مکمل حدیث بیان کرنا

آپ امام بخاری کی بیان کردہ تعلیقات کی اصل حدیث کو مکمل بیان کرتے ہیں اوراس کی مکمل تخریج بھی کرتے ہیں۔ مثال کے لیے دیکھیے، جلد اول، صفحہ۷۴۲، ۷۵۶۔اگر تعلیق کو امام بخاری نے اپنی سند کے ساتھ صحیح بخاری میں کسی اور مقام پر بیان کیا ہے تو آپ اس کا حوالہ مکمل طور پر بیان کر دیتے ہیں، مثال کے لئے دیکھیے، جلد۲، صفحہ۴۰۴۔

اسی طرح بعض مقامات پر تعلیق کی اصل حدیث جہاں مذکور ہے اس کا صرف حوالہ بیان کر دیتے ہیں۔مثال کے طور پر آپ لکھ دیتے ہیں کہ:

''اس تعلیق کی اصل سنن کبری (ج ۲ ص ۳۱۶) میں مذکور ہے۔''[۱۵]

2۔ تائید یا تردید میں احادیث بیان کرنا

امام بخاری کی بیان کردہ تعلیق کے خلاف اگر دیگر احادیث یا آثار ہو تو آپ ان کو بیان کرتے ہیں۔

مثال کے طور پر امام بخاری نے تعلیق بیان کی ہے''اسود کی جب جماعت فوت ہو جاتی تو وہ دوسری مسجد میں چلے جاتے۔''اس تعلیق کے خلاف دیگر کبار تابعین کی روایات ہیں جن میں یہ تصریح ہے کہ جب کسی شخص کی نماز اس کی مسجد میں فوت ہو جائے تو وہ اس کو دوسری مساجد میں تلاش نہ کرے، آپ نے ان تمام روایات کو مکمل حوالے کے ساتھ بیان کیا ہے۔[۱۶]

اسی طرح اگر امام بخاری کی بیان کردہ تعلیق کے موافق دیگر احادیث اور آثار ہو تو آپ ان کو اس تعلیق کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔مثال کے طور پر''اور حضرت انسؓ ایک مسجد میں آئے جس میں جماعت ہو چکی تھی، انہوں نے اذان دی اور اقامت پڑھی اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھی۔''اس تعلیق میں جماعت ثانیہ کا بیان ہے، علامہ سعیدی نے اس تعلیق کی تائید میں جماعت ثانیہ کے ثبوت میں ۹، احایث بیان کی ہے۔[۱۷]

3۔ آیات کو مکمل بیان کرنا

تعلیق میں اگر کسی آیت کی طرف اشارہ ہو تو آپ اس آیت کو مکمل حوالہ کے ساتھ بیان کر دیتے ہیں، مثال کے لیے دیکھیے، جلد۶، صفحہ۱۲۵۵ اور جلد۶ صفحہ۳۲۲۔

4۔ ائمہ مذاہب کا بیان

علامہ سعیدی کا منہج یہ ہے کہ آپ تعلیقات کی کہیں مفصل اور کہیں بقدر ضرورت شرح کرتے ہیں، کہیں آپ صرف کسی

ایک مستند شرح سے اس کے بارے میں ائمہ مذاہب بیان کر دیتے ہیں تو کہیں تفصیل کے ساتھ الگ الگ تمام مذاہب بیان کرتے ہیں۔مثال کے طور پر

''اور حضرت میمونہؓ عید الاضحیٰ کے دن تکبیر پڑھتی تھیں اور خواتین ابان بن عثمان اور عمر بن عبدالعزیز کے پیچھے ایام تشریق کی راتوں میں مردوں کے ساتھ مسجد میں تکبیر پڑھتی تھیں۔''[۱۸]

اس تعلیق کی شرح میں آپ نے ائمہ مذاہب کے نزدیک تکبیرات تشریق پڑھنے کا حکم اور تکبیرات تشریق کی ابتداء اور انتہاء کا وقت بیان کیا ہے۔

۴۔تخریج احادیث

علامہ سعیدی صحیح بخاری کی تمام احادیث کی مکمل تخریج کرتے ہیں۔تخریج کرنے میں آپ کا انداز یہ ہے:

''[اطراف الحدیث :۹۸۴۔ ۵۵۴۶۔۵۵۴۹۔ ۵۵۶۱] (صحیح مسلم :۱۹۶۲، الرقم المسلسل :۴۹۸۹، سنن نسائی :۴۴۰۸۔۴۴۰۰۔ ۵۸۷، سنن بیہقی ج۹ص ۲۶۲۔۲۶۳، مسند احمد ج۳ص ۱۱۳ طبع قدیم ،مسند احمد :۱۲۱۲۰۔ج۱۹ص ۱۷۴، مؤسسۃ الرسالۃ ، بیروت، مسند الطحاوی:۴۹۷)''[۱۹]

دوران شرح جب آپ احادیث نقل کرتے ہیں تو ان تمام احادیث کی مکمل تخریج کرتے ہیں، اسی طرح جب آپ دیگر شروح یا کتب سے حوالہ جات نقل کرتے ہیں تو ان میں بیان کردہ احادیث کی بھی مکمل تخریج کر دیتے ہیں۔اس کی وضاحت کرتے ہوئے آپ خود لکھتے ہیں کہ:

''قدیم مصنفین کا یہ طریقہ تھا کہ وہ احادیث ذکر کر دیتے تھے اور اس کی تخریج نہیں کرتے تھے اور ہم اپنی تصانیف میں بالعموم ان احادیث کی تخریج کر دیتے ہیں، سو ہم نے یہاں بھی علامہ ابن بطال کی ذکر کردہ احادیث کی تخریج کر دی ہے''[۲۰]

۵۔اسماء الرجال

علامہ سعیدی کا منہج ہے کہ آپ ہر حدیث پاک کی مکمل سند بیان کرنے کے ساتھ اس کا ترجمہ بھی کرتے ھیں اور حدیث کے تمام رجال کا تعارف کرواتے ہیں، ان کے بارے میں تمام ضروری معلومات مستند شروح اور کتب اسماء الرجال سے بیان کرتے ہیں۔اسی طرح حدیث کے اندر اگر کسی شخصیت کا ذکر ہے تو علامہ سعیدی ان کا بھی مکمل تعارف پیش کرتے ہیں، مثال کے لئے دیکھیں جلد نمبر۵، صفحہ نمبر۳۱۵۔

٦۔حدیث کی باب سے مطابقت

حدیث پاک کی باب سے مطابقت اور مناسبت جس لفظ یا جملہ میں ہو آپ اس کو بیان کرتے ہیں۔مثال کے طور پر "باب الحلف بعزۃ اللہ و صفاتہ و کلماتہ" کے ساتھ حدیث کی مطابقت آپ اس طرح بیان کرتے ہیں:

''اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے کیونکہ باب کے عنوان میں مذکور ہے ''بعزۃ اللہ'' اور اس حدیث میں مذکور ہے ''وعزتک''

۲۱

اگر حدیث کی باب سے مطابقت نہ ہو تو اس کو بھی بیان کر دیتے ہیں۔مثال کے طور پر حدیث نمبر ۴۳۰ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت نہیں ہے کیونکہ باب کا عنوان ہے: اونٹوں کی جگہ پر نماز پڑھنا ، اور حدیث میں ہے: سواری کی طرف نماز پڑھنا۔'' ۲۲

مطابقت نہ ہونے کی صورت میں اگر کسی اور حدیث سے مطابقت ہے تو اس کو بیان کر دیتے ہیں۔حدیث نمبر:۴۵۳ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت ظاہر نہیں ہے، کیونکہ باب کا عنوان ہے: مسجد میں شعر پڑھنا، اور حدیث مذکور میں مسجد میں شعر پڑھنے کا ذکر نہیں ہے تاہم ایک اور حدیث ہے جس میں مسجد میں شعر پڑھنے کا ذکر ہے: سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں: حضرت عمرؓ مسجد میں گزرے اور حضرت حسان شعر پڑھ رہے تھے (حضرت عمر نے ان کے مسجد میں شعر پڑھنے پر اعتراض کیا) حضرت حسان نے کہا: میں مسجد میں شعر پڑھتا تھا اور مسجد میں آپ سے افضل موجود تھے، پھر انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ کی طرف مڑ کر کہا: میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: میری طرف سے جواب دو، اے اللہ! اس کی روح القدس سے تائید فرما! حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا: ہاں! (صحیح البخاری: ۳۲۱۲، صحیح مسلم: ۲۴۸۵، سنن ابوداؤد: ۵۰۱۳، سنن نسائی: ۷۱۵)'' ۲۳

۷۔حدیث کے الفاظ کے معنی اور ان کی تحقیق

آپ حدیث پاک کے الفاظ کی وضاحت اوران کی تحقیق کرتے ہیں۔

مثال کے طور پر حدیث میں عکاظ کا لفظ ہے آپ اس کی وضاحت کرتے ہیں:

''اس حدیث میں عکاظ کے بازار کا لفظ ہے۔ یہ عرب کے بازار کا نام، عرب اس بازار میں ہر سال جمع ہوتے تھے اور اپنے فخر کا اظہار کرتے تھے، شعراء اس میں آ کر اپنا تازہ کلام سناتے تھے، بعض نے کہا: ''علظ'' کا معنی ہے: کسی جگہ ٹھہر کر باہم مشورہ کرنا۔'' [۲۴]

اس کے بعد آپ نے ٦ کتب لغت (الصحاح، لسان العرب، القاموس المحیط، معجم البلدان) سے اس لفظ کے معنی اور اس کے محل وقوع کی تحقیق کی ہے۔ اسی طرح الفاظ کی لغوی وضاحت کے ساتھ ساتھ گرائمر کے لحاظ سے بھی الفاظ کی وضاحت ملتی ہے۔ مثال کے لیے دیکھیں جلد نمبر ۱۴، صفحہ نمبر ۵۰٦۔

۸۔ تطبیق

متعارض احادیث ہونے کی صورت میں آپ ان میں تطبیق دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر عصر کے بعد نفل پڑھنے کی ممانعت اور جواز دونوں طرح کی احادیث موجود ہیں آپ اس تعارض کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت معاویہؓ نے کہا: تم یہ نماز پڑھتے ہو، یعنی عصر کی نماز کے بعد دو رکعت نفل، پھر کہا: ہم نے رسول اللہ ﷺ کو یہ نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا، اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: آپ نے یہ دو رکعت نماز کبھی ترک نہیں کیں۔ (صحیح البخاری: ۵۹۱) اور حضرت معاویہ کی حدیث اس کے معارض ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ آپ یہ دو رکعت نماز ہمیشہ گھر میں پڑھتے تھے، گھر سے باہر نہیں پڑھتے تھے، اس لیے حضرت معاویہ نے آپ کو یہ نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور اس نماز کو پڑھنا نبی ﷺ کی خصوصیت تھی اور چونکہ نبی ﷺ نے عصر کے بعد نفل پڑھنے سے منع فرمایا ہے، اس لیے حضرت معاویہؓ نے ان لوگوں کو عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔'' [۲۵]

اسی طرح بخاری کی حدیث نمبر ۶۴۸ میں ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا پچیس درجہ زیادہ فضیلت رکھتا ہے جب کہ صحیح مسلم کی حدیث میں ستائیس درجہ فضیلت بیان کی گئی ہے، آپ نے ان احادیث میں تعارض کو دور کرنے کے لیے تطبیق کی ۷ توجیہات بیان کی ہیں۔ اس کے بعد آپ نے تین شروح کے حوالے سے تطبیق کی توجیہات بیان کی ہیں، آپ نے صرف ان کی توجیہات ہی بیان نہیں کیں بلکہ ترجیح بھی دی ہے آپ لکھتے ہیں کہ:

''اصل بات وہی ہے جو علامہ تورپشتی نے کہی ہے کہ اس کا حقیقی علم علوم نبوت ہی کی طرف راجع ہے۔''[۲۶]

حدیث نمبر ۴۷۹ اور ۴۸۰ میں رسول اللہ ﷺ سے تشبیک کرنا ثابت ہے جب کہ دیگر کچھ احادیث تشبیک کی ممانعت میں ہیں۔ اس تعارض کو دور کرنے کے لیے آپ نے پہلے تشبیک کی ممانعت میں ۸، احادیث کو مکمل حوالہ کے ساتھ بیان کیا ہے، اس کے بعد ان متعارض احادیث میں تطبیق کی توجیہات ''فتح الباری'' کے حوالے سے بیان کی ہیں، اس کے بعد آپ نے تشبیک کی ممانعت کے اسباب بیان کئے ہیں۔[۲۷]

۹۔ حدیث کی شرح آیات سے

علامہ سعیدی اکثر مقامات پر حدیث کی شرح قرآنی آیات سے کرتے ہیں، مثال کے طور پر حدیث نمبر ۶۶۰ کی شرح میں لکھتے ہیں:

''اس حدیث میں مذکور ہے: وہ شخص جس کو کوئی خوب صورت اور مقتدر عورت گناہ کی دعوت دے اور وہ شخص اس سے کہے: میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ اس حدیث میں اللہ سے ڈرنے کی فضیلت ہے اور اس کے خوف کی وجہ سے گناہوں کے ترک کرنے کا بیان ہے۔''[۲۸]

اس کی وضاحت میں آپ قرآن مجید کی آیات بیان کرتے ہیں:

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰىo فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى o [۲۹]

''اور رہا وہ شخص جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اور اس نے نفس کو خواہش پوری کرنے سے روکا۔ تو جنت ہی اس کا ٹھکانا ہے''

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ o [۳۰]

''اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا، اس کے لیے دو جنتیں ہیں''

مزید آپ لکھتے ہیں:

''اس حدیث میں مذکور ہے: اور جو شخص تنہائی میں اللہ کو یاد کرے اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہیں۔ اس حدیث میں تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کر کے رونے کا ذکر ہے کیونکہ تنہائی میں رونا اخلاص کے قریب اور ریا سے بعید ہے، پھر رونے والے کی کیفیات مختلف ہوتی ہیں، کبھی وہ اللہ تعالیٰ کے جلال اور غضب کو یاد کر کے اس کے خوف سے روتا ہے اور کبھی اپنے گناہوں کو یاد کر کے ندامت سے

روتا ہے، اور کبھی اللہ تعالیٰ کی صفات جمال کو یاد کر کے اس کی ملاقات کے شوق میں روتا ہے اور کبھی بندہ پر قرآن مجید سن کر رقت طاری ہوتی ہے اور وہ سوز و گداز کی کیفیت سے روتا ہے۔ ۳۱

آپ قرآن مجید کی آیت بیان کرتے ہیں:

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۳۲۵

اسی طرح آپ نے صدقات نفلیہ کو چھپا کر اور صدقات واجبہ کو کھلے عام دینے کے جواز میں قرآنی آیات بیان کی ہیں۔ ۳۳

۱۰۔ حدیث کی شرح دیگر احادیث سے

علامہ سعیدی کا ایک خاص منہج یہ ہے کہ آپ دوران شرح کثرت سے احادیث نقل کرتے ہیں۔ آپ جس حدیث کی شرح کر رہے ہو اس کے موافق اور موئید دیگر احادیث بیان کرتے ہیں۔ بخاری کی حدیث نمبر ۴۵۳ کی شرح میں آپ نے اس کی موئید ۱۵ احادیث بیان کیں ہیں جن میں حضرت حسانؓ کو شعر کہنے کی اجازت اور ان کے لیے دعا کرنے کا ذکر ہے۔ اس کے بعد آپ نے اشعار پڑھنے پر مزید تحقیق کرتے ہوئے کس قسم کے اشعار جائز ہیں اور کس قسم کے ناجائز ہیں ان کو احادیث کی روشنی میں بیان کیا ہے اور اس ضمن میں ۱۶ احادیث بیان کی ہیں۔ ۳۴

دوران شرح جب کسی امر کی ممانعت بتانا مقصود ہو یا فضیلت تو آپ اس کی فضیلت یا ممانعت میں کثرت سے احادیث بیان کرتے ہیں، مثال کے طور پر حدیث نمبر ۶۰۸ میں اذان کا بیان ہے۔ آپ نے اس کی شرح میں اذان کی فضیلت احادیث کی روشنی میں بیان کرتے ہوئے ۱۳، احادیث بیان کی ہیں۔ جس سے اس کی فضیلت اور مسلمانوں پر اس کا رحمت ہونا عیاں ہو گیا ہے۔ ۳۵ مزید امثال اور وضاحت کے لئے دیکھیں باب سوم، فصل چہارم

۱۱۔ محاکمہ

علامہ سعیدی کا منہج ہے کہ آپ خصوصیت کے ساتھ علامہ بدرالدین عینی اور علامہ ابن حجر عسقلانی کی شروح کے اختلاف کو بیان کرتے ہیں اور علامہ عینی نے جو علامہ ابن حجر پر اعتراضات کیے ہیں اور علامہ ابن حجر نے ان کے جوابات دیئے ہیں آپ ان کا تجزیہ کرتے ہوئے ان کے درمیان محاکمہ کرتے ہیں۔ علامہ سعیدی نے ان دونوں شروح کے درمیان غیر جانبدارانہ محاکمہ کیا ہے، اس لئے کہیں آپ علامہ عینی کا رد کرتے ہوئے علامہ ابن حجر کی تائید کرتے ہیں تو کہیں علامہ ابن حجر کی تردید اور علامہ عینی کی تائید کرتے ہوئے ملتے ہیں۔

مثال کے طور پر حدیث نمبر ۵۲۴۹ کی شرح میں آپ پہلے حافظ ابن حجر کی شرح بیان کرتے ہیں:

''حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے لکھا ہے: اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نبی ﷺ کے ساتھ عیدالاضحیٰ یا عیدالفطر میں حاضر ہوتے تھے، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اگر میری عمر اتنی نہ ہوتی یعنی وہ کم عمر نہ ہوتے، حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا کہ اس حدیث میں التفات ہے یعنی متکلم کے لفظ کے بجائے غائب کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور السرخسی کی روایت میں **من صغری** کے الفاظ ہیں جو اصل کے مطابق ہیں یعنی میرے کم عمر ہونے کی وجہ سے۔''

اس کے بعد آپ نے علامہ عینی کی شرح بیان کی ہے:

''میں کہتا ہوں: یعنی **من صغرہ** حضرت ابن عباس کا کلام نہیں ہے بلکہ راوی کا کلام ہے، لہذا اس کی تاویل کر کے اس کو التفات پر محمول کرنا بلاضرورت ہے اور السرخسی کی روایت میں حضرت ابن عباس کا کلام ہے۔''

ان دونوں شروح کو بیان کرنے کے بعد آپ ان میں محاکمہ کرتے ہیں:

''حافظ ابن حجر عسقلانی نے انتقاض الاعتراض ج ۲ ص ۲۹۸ میں علامہ عینی کے اعتراض کو لکھا ہے لیکن اس کا کوئی جواب ذکر نہیں کیا۔ میں کہتا ہوں: علامہ عینی کی شرح سے ان کی باریک بینی کا پتا چلتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ حدیث کے کثرت طرق پر مطلع ہونا اور چیز ہے اور حدیث کی فہم اور چیز ہے۔''[۳۶]

اسی طرح ابن حجر کی تائید میں لکھتے ہیں:

''صحیح البخاری: ۵۱۰۰، میں مذکور ہے، حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ سے کہا گیا: آپ حضرت حمزہ کی بیٹی سے نکاح کیوں نہیں کرتے؟ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے اس کی شرح میں لکھا کہ اس قول کے قائل حضرت علی بن ابی طالبؓ تھے، جیسا کہ امام مسلم نے اس کے متعلق روایت کی ہے۔''

اس کے بعد آپ اس شرح پر علامہ عینی کا اعتراض لکھتے ہیں:

''امام مسلم متوفی ۲۶۱ھ نے حضرت ام سلمہؓ سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ سے کہا گیا: یارسول اللہ! آپ حمزہ کی بیٹی سے کہاں ہیں؟ (صحیح مسلم: ۱۴۴۸) سو یہ کیسے متعین ہو گیا کہ اس قول کے قائل حضرت علی ہیں اور یہ کیوں جائز نہیں ہے کہ اس قول کی قائلہ حضرت ام سلمہؓ ہوں؟''

اس اعتراض کا جو جواب ابن حجر نے دیا ہے علامہ سعیدی اس کو لکھتے ہیں:

''حضرت ام سلمہؓ نے بھی حضرت ابن عباسؓ کی روایت کی طرح قائل کو مبہم رکھا ہے اور بیان نہیں کیا کہ اس قول کا قائل کون ہے؟ اور امام مسلم نے صراحتاً حضرت علی سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا وجہ ہے کہ آپ قریش کی عورتوں میں رغبت کرتے ہیں اور ہمیں چھوڑتے ہیں؟ آپ نے پوچھا: کیا تمہارے پاس کوئی رشتہ ہے؟ تو میں نے کہا: حمزہ کی بیٹی ہیں۔ آپ نے فرمایا: وہ میرے لیے حلال نہیں ہے، وہ میری رضاعی بھتیجی ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۴۴۶) سو اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ حضرت ابن عباس اور حضرت ام سلمہ دونوں کی روایتوں میں قائل سے مراد حضرت علیؓ ہیں۔ علاوہ ازیں محدثین کی جماعت نے المبہمات کی تصنیف میں اس طرح لکھا ہے۔ ''

اعتراض کا جواب لکھنے کے بعد آپ اپنی رائے دیتے ہیں:

''میں کہتا ہوں حافظ ابن حجر عسقلانی کا جواب بہت ٹھوس اور واضح ہے جس سے ان کی حدیث پر بصیرت کا پتا چلتا ہے، لگتا ہے علامہ عینی نے عجلت میں یہ اعتراض کیا ہے۔'' ۳۷

۱۲۔ حدیث کی شرح دیگر شروح سے

علامہ سعیدی کا منہج ہے کہ آپ حدیث کی شرح میں متقدمین اور معاصرین کی شروح سے استفادہ کرتے ہیں اور ان کے بیان کردہ تمام اہم مباحث بیان کرتے ہیں۔

مثال کے طور پر حدیث نمبر ۵۰۸۳ کی شرح آپ نے ۷ شروحات (شرح ابن بطال، التوضیح لشرح الجامع الصحیح، فتح الباری، عمدۃ القاری، الکوثر الجاری، ارشاد الساری، شرح صحیح البخاری) کے حوالے سے کی ہے۔ ۳۸

۱۳۔ اپنی تحقیق بیان کرنا

علامہ سعیدی کا منہج ہے کہ آپ حدیث کی شرح مختلف شروح، کتب فقہ، کتب احادیث سے کرنے کے بعد آخر میں ان مباحث پر تبصرہ کرتے ہوئے اپنی رائے اور تحقیق بیان کرتے ہیں۔ بعض اوقات آپ تردید کرتے ہوئے اپنی رائے بیان کرتے ہیں۔ علامہ ابن بطال نے لکھا ہے کہ مسجد سے نجاست کو دھونا فرض نہیں ہے، آپ ان کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''علامہ ابن بطال کا یہ یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ مسجد سے نجاست کا زائل کرنا فرض نہیں ہے، بلکہ مسجد سے نجاست کو زائل کرنا فرض ہے، ، اور اس حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ حضرت سعد کے بازو سے نکلنے والے خون کو بعد میں بھی مسجد سے

دھویا نہیں گیا اور کسی چیز کے ذکر نہ کرنے سے اس کا عدم وقوع لازم نہیں آتا، ناک کی رطوبت اور بلغم پاک ہیں، لیکن ان کو بھی نبی ﷺ نے مسجد میں گرانے سے منع کیا ہے اور کسی نے مسجد میں قبلہ کی جانب تھوک دیا تھا تو نبی ﷺ نے اس کو خود اپنے ہاتھوں سے صاف کیا تو جب اس پاک چیز سے بھی مسجد کو صاف کیا گیا تھا تو خون جس کا ناپاک اور نجس ہونا مسلم ہے، اس سے مسجد کو کیوں کر نہ صاف کیا گیا ہوگا! اور علامہ ابن بطال کا اعرابی کے پیشاب پر قیاس کرنا بھی فاسد ہے کیونکہ جب صحابہ اس اعرابی کو منع کرنے کے لیے جھپٹے تو آپ نے فرمایا: اس کو رہنے دو اور اس کے پیشاب کے اوپر ایک ڈول پانی یا دو ڈول پانی بہا دو۔ (صحیح البخاری: ۲۲۰) آپ کا اس کے پیشاب پر دو ڈول پانی ڈلوانا، اس کی صریح دلیل ہے کہ مسجد میں اگر نجاست گر جائے تو اس نجاست کو زائل کرنا فرض ہے، باقی اس اعرابی کو پیشاب کرنے کے درمیان روکنے سے آپ نے منع فرمایا، کیونکہ اس سے اس کے مرض میں مبتلا ہونے کا خطرہ تھا۔ بہر حال مسجد سے نجاست کو زائل کرنا فرض ہے۔'' [۳۹]

۱۴۔ مذاہب ائمہ کا بیان

علامہ سعیدی کا خاص منہج یہ ہے کہ آپ مسائل کی وضاحت اور ان سے احکامات مستنبط کرتے ہوئے اس کے ضمن میں خاص طور پر مذاہب اربعہ ان کے مکمل دلائل کے ساتھ بیان کرتے ہیں اور کبھی مسائل کی نوعیت کے اعتبار سے غیر مقلدین اور اہل تشیع کا مذہب بھی بیان کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر مصحف سے دیکھ کر پڑھتے ہوئے امامت کرنے کے متعلق آپ نے مذاہب اربعہ کے نظریات اور دلائل کے ساتھ غیر مقلدین کا نظریہ بھی بیان کیا ہے۔ [۴۰]

۱۵۔ ترجیح قائم کرنا

علامہ سعیدی مذاہب اربعہ کے بیان کے بعد عقلی اور نقلی دلائل و براہین کی روشنی میں مذہب حنفی کو ترجیح دیتے ہیں۔ امثال اور تفصیل کے لئے باب سوم، فصل اول ملاحظہ کریں۔

۱۶۔ مذہب حنفی کی وضاحت

علامہ سعیدی کا منہج ہے کہ آپ مذہب حنفی پر کئے گئے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے اس کی وضاحت قرآنی آیات اور احادیث کی روشنی میں کرتے ہیں۔

مثال کے طور پر علامہ ابن بطال نے دونمازوں کو حقیقۃ جمع نہ کرنے اور صورۃ جمع کرنے کی وجہ سے امام ابوحنیفہ پر اعتراض کیا ہے۔علامہ سعیدی قرآنی آیت اور حدیث مبارکہ سے اس اعتراض کی وضاحت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''رسول ﷺ نے متعدد سفر کیے ہیں، اگر رسول اللہ ﷺ مغرب کے وقت عشاء پڑھتے یا ظہر کے وقت میں عصر پڑھتے تو یہ بات صحابہ میں بہت مشہور ہوتی مگر حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ میں نے عرفات اور مزدلفہ کے علاوہ آپ کو بیک وقت میں دونمازیں جمع کرتے ہوئے نہیں دیکھا، اس سے معلوم ہوا کہ جن احادیث میں ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کو جمع کرنے کا ذکر ہے، اس سے مراد جمع صوری ہے، جمع حقیقی نہیں ہے، رہا ابن بطال کا یہ اعتراض کہ پھر آپ نے عصر اور مغرب کو جمع کیوں نہیں کیا اور عشاء اور صبح کو جمع کیوں نہیں کیا، یہ عجیب غریب اعتراض ہے، ہم ان نمازوں میں جمع صوری کی تاویل کر رہے ہیں جن کو آپ نے جمع کر کے پڑھا ہے اور جن نمازوں کو آپ نے جمع نہیں کیا ہے، ہم ان میں کاہے کو تاویل کریں گے!''[۴۱]

۱۷۔تفصیلات فراہم کرنا

علامہ سعیدی کا منہج ہے کہ آپ مختلف مسائل پر بحث کرتے ہوئے اس کے تمام اہم پہلوؤں پر سیر حاصل بحث کرتے ہیں اور کسی گوشے کو تشنہ نہیں چھوڑتے اسی لیے ہمیں نعمۃ الباری میں بہت سے تفصیلی مباحث ملتے ہیں۔مثال کے طور پر تقدیر کے بیان میں آپ نے مسئلہ تقدیر پر تفصیلی بحث کی ہے، اس کے اختتام پر آپ خود لکھتے ہیں کہ:

''الحمد للہ رب العالمین! ہم نے مسئلہ تقدیر کے تمام اہم پہلوں کا احاطہ کر لیا ہے اور اس سے متعلق تمام ضروری ابحاث کو قرآن اور احادیث کی روشنی میں منضبط کر دیا ہے۔''[۴۲]

۱۸۔اعتراضات کے جوابات

حدیث پر اگر کوئی اعتراض ہوں تو آپ دوران شرح خصوصیت کے ساتھ اس کا جواب بیان کرتے ہیں۔اعتراض کا جواب دینے کے لئے آپ مختلف شروح سے استفادہ کرتے ہیں، اسی طرح جواب کی وضاحت میں آپ قرآنی آیات اور احادیث پیش کرتے ہیں۔آپ لکھتے ہیں کہ:

''اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب یہود نے نبی ﷺ کو یہ خبر دی کہ حضرت موسیٰ نے عاشوراء کے دن شکر کا روزہ رکھا تھا اور ہم ان کی اتباع میں اس دن روزہ

رکھتے ہیں تو آپ نے فرمایا: حضرت موسیٰ کی موافقت کرنے کے ہم تم سے زیادہ مستحق ہیں، اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ رسول ﷺ نے یہود کی خبر پر اعتماد کیسے کرلیا جب کہ یہود کی خبر غیر مقبول ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ نے صرف ان کی خبر پر اعتماد کر کے روزہ رکھ لیا تھا'' ۴۳؎

اپنی اس بات کی وضاحت میں آپ قرآن مجید کی آیت پیش کرتے ہیں:

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَایُوْحٰی اِلَیَّ ۴۴؎

''میں صرف اسی چیز کی پیروی کرتا ہوں جس کی میری طرف وحی کی جاتی ہے''

اس کے بعد آپ مزید جوابات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''سو آپ نے عاشوراء کا روزہ رکھا، وہ بھی اتباع وحی سے رکھا تھا نہ کہ محض یہود کی خبر دینے سے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ نے اپنے اجتہاد سے اس دن روزہ رکھا تھا نہ کہ ان کی خبر سے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ یہود میں جو لوگ مسلمان تھے جیسے حضرت عبداللہ بن سلامؓ آپ نے ان کی خبر پر اعتماد کیا تھا۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ یہودیوں نے تواتر سے خبر دی تھی کہ حضرت موسیٰ نے فرعون سے نجات ملنے پر اللہ کا شکر ادا کرنے کے لیے اس دن روزہ رکھا تھا اور خبر متواتر میں یہ شرط نہیں ہے کہ خبر دینے والے مسلمان ہوں اور خبر متواتر سے یقین حاصل ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں نبی ﷺ نے مدینہ میں آ کر یہود سے سن کر پہلی بار روزہ نہیں رکھا تھا، آپ پہلے سے عاشوراء کے دن روزہ رکھتے تھے، حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں قریش عاشوراء کے دن روزہ رکھتے تھے اور رسول ﷺ بھی اس دن روزہ رکھتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۲۰۰۲) پس یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ آپ نے یہود کے خبر دینے سے اس دن روزہ رکھا، اور اس حدیث میں جو مذکور ہے کہ آپ نے یہود کا جواب سن کر اس دن روزہ رکھا، اس کا معنی یہ ہے کہ آپ اس دن روزہ رکھنے کے عمل پر برقرار رہے اور مسلمانوں کو بھی اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا۔'' ۴۵؎

۱۹۔ علمی مسامحات کی نشاندہی

دوران شرح علامہ سعیدی اکثر مقامات پر دیگر شارحین اور علماء کے علمی مسامحات کی نشاندہی کرتے ہیں، مثال کے طور

پر آپ علامہ ابن عابدین شامی کا تسامح بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''علامہ شامی لکھتے ہیں: حضرت انسؓ نے روایت کی کہ رسول ﷺ کے اصحاب کی جب مسجد میں جماعت فوت ہو جاتی تو وہ مسجد میں الگ الگ نماز پڑھتے۔ (میں کہتا ہوں کہ علامہ شامی کو تسامح ہوا ہے، یہ حضرت انس کا قول نہیں بلکہ حسن بصری کا قول ہے۔ دیکھیے مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۱۰۹، بلکہ حضرت انس نے اس کے برخلاف مسجد میں جماعت ثانیہ کرائی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۰۹۳، مصنف عبدالرزاق: ۳۴۲۶) اور حضرت ابن مسعود نے بھی جماعت ثانیہ کرائی ہے اور بہت فقہاء تابعین نے جماعت ثانیہ کرائی ہے''[۷۶]

۲۰۔حدیث کے فوائد

علامہ سعیدی کا ایک منہج یہ ہے کہ آپ احادیث کی شرح میں تفصیلی مباحث اور فقہی مباحث بیان کرنے کے ساتھ اس سے مستنبط مسائل حدیث مذکور کے مسائل اور فوائد کے عنوان کے تحت مختصر طور پر بیان کر دیتے ہیں۔ حدیث نمبر ۱۰۱۳ کی شرح میں لکھتے ہیں:

''اس حدیث سے حسب ذیل مسائل معلوم ہوتے ہوئے:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی ناگہانی افتاد اور مصیبت کے وقت امام سے دوران خطبہ کلام کرنا جائز ہے۔ اہل خیر اور اہل صلاح سے اور جن کی دعا کے مقبول ہونے کی توقع ہو، ان سے دعا کی درخواست کرنی چاہیے۔ طلب بارش کی دعا کو خطبہ میں داخل کرنا جائز ہے۔ دفع ضرر کی دعا کرنا توکل کے منافی نہیں ہے۔ اس حدیث میں نبی ﷺ نے بارش کو نازل کرنے کی دعا کی اور نماز استسقاء نہیں پڑھی، اس میں امام ابوحنیفہؒ کی واضح دلیل ہے کہ استسقاء میں اصل استغفار اور دعا ہے اور اس کے لیے نماز پڑھنا سنت مسنونہ نہیں ہے۔''[۷۷]

۲۱۔شرح صحیح مسلم اور تبیان القرآن کا حوالہ

علامہ سعیدی نے شرح صحیح مسلم میں بھی مسائل پر بہت شرح وبسط سے بحث کی ہے۔ نعمۃ الباری میں آپ ہر حدیث کی شرح کے آخر میں شرح صحیح مسلم میں کی گئی تحقیق کا مکمل حوالہ دیتے ہیں، اس کے لئے آپ صحیح مسلم میں اس حدیث کا حدیث نمبر، جلد نمبر، صفحہ نمبر اور اس کے عنوانات اور یہ شرح کل کتنے صفحات پر مشتمل ہے بیان کرتے ہیں، اگر حدیث کی شرح وہاں نہ کی گئی ہو تو صرف وہاں اس حدیث کا نمبر بیان کر دیتے ہیں۔ اگر کسی مسئلہ پر آپ نے اپنی تفسیر تبیان القرآن میں تفصیلی

بحث کی ہے آپ اس کا حوالہ اور عنوانات بیان کر دیتے ہیں۔

۲۲۔تعداد احادیث

علامہ سعیدی کا منہج ہے کہ آپ ''صحیح بخاری'' کی ہر کتاب کی شرح کے اختتام پر درج ذیل معلومات فراہم کرتے ہیں:

''آج ۹ رمضان ۱۴۲۸ھ/۲۲ ستمبر ۲۰۰۷ء بہ روز ہفتہ کتاب الحج کی تکمیل ہوگئی، اس میں ۱۳۱۲، احادیث ہیں، ان میں سے ۵۷ معلق احادیث ہیں اور باقی احادیث موصولہ ہیں، اب تک جو احادیث آ چکی ہیں، ان میں ۹۱ مکرر احادیث ہیں اور خالص ۱۲۱، احادیث ہیں۔''[۴۸]

۲۳۔دعائیہ کلمات

آپ ''صحیح بخاری'' کی ہر کتاب کی شرح کا اختتام دعائیہ کلمات سے کرتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قبول فرمائے، موافقین کے لیے اسے موجب استقامت بنائے اور مخالفین کے لیے اس کو سبب ہدایت بنائے اور جس طرح ''کتاب الصیام'' کی شرح مکمل کرائی ہے، اسی طرح پوری صحیح البخاری کی شرح مکمل کرا دے۔ میرے والدین کی، میرے اساتذہ اور میرے احباب کی، میرے تلامذہ اور میرے قارئین کی مغفرت فرما دے (آمین یا رب العٰلمین) **ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم، ربنا وا جعلنا مسلمین لک و تب علینا انک انت التواب الرحیم ہ**''[۴۹]

نعمۃ الباری کا اسلوب

ہر مصنف کا اپنا ایک خاص اسلوب[۵۰] ہوتا ہے جو اس کی پہچان ہوتا ہے۔ سید عابد علی عابد اسلوب کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اسلوب سے مراد کسی لکھنے والے کی وہ انفرادی طرز نگارش ہے جس کی بنا پر وہ دوسرے لکھنے والوں سے متمیز ہو جاتا ہے۔ اس انفرادیت میں بہت سے عناصر شامل ہوتے ہیں۔''[۵۱]

نعمۃ الباری کے اسلوب کو سمجھنے کے لئے اہم نکات درج ذیل ہیں۔

۱۔معروضی اسلوب

علامہ مفتی منیب الرحمٰن معروضی اسلوب کی وضاحت میں رقم طراز ہیں:

''معروضی اندازفکر یہ ہے کہ انسان خالی الذہن ہوکر نصوص قرآن وحدیث، آثار صحابہ وتابعین اور اقوال ائمہ کی روشنی میں کسی مسئلے کی چھان بین کرے اور نصوص قطعیہ اور دلائل حقہ سے جو نتیجہ فکر منطقی طور پر مرتب ہوکر سامنے آئے اسے من وعن قبول کرے اور کمال دیانت سے اسے دوسروں کے سامنے پیش کرے خواہ وہ اس کے پہلے مزعومہ فکر (PRESUME) یا نظریئے کہ بالکل برعکس یا متصادم ہی کیوں نہ ہوں، دراصل یہی حق بینی، حق آگہی اور حق پرستی ہے۔'' ۵۲؎

علامہ سعیدی کا اسلوب بھی معروضی ہے۔ آپ اپنے ذہن میں پہلے سے کوئی نظریہ متعین کر کے تحقیق نہیں کرتے بلکہ آپ سب سے پہلے قرآن وحدیث سے اس کے نظائر تلاش کرتے ہیں اس کے بعد آثار صحابہ وتابعین، مذاہب فقہاء، ائمہ اربعہ کے اقوال اور متقدمین ومتاخرین علماء کی آراء کی روشنی میں بحث کرتے ہیں، ان تمام دلائل اور براہین کی روشنی میں جو نظریہ آپ پر واضح ہوتا ہے اس کی روشنی میں آپ اپنی رائے بیان کر دیتے ہیں۔

آپ کے معروضی طرز تحقیق کا ثبوت یہ ہے کہ آپ نے کئی مسائل میں ائمہ ثلاثہ کے مذہب پر فتویٰ دیا ہے اور کئی مسائل میں نئے دلائل سامنے آنے پر اپنی سابقہ تحقیق سے رجوع کیا ہے، ان رجوع کردہ مسائل کے بارے میں آپ لکھتے ہیں:

''میں نے بھی بعض مسائل میں رجوع کر کے اپنے دامن کو ان نفوس قدسیہ کے مقدس دامن کے ساتھ وابستہ کیا ہے اور اپنے عجز وانکسار اور للٰہیت کو واضح کیا ہے، .... الحمدللہ رب العلمین! میں نے ''شرح صحیح مسلم'' کی بارہ اور ''تبیان القرآن'' کی تین عبارات سے رجوع کرلیا ہے۔'' ۵۳؎

۲۔ تحقیقی اسلوب

تحقیقی اسلوب علامہ سعیدی کا خاص اسلوب ہے۔ نعمۃ الباری میں آپ نے دور جدید کے تحقیق کے تمام اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے شرح کی ہے، کسی بھی مسئلہ کو ثابت کرنے کے لیے آپ اس کے بارے میں متقدمین ومعاصرین کی کتب سے ان کی آراء مکمل حوالہ سے بیان کرتے ہیں۔ حوالہ کے لیے آپ ہر جگہ مصنف کا مکمل نام، مسلک اور سن وفات کے ساتھ کتاب کا مکمل حوالہ دیتے ہیں۔ مسئلہ کی نوعیت کے اعتبار سے آپ مختلف کتب مثلاً کتب فقہ، کتب سیرت، کتب احادیث، تفاسیر اور شروحات سے استفادہ کرتے ہیں۔ آپ بغیر غور وفکر کے صرف اقتباسات نقل نہیں کرتے بلکہ ان کی بھی مکمل تحقیق کرتے ہیں اگر کسی نے غلط حوالہ نقل کیا ہے تو اس کی نشاندہی کرتے ہوئے درست حوالہ کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ ذیل میں چند امثال کے ذریعے علامہ سعیدی کے تحقیقی اسلوب کو واضح کیا جا رہا ہے۔

تین پتھروں سے استنجاء کرنا ضروری ہے یا دو پتھر کافی ہیں؟ ،اس بحث میں آپ نے علامہ الماوردی کی دلیل والی حدیث جس میں انہوں نے تین پتھروں سے استنجاء کرنے کو واجب کہا ہے،اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

''اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث کمال پر محمول ہے یعنی کامل استنجاء تین پتھروں سے ہوگا اور تین پتھروں سے کم سے بھی استنجاء صحیح ہے کیونکہ باب مذکور کی اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ جب حضرت ابن مسعود پتھر اور گوبر لے کر آئے تو آپ نے دو پتھر لے لیے اور گوبر کو پھینک دیا، اگر تین پتھر واجب ہوتے تو آپ حضرت ابن مسعود سے فرماتے: جاؤ تیسرا پتھر بھی تلاش کر کے لاؤ۔''۵۴

اس استدلال پر علامہ ابن حجر کا اعتراض ہے کہ معمر از ابی اسحاق از علقمہ از ابن مسعود کی سند سے مسند احمد کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں'' جاؤ تیسرا پتھر بھی تلاش کر کے لاؤ''۔اس اعتراض کے جواب میں آپ ان اضافی الفاظ کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''اس کا جواب یہ ہے کہ ضرور حافظ ابن حجر کو مغالطہ ہوا ہے، یہ حدیث صحیح سند کے ساتھ'' مسند احمد'' میں دو جگہ مذکور ہے، رقم: ۳۶۸۵، ج ا ص ۳۸۸، اور رقم: ۴۴۳۵، ج ا ص ۴۶۵، اور دونوں جگہ حافظ کے نقل کردہ اضافی الفاظ نہیں ہیں، البتہ'' مسند احمد''، رقم: ۴۲۹۹، ج ا ص ۴۵۰ میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ نے گوبر کو پھینک دیا اور فرمایا: میرے پاس پتھر لاؤ۔علامہ شعیب الارنؤوط نے کہا ہے: ان اضافی الفاظ کے بغیر یہ حدیث صحیح ہے، الفاظ کی یہ زیادتی اس وقت صحیح ہوتی، جب یہ ثابت ہوتا کہ ابواسحاق السبیعی نے اس حدیث کو علقمہ بن قیس سے سنا ہے ۔(حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی یہی سند ذکر کی ہے از ابی اسحاق از علقمہ از ابن مسعود۔(فتح الباری ج ا ص ۲۹۸) اور ابو حاتم اور ابو زرعہ نے کہا ہے کہ ابو اسحاق نے علقمہ سے کوئی حدیث نہیں سنی۔'' ۵۵

علامہ سعیدی کا ابن حجر کے اعتراض کے جواب میں ان کی بیان کردہ حدیث کے اضافی الفاظ کی تحقیق کرنا آپ کے تحقیقی اسلوب کا غماز ہے۔

نعمۃ الباری میں ہمیں بہت سے مسائل پر تحقیقی مباحث ملتے ہیں، مثال کے طور پر ج:ا،ص:۴۹۴ میں کعبین کی ہڈی کی مکمل تحقیق وضاحت کے بعد آپ لکھتے ہیں:''ہم نے شرح صحیح مسلم :۲۶۸۹ ج ۴ص ۲۴۶ میں بھی یہ مسئلہ لکھا تھا،لیکن وہاں اختصار سے صرف چار سطریں لکھیں تھی، جب کہ یہاں نعمۃ الباری میں اس مسئلہ کو بالکل''الم نشرح'' کر دیا ہے۔''
علامہ سعیدی نے بہت سے جدید مسائل پر بھی تحقیقی بحث کی ہے جن کی تفصیل باب نمبر۴ فصل نمبر ا میں ہے۔

۳۔استدلالی اسلوب

نعمۃ الباری میں علامہ سعیدی نے استدلالی اسلوب کو اختیار کیا ہے۔آپ مخالف نقطہ نظر کی تردید اور رد کرنے کے بعد اپنے مؤقف کی تائید اور وضاحت پختہ دلائل سے کرتے ہیں۔علامہ سعیدی کے دلائل مسئلہ کی نوعیت کے اعتبار سے عقلی اور نقلی دونوں طرح کے ہوتے ہیں۔آپ قرآنی آیات، احادیث مبارکہ، کتب فقہ، محدثین اور علماء کی آراء، شارحین کی عبارات سے استدلال کرتے ہیں۔مثال کے طور پر حدیث نمبر ۲۳۶۰ میں حضرت زبیر اور ایک انصاری شخص میں پانی دینے کے متعلق نزاع کا بیان ہے، شیخ تقی عثمانی نے انعام الباری میں اس کی شرح میں لکھا ہے کہ یہ نزاع کھیت میں پانی دینے کے متعلق تھا علامہ سعیدی ان کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ نزاع کھیت میں پانی دینے کے متعلق نہیں تھا بلکہ باغ میں پانی دینے کے متعلق تھا، اس کے بعد آپ اس پر دلائل پیش کرتے ہیں، حدیث کی عبارت کو دلیل کے طور پر پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

> ''اس حدیث میں کھجور کے درختوں کو پانی دینے کا ذکر ہے اور درخت باغ میں ہوتے ہیں، کھیت میں تو مثلاً گندم یا جو کی فصل ہوتی ہے، جس کے لیے عربی میں'' زرع'' کا لفظ استعمال ہوتا ہے، نیز متقدمین نے اس حدیث کی شرح میں ''حائط '' کا لفظ لکھا ہے اور'' حائط '' کا معنی باغ ہے۔''[۵۶]

مزید دلائل دیتے ہوئے آپ نے شارحین حدیث کی عبارات سے استدلال کیا ہے، اس کے بعد بخاری کے مترجمین کی عبارت سے استدلال کیا ہے جس میں یہ تصریح ہے کہ یہ مسئلہ باغ سینچنے کا تھا نہ کہ کھیت کو پانی دینے کا۔

۴۔تجزیاتی اسلوب

علامہ سعیدی نے تجزیاتی اسلوب کو بھی اختیار کیا ہے۔آپ مسائل کی وضاحت کے لیے پہلے اس کے بارے میں فقہاء اور شارحین کی عبارات نقل کرتے ہیں، پھر ان آراء پر تبصرہ اور ان کا تجزیہ کرتے ہوئے اپنی رائے واضح الفاظ میں بیان کرتے ہیں، اکثر اوقات آپ تجزیہ کرتے ہوئے ترجیح دیتے ہیں اور قول راجح بیان کرتے ہیں۔مثال کے طور پر حضرت خضرؑ کی حیات کے متعلق آپ نے شارحین اور فقہاء کی آراء اور ان کے دلائل تفصیل سے بیان کئے ہیں، آخر میں ان تمام پر تجزیہ کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں کہ:

> ''علامہ عینی حنفی، علامہ کورانی حنفی، علامہ نووی شافعی، علامہ ابن الصلاح شافعی، علامہ ثعلبی شافعی، علامہ ابی مالکی، اور علامہ سنوسی مالکی کا یہ نظریہ ہے کہ حضرت خضرؑ اب تک زندہ ہیں اور قرب قیامت میں فوت ہونگے، شیوخ دیوبند کا بھی یہی نظریہ ہے اور علامہ ابن الجوزی مالکی اور علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی، علامہ آلوسی

حنفی، امام بخاری، دیگر محدثین اور شیوخ غیر مقلدین کا یہ نظریہ ہے کہ حضرت خضرؑ اب زندہ نہیں ہیں، وہ وفات پا چکے ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے حضرت خضرؑ کے وفات یافتہ ہونے پر جو دلائل نقل کیے ہیں، مصنف کے نزدیک وہ دلائل مضبوط اور راجح ہیں، تاہم یہ مسئلہ چونکہ اختلافی ہے اور دوسری جانب بھی کبار علماء ہیں، اس لیے مصنف کے نزدیک اس وقت ان کی حیات کو ماننے میں زیادہ حرج نہیں ہے اور اس کو رد کرنے میں شدت اختیار نہیں کرنی چاہیے۔''۵۷

اسی طرح مسجد میں سونے کے متعلق مذاہب فقہاء بیان کرنے کے بعد تجزیہ کرتے ہوئے قول راجح بیان کرتے ہیں آپ لکھتے ہیں:

''مصنف کے نزدیک حضرت ابن عباسؓ کا قول راجح ہے اور مسجد کو سونے کی جگہ اور مسجد میں سونے کی عادت نہیں بنانی چاہیے، الا یہ کہ کوئی شخص مسافر ہو یا اس کا کوئی گھر نہ ہو، کیونکہ جب آدمی سوتا ہے تو اس کے اعصاب ڈھیلے پڑ جاتے ہیں اور سوتے میں اس کی ہوا خارج ہو جاتی ہے اور بدبو پھیلتی ہے اور یہ مسجد کے آداب کے منافی ہے، صحابہ کرام سے جو مسجد میں سونا منقول ہے وہ ضرورت کی بناء پر تھا اور شاذ و نادر تھا، اس لیے حضرت ابن عباسؓ کے قول کے مطابق مسجد میں سونے کا معمول نہیں بنانا چاہیے، لوگ حرم شریف میں بھی سو جاتے ہیں، یہ زیادہ معیوب ہے۔''۵۸

۵۔ داعیانہ اور ناصحانہ اسلوب

علامہ سعیدی اپنے دل میں امت مسلمہ کی اصلاح کی تڑپ رکھتے ہیں، آپ ان کی زندگیوں اور اعمال میں اسلامی روح دیکھنا چاہتے ہیں، اس لیے آپ مسائل کے استنباط اور ان کی تحقیق و تدقین کے ساتھ ساتھ اکثر مقامات پر ان کو نصیحت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اذان کا جواب دینے کی بحث کے آخر میں آپ لکھتے ہیں:

''ہمارے زمانہ میں عوام کیا خواص بھی اس واجب پر عمل نہیں کرتے، اذان ہوتی رہتی ہے اور لوگ بے پرواہی سے اپنی باتوں اور اپنے کاموں میں مشغول رہتے ہیں، ہمیں چاہیے کہ ہم سب کام چھوڑ کر غور سے اذان کو سنیں اور اس کے کلمات کا جواب دیں، تاکہ ہم اپنے ہر کام اور ہر بات پر اللہ کے ذکر کو مقدم کریں اور اتباع رسول کے لیے ہر بات اور ہر کام کو ترک کر دیں اور وسیلہ کی دعا سے شفاعت کو

حاصل کریں۔'' ۵۹

۶۔سادہ اور عام فہم اسلوب

علامہ سعیدی کا اسلوب نہایت سادہ اور عام فہم ہے۔آپ نے پیچیدہ اور مشکل زبان کا استعمال نہیں کیا،اس کے تمام ابحاث خالص علمی نوعیت کے ہیں لیکن زبان و بیان کے سہل انداز کی وجہ سے عام ذہنی سطح کا قاری بھی اس سے بھرپور فائدہ اٹھا سکتا ہے۔علامہ سعیدی خود اس کی وضاحت کرتے ہوئے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

''اس میں اردو کی دیگر شروح حدیث کی طرح علمی یا اصطلاحی لب ولہجہ اختیار نہیں کیا گیا، بلکہ حتی الامکان زبان و بیان کو عام فہم رکھا گیا ہے اور کوشش کی گئی ہے کہ قارئین کے علمی اور عوامی تمام ہی طبقات اس سے نفع اندوز ہوسکیں۔'' ۶۰

شرح کا مطالعہ کرنے سے علامہ سعیدی کا یہ دعوی بالکل درست معلوم ہوتا ہے، حقیقتاً یہ شرح سادہ اور عام فہم اسلوب کی حامل ہے۔

۷۔علمی اسلوب

علامہ سعیدی کا اسلوب سادہ ہونے کے ساتھ ساتھ علمی بھی ہے،تمام ابحاث علمی نکات کا خزانہ معلوم ہوتے ہیں۔عام قاری کے لیے آپ سادہ دلائل پیش کرتے ہیں اور اہل علم کے لیے کتب فقہ سے اقتباسات پیش کرتے ہیں۔سماع کی بحث کے اختتام پر آپ لکھتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی عبارت ہر چند کہ کافی دقیق اور علمی ہے اور ہم جیسے عام لوگوں کی ذہنی سطح سے بلند ہے،تاہم اعلیٰ حضرت نے وہی لکھا ہے جو ہم اس سے پہلے قرآن مجید کی آیات،احادیث صحیحہ اور مفسرین،محدثین،ائمہ مذاہب اور دیگر فقہاء کی عبارت کو آسان انداز میں پیش کر چکے ہیں،عوام کے لیے یہ کافی ہے اور اہل علم کی ضیافت طبع کے لیے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے فتاویٰ سے اقتباس پیش کر دیا ہے۔'' ۶۱

نعمۃ الباری کے منہج واسلوب کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ آپ محدث، مفسر اور فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک پختہ اور منجھے ہوئے مصنف اور محقق بھی ہیں۔آپ دور جدید میں رائج تحقیق کے تمام اصولوں سے واقف ہیں اور انہی اصولوں کی بنیاد پر آپ نے یہ شرح لکھی ہے۔آپ کی تحریر سادہ اور عام فہم ہونے کے ساتھ ساتھ بہت سے علمی نکات اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہوتی ہے۔آپ کے منہج کی یہ خوبی ہے کہ آپ ہر نقطہ پر اس قدر تفصیلی بحث کرتے ہیں اور دلائل کا اس قدر انبار لگا دیتے ہیں کہ قاری کو کسی قسم کی تشنگی اور شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔تحقیق و

تدقین سے مزین آپ کے طرز اسلوب کی وجہ سے علمی اور تحقیقی دنیا میں اس شرح کو نمایاں مقام حاصل ہوا ہے۔

حوالہ جات

لسان العرب میں منہج کا معنی ''اطریق المستقیم'' ہے۔

۱۔ ابن منظور، جمال الدین، محمد بن مکرم انصاری، لسان العرب، بیروت: دار صادر، ۱۳۷۴ھ، ج:۲، ص:۳۸۳

۲۔ غلام رسول سعیدی، علامہ، نعم الباری، ج:۱۲، ص:۶۱

۳۔ ایضاً، ج:۱۱، ص:۶۷۔۶۳

۴۔ ایضاً، ج:۱۳، ص:۶۲۔۵۹

۵۔ ایضاً، ج:۱۳، ص:۳۷۴۔۳۶۸

۶۔ ایضاً، ج:۹، ص:۳۳۴۔۳۲۴

۷۔ ایضاً، ج:۱۴، ص:۴۹۳۔۴۷۹

۸۔ ایضاً، ج:۱۰، ص:۳۵۱

۹۔ ایضاً، ج:۱۰، ص:۳۵۲

۱۰۔ ایضاً، ج:۱، ص:۸۷۲

۱۱۔ ایضاً، ج:۵، ص:۶۱۳

۱۲۔ ایضاً، ج:۲، ص:۱۹۷

۱۳۔ ایضاً، ج:۲، ص:۱۷۔۶۸

۱۴۔ ایضاً، ج:۱، ص:۳۷۷

۱۵۔ ایضاً، ج۳، ص۹۵

۱۶۔ ایضاً، ج:۲، ص:۵۱۴۔۵۱۳

۱۷۔ ایضاً، ج:۲، ص:۵۱۴

۱۸۔ ایضاً، ج:۳، ص:۹۵

۱۹۔ ایضاً، ج:۳، ص:۸۷

۲۰۔ ایضاً، ج:۵، ص:۴۲۱

۲۱۔ ایضاً، ج:۱۴، ص:۵۹۸

۲۲۔ ایضاً، ج۲، ص۱۹۵

۲۳۔ ایضاً، ج:۲، ص:۲۳۵۔۲۳۴

۲۴۔ ایضاً، ج:۲،ص:۶۹۰

۲۵۔ ایضاً، ج۲،ص۴۲۲

۲۶۔ ایضاً، ج:۲،ص:۲۹۴

۲۷۔ ایضاً، ج:۲،ص:۲۹۷۔۲۹۶

۲۸۔ ایضاً، ج:۲،ص:۵۳۰

۲۹۔ النازعت:۴۱۔۴۰

۳۰۔ الرحمٰن:۴۶

۳۱۔ غلام رسول سعیدی، علامہ نعمۃ الباری، ج:۲،ص:۵۳۲

۳۲۔ المائدہ:۸۳

۳۳۔ غلام رسول سعیدی، علامہ نعمۃ الباری، ج:۲،ص:۵۳۲۔۵۳۰

۳۴۔ ایضاً، ج:۲،ص:۲۳۷۔۲۳۵

۳۵۔ ایضاً، ج:۲،ص:۴۶۶

۳۶۔ ایضاً، ج:۹،ص:۱۳۷

۳۷۔ ایضاً، ج:۹،ص:۴۶۳۔۴۶۲

۳۸۔ ایضاً، ج:۹،ص:۴۰۹۔۴۰۳

۳۹۔ ایضاً، ج:۲،ص:۲۶۳

۴۰۔ ایضاً، ج:۲،ص:۵۷۳

۴۱۔ ایضاً، ج:۲،ص:۳۸۲

۴۲۔ ایضاً، ج:۱۴،ص:۳۵۷

۴۳۔ ایضاً، ج:۴،ص:۵۲۱

۴۴۔ الانعام:۵۰

۴۵۔ غلام رسول سعیدی، علامہ نعم الباری، ج:۴،ص:۵۲۲۔۵۲۱

۴۶۔ ایضاً، ج:۲،ص:۵۱۶

۴۷۔ ایضاً، ج:۳،ص:۱۴۲

۴۸۔ ایضاً، ج:۴،ص:۲۰۸

۴۹۔ ایضاً، ج:۴،ص:۵۲۴

القاموس المحیط میں اسلوب کا معنی ''**الطریق**'' ہے۔

۵۰۔ الفیروزآبادی، محمد بن یعقوب، القاموس المحیط، بیروت: دارالجیل س۔ن، ج:۱، ص:۸۶

۵۱۔ سید عابد علی عابد، اسلوب، لاہور: سنگ میل پبلی کیشن، ۲۰۱۱ء، ص۴۲

۵۲۔ غلام رسول سعیدی، علامہ شرح صحیح مسلم، ج:۲، ص:۲۸۔۲۷

۵۳۔ غلام رسول سعیدی، علامہ نعمۃ الباری، ج:۱، ص:۸۳۶

۵۴۔ ایضاً، ج:۱، ص:۵۶۱

۵۵۔ ایضاً، ج:۱، ص:۵۶۲

۵۶۔ ایضاً، ج:۵، ص:۴۷

۵۷۔ ایضاً، ج:۶، ص:۴۵۵

۵۸۔ ایضاً، ج:۲، ص:۲۱۰

۵۹۔ ایضاً، ج:۲، ص:۴۷۶

۶۰۔ ایضاً، ج:۱، ص:۱۱۲

۶۱۔ ایضاً، ج:۱۳، ص:۳۶۲

فصل سوم:

نعمۃ الباری کے مآخذ

کسی بھی تصنیف کے علمی مقام کا تعین اس کے مندرجات اور مآخذ کی علمی اور اعتباری حیثیت سے متعین ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو نعمۃ الباری اپنے مآخذ کی تعداد اور ان کی علمی اور اعتباری حیثیت کی بنا پر علمی دنیا میں ایک ممتاز مقام رکھتی ہے۔ علامہ سعیدی اپنی ذات میں علم کا سمندر ہیں، موضوع تفسیر ہو یا حدیث، فقہ ہو یا تاریخ و سیرت آپ ہر ایک پر مکمل دسترس رکھتے ہیں۔ نعمۃ الباری میں آپ نے تقریباً ہر موضوع پر تفصیلی بحث کرتے ہوئے اس کے متعلق تمام معلومات فراہم کی ہیں۔ آپ صرف چند کتب کے مطالعہ کے بعد کوئی فیصلہ یا رائے قائم نہیں کرتے بلکہ اس کے متعلق مستند کتب کے حوالہ جات کا انبار لگا دیتے ہیں، جس کی بنا پر نعمۃ الباری قدیم و جدید کتب کے علمی مباحث کا خزینہ ہے۔ حدیث، تفسیر، فقہ، لغت، سیرت و تاریخ تمام موضوعات کی بنیادی اور مستند کتب سے آگاہی کے لئے نعمۃ الباری کی ماخذ و مراجع کی فہرست دیکھنا کافی ہے۔

مآخذ کی تعداد:

نعمۃ الباری کی پہلی جلد کے اختتام پر مآخذ کی تعداد ۲۲۴ ہے اور جلد نمبر سولہ کے اختتام پر دیئے گئے مآخذ کی کل تعداد ۴۹۰ ہے، آٹھویں اور نویں جلد میں ۸ کتب عقائد و کلام اضافی ہیں، اس طرح کل ماخذ کی تعداد ۴۹۸ ہے۔ ان کی تفصیل یہ ہے۔ کتب احادیث ۱۱۸، کتب تفاسیر ۳۴، شروح احادیث ۶۵، کتب اصول احادیث ۴، کتب اسماء الرجال ۲۰، کتب لغت ۲۵، کتب تاریخ، سیرت و فضائل ۳۰، کتب فقہ حنفی ۶۳، کتب فقہ شافعیہ ۶، کتب فقہ مالکیہ ۷، کتب فقہ حنبلی ۹، کتب فقہ غیر مقلدین ۵، کتب اصول فقہ ۱۱، مذاہب اربعہ ۶، کتب شیعہ ۱۲، اور کتب متفرقات ۶۰ ہیں۔ دوران تحقیق مزید مآخذ سامنے آئے ہیں جن سے علامہ سعیدی نے استفادہ کیا ہے ان کی تعداد ۹۵ ہے، ان کی تفصیل فصل کے اختتام پر دی گئی ہے۔

مآخذ کی حیثیت:

نعمۃ الباری حدیث کی شرح ہے لیکن جب ہم اس کی ماخذ و مراجع کی فہرست کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں اس میں کتب احادیث اور ان کی شروح کے ساتھ ساتھ دیگر فنون پر بھی بہت سی کتب نظر آتی ہیں جن سے علامہ سعیدی نے اس شرح میں استفادہ کیا ہے۔ اس فہرست میں تصوف کی کتب علامہ سعیدی کے صوفیانہ ذوق کو ظاہر کرتی ہیں۔ حدیث کی شرح میں تصوف کی کتب کا حوالہ اس شرح کو ایک منفرد مقام عطا کرتا ہے۔ اسی طرح اس شرح میں ہمیں سیرت اور تفسیر کی مستند کتب کے بھی کثیر حوالہ جات ملتے ہیں۔ علامہ سعیدی نے آیات کی وضاحت میں خود تفسیر کرنے کے ساتھ متقدمین و معاصرین کی تفاسیر سے بھی استفادہ کیا ہے جس کی وجہ سے اس شرح میں ہمیں ایک تفسیری رنگ واضح طور پر نظر آتا ہے۔ اسی طرح سیرت کے

مباحث میں ہمیں سیرت کی بنیادی اور مستند کتب کے حوالہ جات ملتے ہیں۔فہرست ماخذ ومراجع کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ سعیدی نے مستند اور معتمد کتب سے استفادہ کیا ہے۔مسائل کا استنباط مقصود ہو یا مخالف نقطہ نظر کی تردید، علامہ سعیدی اس کے لئے بنیادی کتب کی طرف رجوع کرتے ہیں، اسی لیے ہمیں نعمۃ الباری میں کثیر تعداد میں متقدمین کی مستند کتب کے حوالہ جات ملتے ہیں۔آپ نے ہر مذہب کی وضاحت اور اس کے دلائل بیان کرنے کے لیے اس مذہب کی اپنی کتب سے استفادہ کیا ہے، اس وجہ سے ہمیں جہاں مذہب حنفی کی کثیر کتب سے آگاہی ہوتی ہے وہیں ہم مذاہب ثلاثہ کے ساتھ غیر مقلدین اور اہل تشیع کی معتبر اور مستند کتب سے متعارف ہوتے ہیں۔سب سے زیادہ حوالہ جات ہمیں عمدۃ القاری اور فتح الباری کے ملتے ہیں اور ان دونوں کی حیثیت مسلّم ہے۔اگر چہ آپ نے ثانوی ماخذ سے بھی استفادہ کیا ہے لیکن اس کی مکمل تحقیق کے بعد، اسی لئے آپ کئی مقامات پر علماء کے علمی مسامحات کی نشاندہی کرتے نظر آتے ہیں، اسی کے ساتھ اگر کسی نے کوئی عمدہ علمی نقطہ بیان کیا ہے تو آپ اس کی تعریف کرنے میں بخل سے کام نہیں لیتے۔علامہ سعیدی متقدمین کی کتب پر مکمل تحقیقی نظر رکھنے کے ساتھ ساتھ معاصرین کی کتب پر بھی مکمل تنقیدی و تجزیاتی نظر رکھتے ہیں۔اس کے بارے میں آپ خود لکھتے ہیں کہ:

> ''اس وقت کراچی میں صحیح بخاری کی تین اردو شروحات لکھی جارہی ہیں، دار العلوم کراچی میں شیخ تقی عثمانی انعام الباری کے نام سے شرح لکھ رہے ہیں، جامعہ فاروقیہ کراچی میں شیخ سلیم اللہ خان کشف الباری کے نام سے لکھ رہے ہیں اور دار العلوم نعیمیہ، کراچی میں نعمۃ الباری کے نام سے یہ نا کارہ اس کی شرح لکھ رہا ہے۔میں گاہے گاہے اول الذکر شرحوں کو دیکھتا رہتا ہوں اور جہاں میری نظر میں کوئی چیز غلط ہوتی ہے، میں اس پر تنبیہ کر دیتا ہوں۔'' [۱]

اسلوب حوالہ جات:

علامہ سعیدی اصول تحقیق سے مکمل طور پر آگاہ ہیں اسی لئے آپ کا حوالہ دینے کا انداز تحقیق کے جدید اصولوں کے عین مطابق ہے۔آپ کے حوالہ دینے کا طریقہ تقریباً ہر مقام پر ایک جیسا ہے، ذیل میں امثال کے ذریعے آپ کے اسلوب حوالہ جات کی وضاحت کی گئی ہے۔

عبارت کے آغاز پر آپ مصنف کا پورا نام لکھتے ہیں، اس کے اصل نام کے ساتھ اس کا مشہور نام، اس کا رتبہ مثلاً علامہ، حافظ، شیخ، امام، قاضی، شمس الائمہ وغیرہ لکھتے ہیں، مثلاً

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی [۲]

اسی طرح آپ نام کے ساتھ کبھی عہدہ بھی بیان کر دیتے ہیں مثلاً

شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی [۳]

نام لکھنے کے ساتھ آپ اس مصنف کا سن وفات بھی لکھتے ہیں، جس سے یہ جاننے میں مدد ملتی ہے کہ مصنف کا تعلق کس دور سے تھا، مثلاً

امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ [۴]

آپ کے حوالہ دینے کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ مصنف کا مذہب بھی بیان کرتے ہیں، جس سے آپ کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ مختلف مسائل میں جب ان علماء کی آراء بیان کی جائیں تو مذہب کی وضاحت سے یہ آسانی ہو جائے کہ مختلف مکاتب فکر اس بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں۔

امام محمد بن ادریس الشافعی المتوفی ۲۰۴ھ [۵]

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ [۶]

عبارت کے اختتام پر آپ کتاب کا مکمل حوالہ دیتے ہیں، اس کے لئے آپ کتاب کا نام، جلد نمبر، صفحہ نمبر، مکتبہ، اور سن اشاعت لکھتے ہیں، مثلاً

عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۳۰۴۔۳۰۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ [۷]

تقریباً تمام مقامات پر آپ کے حوالہ دینے کا یہی طریقہ چند مقامات پر آپ نے مختلف طریقہ سے حوالہ دیا ہے، مثلاً عبارت کے شروع میں مصنف کا نام نہیں لکھا اور آخر میں کتاب کا مکمل حوالہ دے دیا ہے۔ مثال کے لئے دیکھیں جلد نمبر ۳ صفحہ نمبر ۹۲۔

آخری جلدوں میں علامہ سعیدی کے حوالہ دینے کا طریقہ کچھ مختلف ہے، مثلاً آپ ہیڈنگ میں لکھتے ہیں، صحیح بخاری: ۵۳۴۱ کی شرح از علامہ ابن بطال اس کے بعد نام کا مکمل حوالہ دے کر اس شرح کے تمام اہم مباحث بیان کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد دوسرے شارح کے نام کی ہیڈنگ سے اس شرح کے تمام مباحث بیان کر دیتے ہیں، مثال کے لیے دیکھیں جلد نمبر ۱۰ صفحہ نمبر ۱۸۷۔

حوالہ کے اندر دیگر حوالہ جات کی تخریج کرتے ہوئے آپ صرف کتاب کا نام، جلد نمبر اور صفحہ نمبر لکھتے ہیں۔

مصنف اور کتاب کا پورا حوالہ دینے کے بعد آپ اس کی پوری عبارت نقل کرتے ہیں، عبارت نقل کرنے کے دوران اگر وضاحت کے لیے آپ نے اپنی طرف سے کچھ بیان کرنا ہوں تو اس کو آپ بریکٹ میں لکھتے ہیں اور آخر پر ''سعیدی غفرلہ'' لکھ دیتے ہیں۔ مثال کے لیے دیکھیں، جلد نمبر ۹ صفحہ نمبر ۲۷۷۔

آیات قرآنیہ کو بیان کرنے کے لئے آپ آیت کا مکمل عربی متن لکھنے کے بعد بریکٹ میں سورۃ کا نام اور آیت نمبر لکھتے ہیں، اور آیت کا مکمل ترجمہ بھی لکھتے ہیں۔

احادیث کو بیان کرنے کے لیے آپ عربی متن نہیں لکھتے صرف ترجمہ لکھنے کے بعد حدیث کی کتاب کا نام اور حدیث نمبر

بیان کرتے ہیں۔

جب آپ کسی کا حوالہ نقل کرتے ہیں تو اس کو بغیر غور وفکر کیے آنکھیں بند کر کے نقل نہیں کرتے بلکہ اس کے مواد اور بیان کردہ حوالہ جات کی مکمل تحقیق کے بعد اس کو بیان کرتے ہیں، اگر کسی نے غلط حوالہ نقل کیا ہو تو آپ اس کی نشاندہی کرتے ہوئے درست حوالہ بیان کرتے ہیں، اسی طرح اگر کسی نے کوئی عبارت نقل کی ہے اور اس کو اس کے اصل مصنف کی طرف منسوب نہیں کیا تو علامہ سعیدی اس کی نشاندہی کرتے ہوئے عبارت کو اصل مصنف کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر آپ اقتباس نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

> ''میں کہتا ہوں: یہ پوری عبارت علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ ھ کی ہے جیسا کہ شرح ابن بطال ج ۶ ص ۱۲۲۔۱۲۱ میں مذکور ہے۔ علامہ ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ ھ نے اس پوری عبارت کو من وعن اور حرف بہ حرف شرح ابن بطال سے نقل کیا ہے اور ابن بطال کا حوالہ نہیں دیا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۳۰ ص ۳۳۰۔۳۲۹) اور علامہ عینی نے اس عبارت کے پہلے حصہ کو تو علامہ ابن بطال کی طرف منسوب کیا ہے جیسا کہ واقع میں یہ علامہ ابن بطال کی تحریر ہے، اور ''وفی التوضیح'' سے کہہ کر علامہ ابن ملقن سے نقل کیا ہے حالانکہ یہ پوری عبارت بھی شرح ابن بطال میں مذکور ہے۔''۸

اسی طرح اگر کسی حوالہ میں کوئی بات اجمالاً کسی دوسرے حوالے سے بیان کی گئی ہو تو آپ اس عبارت کو اصل ماخذ سے مکمل بیان کرتے ہیں تاکہ تفہیم میں آسانی ہو، مثال کے طور پر علامہ عینی نے ''المحیط البرہانی'' کی عبارت مختصر طور پر بیان کر دی ہے، آپ المحیط کی مکمل عبارت تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔ ۹

نعمۃ الباری میں ہر جلد کے اختتام پر ماخذ و مراجع کی فہرست موجود ہے۔ جن کی کل تعداد ۴۹۰ ہے، یہ فہرست مصنفین کے سن وفات کے اعتبار سے ترتیب دی گئی ہے۔ ان دیئے گئے ماخذ کے علاوہ دوران تحقیق مزید ماخذ سامنے آئے ہیں، جن سے علامہ سعیدی نے دوران شرح استفادہ کیا ہے۔

ان ماخذ کی فہرست درج ذیل ہے۔

کتب احادیث وشروح

۱۔ علامہ محمد عبدالرحمان السخاوی متوفی ۹۰۲ ھ، المقاصد الحسنہ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۷ھ

۲۔ علامہ شمس الدین محمد بن عبدالرحمان السخاوی التوفی ۹۰۲ھ، المقاصد السنۃ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۷ھ

۳۔ شمس الحق عظیم آبادی، حاشیہ سنن دارقطنی، نشر السنۃ، ملتان

۴۔ شیخ ظہور الباری اعظمی فاضل دارالعلوم دیوبند، تفہیم البخاری، دارالاشاعت، کراچی
۵۔ محمد داؤد راز، ترجمہ تشریح صحیح بخاری، مکتبہ قدوسیہ، لاہور
۶۔ شیخ محمد صدیق خان بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ، السراج الوہاج فی کشف مطالب مسلم بن حجاج، دارالکتب العلمیہ بیروت
۷۔ شیخ تقی عثمانی، دروس ترمذی، مکتبہ دارالعلوم، کراچی ۱۴۶۳ھ
۸۔ علامہ سلیمان بن عبدالوہاب متوفی ۱۲۰۸ھ، الصواعق الالھیة، مکتبہ ایشیق، استنبول
۹۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی متوفی ۱۱۷۶ھ، رسالہ شرح تراجم ابواب البخاری صحیح البخاری، مکتبہ رحمانیہ، لاہور
۱۰۔ امام ابوعلی غسانی، التنبیہ علی الاوہام الواقعہ فی الصحیح للبخاری، مطبعۃ النجاح
۱۱۔ علامہ ابوعبداللہ محمد یوسف مالکی المتوفی ۸۹۷ھ، التاج والاکلیل لمختصر الخلیل، مکتبۃ النجاح، لیبیا، طرابلس
۱۲۔الشیخ محمد علی الصابونی، الشرح المیسر لصحیح البخاری المسمی الدررواللآلی بشرح صحیح البخاری المکتبۃ العصریہ، لبنان، ۱۴۳۲ھ
۱۳۔ علامہ غلام رسول رضوی متوفی ۱۴۲۲ھ، تفہیم البخاری، الجدہ پرنٹرز لاہور
۱۴۔ علامہ محمد الشربینی الشافعی، تکملۃ المجموع شرح المھذب، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۳ھ
۱۵۔ علامہ شعیب الارنؤوط، حاشیہ مسند احمد، موسسۃ الرسالۃ بیروت

کتب تفاسیر

۱۶۔ علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی المتوفی ۴۵۰ھ، النکت والعیون، دارالکتب العلمیہ، بیروت
۱۷۔ مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ، معارف القرآن، ادارۃ المعارف، کراچی ۱۹۹۳ھ
۱۸۔ امام ابوالحسن مقاتل بن سلیمان البلخی المتوفی ۱۵۰، تفسیر مقاتل بن سلیمان، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ
۱۹۔ حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر، دارالفکر بیروت، ۱۴۱۹ھ
۲۰۔ علامہ بغوی متوفی ۵۱۶ھ، معالم التنزیل، داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۰ھ
۲۱۔ شیخ عبدالستار دہلوی، تفسیری حواشی، دارالسلام محمدی مسجد برنس روڈ، کراچی
۲۲۔ مفتی تقی عثمانی، آسان ترجمہ قرآن مکتبہ معارف القرآن، کراچی ۱۴۲۹ھ
۲۳۔ امام عبدالرزاق، تفسیر عبدالرزاق
۲۴۔ شیخ امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، فاران فاونڈیشن لاہور، پاکستان، ۱۴۰۹ھ
۲۵۔علامہ ابوعبدالحق عطیہ الاندلسی المالکی المتوفی ۵۴۱ھ، المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز، دارابن حزم بیروت، ۱۴۳۳ھ
۲۶۔ علامہ ابواللیث نصر بن محمد السمرقندی الحنفی المتوفی ۳۷۵ھ، بحر العلوم تفسیر السمرقندی، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۳ھ

۲۷۔ صلاح الدین یوسف، حاشیہ شیخ صلاح الدین بر ترجمہ شیخ جونا گڑھی، شاہ فہد پرنٹنگ کمپلیکس

۲۸۔ سید محمد قطب شہید ۱۳۸۵ھ، فی ظلال القرآن، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۳۸۶ھ

۲۹۔ شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی متوفی ۴۶۰ھ، التبیان، داراحیاء التراث العربی، بیروت

۳۰۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی متوفی ۱۲۳۹ھ، تفسیر عزیزی

کتب فقہ

۳۱۔ علامہ یوسف بن عمر بن یوسف الصوفی الکماروی، جامع المضمرات والمشکلات شرح مختصر القدوری، مکتبہ الغزالی کوئٹہ

۳۲۔ علامہ احمد بن محمد بن جعفر البغدادی القدوری، المتوفی ۴۲۸ھ مختصر القدوری، ادارۃ القرآن، کراچی، ۱۴۲۲ھ

۳۳۔ علامہ احمد بن عبدالرحمان البناء المتوفی ۱۳۷۸، الفتح الربانی، بیت الافکار الدولیۃ، اردن، ۲۰۰۷ء

۳۴۔ علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ، حاشیۃ الدرر والغرر، مطبوعہ مطبعہ عامرہ شرفیہ مصر، ۱۳۰۴ھ

۳۵۔ علامہ خوارزمی حنفی، الکفایہ علی ہامش فتح القدیر، مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر

۳۶۔ علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ، مراقی الفلاح شرح نورالایضاح، المکتبۃ الغوثیہ، کراچی

۳۷۔ علامہ قاسم بن قلطو بغا المصری الحنفی المتوفی ۸۷۹ھ، التصحیح والترجیح علی مختصر القدوری، مکتبہ اسلامیہ، کوئٹہ، ۱۴۲۲ھ

۳۸۔ امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۲ھ، کتاب الخراج، المطبعۃ السّلفیہ ومکتبتھا ۲۱ شارح الفتح، بالروضہ

۳۹۔ مفتی اول عزیز الرحمٰن، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند مدلل مکمل، دارالاشاعت، کراچی

۴۰۔ مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ، فتاوی دارالعلوم دیوبند، دارالاشاعت، کراچی، ۱۹۷۷ھ

۴۱۔ علامہ شمس الدین عبدالرحمٰن بن محمد بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۸۲ھ، الشرح الکبیر، دارالحدیث قاہرہ، ۱۴۲۵ھ

۴۲۔ شیخ عبدالسلام چاٹ گامی رئیس دارالافتاء جامعۃ الاسلام بنوری ٹاؤن، کراچی، جواہر الفتاویٰ، ادارۃ القرآن، کراچی

۴۳۔ شیخ طباطبائی، حاشیہ الاصول من الکافی، مطبوعہ، دارالکتب، الاسلامیہ، تہران

۴۴۔ شیخ محمد تقی عثمانی، فتاوی عثمانی، مکتبہ معارف القران، کراچی

۴۵۔ علامہ زین الدین بن ابراہیم بن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ، الاشباہ والنظائر فی الفقہ الحنفی، قدیمی کتب خانہ، کراچی

۴۶۔ علامہ علاؤ الدین محمد بن علی حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، الدرالملتقی علی ملتقی الابحر، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی

۴۷۔ علامہ عبیداللہ بن مسعود حنفی متوفی ۷۴۷ھ، النقایہ

۴۸۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، جدالممتار، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، ۱۴۰۶ھ

۴۹۔ شیخ محمد بن ابوبکر ابن قیم جوزی حنبلی متوفی ۷۵۱ھ، جامع الفقہ، دارالوفاء

۵۰۔ الشیخ علی بن احمد الفوری، خزانۃ الروایات

کتب عقائد

۵۱۔ امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت، متوفی ، ۱۵۰ھ، الفقہ الاکبر مع شرح الفقہ الاکبر مطبعہ مصطفیٰ البابی، مصر

۵۲۔ علامہ محمد بن احمد السفارینی متوفی ، ۱۱۸۸، لوامع الانوار، مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت، ۱۴۱۱ھ

۵۳۔ شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی، کشف الشبہات، مکتبۃ السّلفیہ بالمدینۃ المنورۃ ۱۳۸۹ھ

۵۴۔ علامہ سیالکوٹی، حاشیہ السیالکوٹی علی الخیالی، مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنو

۵۵۔ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی، ۱۳۴۰ھ، خالص الاعتقاد، مطبوعہ، امام احمد رضا اکیڈمی، کراچی

کتب تصوف

۵۶۔ علامہ زین الدین ابن رجب حنبلی متوفی ، ۷۹۵، لطائف المعارف، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ المکرمہ، ۱۴۱۸ھ

۵۷۔ سید محمد بن محمد الحسینی الزبیدی، متوفی، ۱۳۰۵ھ، اتحاف السادۃ المتقین ، داراحیاء العربی، بیروت، ۱۴۱۴ھ

۵۸۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی، متوفی ، ۱۰۵۲ھ، مکتوبات علی ھامش اخبار الاخیار، ہند

۵۹۔ امام غزالی شافعی، احیاء العلوم، دارالمعرفۃ، بیروت

۶۰۔ حافظ شمس الدین ابوعبداللہ بن قیم جوزیہ حنبلی متوفی ، ۷۵۱ھ، الروح، مطبوعہ دارالحدیث، قاہرہ، ۱۴۱۰ھ

۶۱۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حنفی، متوفی ، ۱۱۷۶ھ، انفاس العارفین، اسلامک بک فاونڈیشن، لاہور، ۱۳۹۸ھ

۶۲۔ سیدی عبدالعزیز دباغ عارف کامل، الابریز، دارالکتب العلمیہ ، بیروت، ۱۴۲۳ھ

۶۳۔ امام ابومحمد عبداللہ بن مسلم ابن قتیبہ متوفی ، ۲۷۶ھ، المعارف، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی

۶۴۔ امام ابوالفرج عبدالرحمٰن بن الجوزی الحنبلی المتوفی ، ۵۹۷ھ، تلبیس ابلیس، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ ، بیروت، ۱۴۱۸ھ

۶۵۔ شیخ اسمٰعیل دہلوی متوفی ، ۱۲۴۶ھ، صراط مستقیم اردو، ملک سراج دین لاہور

۶۶۔ شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ، ۱۳۶۴ھ، بوادر النوار، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور

کتب تاریخ وسیرت

۶۷۔ نواب صدیق حسن خان بھوپالی متوفی ، ۱۳۰۷ھ، الشمامۃ العنبریہ من مولد خیر البریہ

۶۸۔ علامہ عبدالرحمان بن محمد بن خلدون متوفی ۸۰۸ھ، تاریخ ابن خلدون، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۹ھ

۶۹۔ شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ، ۱۳۶۴ھ، نشر الطیب ، مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ، کراچی

۷۰۔ علامہ نور بخش توکلی متوفی ، ۱۳۶۷ھ، سیرت رسول عربی، مطبوعہ فرید بک سٹال، لاہور

۷۱۔ علامہ شبلی نعمانی، سیرت النبی، مطبوعہ دارالاشاعت، کراچی، ۱۹۸۵ء

۷۲۔ علامہ علی بن برہان الدین حلبی، متوفی ۱۰۴۴ھ، سیرۃ حلبیہ، مطبعہ مصطفیٰ البابی واولادہ، مصر
۷۳۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، متوفی ۱۱۷۶ھ، الدرالثمین فی مبشرات ال نبی ﷺ، خان قاہ کلیمی کلال محل دہلی
۷۴۔ مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی، نورالایمان، ہند

کتب لغت، اسماء الرجال

۷۵۔ حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، الدرالاکامنہ، مطبوعہ دارالجیل، بیروت
۷۶۔ ابن حجر عسقلانی، لسان المیز ان، موءسستہ الاعلمی للمطبوعات، ۱۳۹۰ھ
۷۷۔ حکیم مظفر حسین اعوان، کتاب المفردات، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور
۷۸۔ امام ابوعبداللہ شمس الدین محمد الذہبی المتوفی ۷۴۸ھ، تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی، بیروت
۷۹۔ علامہ تاج الدین عبدالوہاب بن علی بن عبدالکافی السبکی، طبقات الشافعیہ الکبری، داراحیاء الکتب العربیہ

متفرقات

۸۰۔ شیخ نصیرالدین ابوجعفر محمد بن الطّوسی متوفی ۶۷۲ھ، شرح تجرید
۸۱۔ شیخ اشرف علی تھانوی، متوفی ۱۳۶۲ھ، بہشتی زیور، ناشران قرآن لمٹیڈ، لاہور
۸۲۔ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت متوفی ۱۳۴۰، حدائق بخشش، فرید بک سٹال، لاہور
۸۳۔ شیخ محمد یوسف لدھیانوی متوفی ۲۰۰۰ھ، آپ کے مسائل اوران کا حل، مکتبہ لدھیانوی، کراچی ۲۰۰۲ء
۸۴۔ حضرت پیر مہر علی شاہ قدس سرہ، سیف چشتیائی
۸۵۔ ڈاکٹر کیپٹن اختر ایف۔آر۔سی۔ایس (لندن) ایلوپیتھک پریکٹس آف میڈیسن، منہاس پبلشرز ۱۹۹۵ء
۸۶۔ سید احمد سعید کاظمی، مقالات کاظمی
۸۷۔ امام محمد بن محمد جزری متوفی ۸۳۳، حصن حصین معہ تحفۃ الذاکرین، مطبع مصطفیٰ البابی، واولادہ مصر، ۱۳۵۰ھ
۸۸۔ حاجی امداداللہ مہاجر مکی، فیصلہ ہفت مسئلہ
۸۹۔ علامہ تقی الدین ابوبکر حصنی دمشقی متوفی ۸۲۹ھ، کتاب دفع شبہ من شبہ وتمرد، مطبعہ دارالکتب العربیہ، حلب، ۱۳۵۰ھ
۹۰۔ علامہ عبدالقادر رافعی، تقریرات رافعی، داراحیاء التراث العربی، بیروت
۹۱۔ ابن بطوطہ، رحلہ ابن بطوطا، مطبوعہ داراحیاء العلوم، بیروت
۹۲۔ روزنامہ ایکسپریس کراچی ۱۹ جولائی ۲۰۱۲ء ۲۸ شعبان ۱۴۳۳ھ،
۹۳۔ اسلامی انسائیکلوپیڈیا طبع کراچی
۹۴۔ روزنامہ جنگ کراچی

۹۵۔ وکی پیڈیا انسائیکلو پیڈیا

علامہ سعیدی کے حوالہ جات بیان کرنے کا اسلوب تحقیقی ہے۔آپ کے بیان کردہ حوالہ جات اس قدر مکمل اور درست ہیں کہ اگر قاری اصل ماخذ کی طرف رجوع کرنا چاہے تو آسانی سے کرسکتا ہے،مکمل اور کثیر حوالہ جات کی وجہ سے نئے محققین کے لئے اس شرح میں بہت مواد موجود ہے۔آپ نے تمام حوالہ جات اور ماخذ ومراجع کی فہرست مصنف کے سنین وفات کے اعتبار سے ترتیب دی ہے،اس کا فائدہ یہ ہے کہ قاری کو علم ہوجاتا ہے کہ مصنف کا تعلق کس دور سے ہے اور ہر دور کے جید علماء سے واقفیت ہوجاتی ہے۔ماخذ ومراجع پر اتنی گہری نظر اور باریک بینی آپ ہی کا خاصہ ہے۔اسی طرح ماخذ ومراجع کی تعداد پر نظر ڈالنے سے آپ کے وسعت مطالعہ اور ذوق مطالعہ کا اندازہ ہوتا ہے،یہی چیز کسی محقق کے علمی مقام کا تعین کرتی ہے۔حرف آخر یہ ہے کہ آپ کے حوالہ جات کثیر،مستند اور معتبر ہونے کے ساتھ متقدمین اور معاصرین کی کتب کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ غلام رسول سعیدی، علامہ، نعمۃ الباری، ج ۷، ص ۶۱۹
۲۔ ایضاً، ج:۳، ص:۸۵
۳۔ ایضاً، ج:۱۰، ص:۴۸۳
۴۔ ایضاً، ج:۱۰، ص:۲۵۳
۵۔ ایضاً، ج:۱۰، ص:۴۸۲
۶۔ ایضاً، ج:۱۰، ص:۴۸۹
۷۔ ایضاً، ج:۱۴، ص:۶۴۷
۸۔ ایضاً، ج:۱۴، ص:۶۴۶
۹۔ ایضاً، ج:۲، ص:۱۴۵

فصل چہارم:

صاحب نعمۃ الباری کے تفردات

''تفردات'' تفرد کی جمع ہے، اور تفرد فرد سے نکلا ہے، جس کے معنی اکیلے اور واحد کے ہیں۔ لسان العرب میں ہے:

﴿فرد﴾ الله تعلیٰ وتقدس وهو الفرد، وقد تفرد بالامر دون خلقه.

الله تعلیٰ هو الواحد الذی لا نظیر له ولا مثل ولا ثانی.

والفرد :الوتر

والفريد ، بغيرها ، الجوهرة النفيسة كانها مفردة فی نوعها.[1]

تفرد کسی بھی شخصیت میں وہ وصف یا خوبی ہوتی ہے جو اسے دیگر شخصیات سے ممتاز اور منفرد بناتی ہے۔ تفردات دراصل وہ باتیں یا خیالات ہوتے ہیں جو کسی علمی شخصیت کی جانب سے روایت سے ہٹ کر آئے یا کوئی ایسی رائے جو کسی علمی شخصیت کی علمی دلائل کی بنیاد پر جمہور اہل علم کی رائے سے الگ انفرادی بات ہو۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ کسی کی جانب سے کہی گئی بات حتمی اور لازمی طور پر درست ہو، ان نظریات سے دیگر علماء کا اختلاف بھی ہو سکتا ہے اور اس کی تائید بھی، اس کا درست یا غلط ہونا ایک الگ بات ہے۔ فقہی، علمی و فکری مسائل میں باہمی اختلاف ایک فطری عمل ہے۔ اور ہر دور میں ارباب علم و دانش کا معمول رہا ہے کہ وہ اختلاف رائے کے حق کا احترام کرتے تھے اور دلیل اور منطق کے ساتھ اس اختلاف کا اظہار کرتے تھے۔

تفرد اختیار کرنا ہر کسی کا کام نہیں ہے، اس کے لئے قرآن، حدیث، فقہ تاریخ اور دیگر علوم میں مہارت کے ساتھ ساتھ تحقیقی انداز اپناتے ہوئے اجتہادی بصیرت درکار ہوتی ہے۔ امت مسلمہ کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس کا دامن ایسی عظیم المرتبت بزرگ ہستیوں سے کبھی خالی نہیں ہوا، ہر دور میں ایسی ہستیاں موجود رہی ہیں جنہوں نے اپنی فکری و اجتہادی بصیرت سے نئی راہیں کھولی ہیں اور لوگوں کے لیے ہر دور میں دین اسلام کو قابل عمل بنایا ہے۔ علامہ سعیدی کا شمار بھی انہی لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے بہت سے مسائل میں فقہی بصیرت کا استعمال کرتے ہوئے انفرادی رائے اختیار کی ہے۔ اسی طرح آپ نے بعض مسائل پر منفرد تحقیق کی ہے۔ ذیل میں آپ کے تفردات کو مختصر طور پر بیان کیا جائے گا۔ علامہ سعیدی نے ان تفردات کو خود بیان کیا ہے، ان تفردات کو آپ نے درج ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے یہ بحث مصنف کے خصائص میں سے ہے، اس مسئلہ میں میرا مختار یہ ہے، یہ بحث صرف نعمۃ الباری کی خصوصیت ہے، یہ حکمتیں اللہ تعالیٰ نے صرف اس ناکارہ کے قلب پر القاء فرمائی ہیں، میں نے جو کچھ لکھا ہے یہ میری منفرد رائے ہے، اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے رسول کی چشم کرم سے میں اس اشکال کے حل میں منفرد ہوں۔

۱۔ حضرت عمرؓ نے اپنے رب کی تین باتوں میں موافقت کی

بخاری کی حدیث میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے کہا میں نے اپنے رب کی تین باتوں میں موافقت کی۔اس پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر نے یہ کیوں کہا جب کہ ان کی موافقت میں آیات نازل ہوئی تھیں،اور حضرت عمرؓ کی موافقت میں نازل ہونے والی آیات کی تعداد تین نہیں بلکہ زیادہ ہے،علامہ سعیدی نے ان اعتراضات کے جوابات اور اس حدیث کی شرح میں جن مباحث پر بحث کی ہے آپ خود رقم طراز ہیں کہ کسی اور شرح میں یہ بحث نہیں ہے۔

علامہ سعیدی ان تین آیات کے علاوہ مزید پانچ آیات جو حضرت عمرؓ کی موافقت میں نازل ہوئی تفصیل سے بیان کرتے ہیں،اس کے علاوہ آپ نے مقالات سعیدی کا حوالہ دیا ہے جہاں مزید سولہ آیات بیان کی گئی ہیں جو حضرت عمر کی موافقت میں نازل ہوئی۔اس کے علاوہ حدیث میں ذکر ہے کہ نبی ﷺ کی ازواج غیرت میں اکھٹی ہوگئیں،اس کا کیا معنی ہے نیز اس واقعہ کی تفصیل جن احادیث میں آئی ہے ان کو بحوالہ نقل کیا ہے۔ان احادیث میں ہے کہ ازواج نے آپ ﷺ سے حیلہ کیا اور آپ ﷺ سے کہا،آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ آپ سے یہ کیسی بو آ رہی ہے؟اس پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ ازواج نے آپ سے جھوٹ بولا،اس کی وضاحت میں آپ لکھتے ہیں کہ:

> ''اگر اس حدیث پر یہ اعتراض کیا جائے کہ پھر لازم آئے گا کہ ازواج مطہرات نے نبی ﷺ سے جھوٹ بولا،اس کا جواب یہ ہے کہ جھوٹ تب ہوتا جب وہ آپ کو یہ خبر دیتیں کہ آپ نے مغافیر کھایا ہے،جب کہ انہوں نے نبی ﷺ سے پوچھا تھا: کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ یہ آپ کی منہ سے کیسی بو آ رہی ہے؟انہوں نے یہ بات سوالیہ انداز میں کہی اور حروف استفہام کو ذکر نہیں کیا،اور اس کو انہوں نے حیلہ سے تعبیر کیا،یعنی یہ آپ کو شہد پینے سے یا حضرت زینب بنت جحشؓ کے پاس زیادہ ٹھہرنے سے روکنے کی خفیہ تدبیر تھی اور حیلہ کرنا جائز ہے،جیسے حضرت یوسفؑ نے بنیامین کو اپنے پاس روکنے کے لیے حیلہ کیا تھا،اسی طرح حضرت عائشہ اور حضرت حفصہؓ نے یہ تدبیر اس لیے اختیار کی تا کہ وہ نبی ﷺ کو زیادہ دیر اپنے پاس ٹھرا سکیں۔''[۲]

اس تمام بحث کے بعد آپ لکھتے ہیں کہ یہ بحث مصنف کے خصائص میں سے ہے اور کسی شرح میں نہیں ہے۔

۲۔لعنت کی قسمیں

علامہ سعیدی نے باب القضاء والعان کے تحت لعان کا معنی اور اس کی قسمیں بیان کی ہیں لعان کی یہ اقسام آپ کی انفرادیت ہے،آپ لکھتے ہیں کہ:

''لعان،لعن کا مصدر ہے،اور''لعن'' کا معانی ہے: دھتکارنا اور دور کرنا اور اس کی دو قسمیں ہیں،کلیۃً اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنا،اور یہ دائمی عذاب ہے،لعنت کی یہ قسم کفار کے ساتھ مخصوص ہے اور اس معانی میں شخصی طور پر صرف اسی پر لعنت کی جاسکتی ہے جس کی کفر پر موت معلوم ہو،جیسے ابو جہل اور ابولہب وغیرہ اور صفات پر بالعموم لعنت کرنا جائز ہے،جیسے جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اور ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو،اور لعنت کی دوسری قسم ہے: اللہ تعالیٰ کی رضا اور قرب خاص سے دور کرنا ،یہ لعنت فاسق مسلمان پر کرنا بھی جائز ہے۔۔۔۔لعان باب مفاعلہ کا مصدر ہے اور اس کا خاصہ ہر فریق کا ماخذ میں اشتراک ہے،سواس کا معنی ہے: ہر فریق کا ایک دوسرے پر لعنت کرنا ''[۳]

لعنت کی ان دو اقسام بیان کرنے کے بعد علامہ سعیدی نے لعان کی تفصیل قرآنی آیات کی روشنی میں فراہم کی ہے اور لعان کرنے کو لعنت کی دوسری قسم میں شمار کیا ہے یعنی اللہ کی رضا اور قرب خاص سے دوری، کیونکہ لعان کرنے والے خاوند اور بیوی دونوں مسلمان ہیں اور مسلمان کو دائمی عذاب نہیں ہوگا۔اسی دلیل کی بنا پر آپ نے یزید پر لعنت کرنے کو بھی دوسری قسم میں شمار کیا ہے۔

۳۔جمعہ کی کس اذان پر سعی واجب ہے

علامہ سعیدی اس بات کے قائل ہیں کہ دین کو لوگوں کے لئے آسان بنا کر پیش کرو تا کہ لوگ اس کی طرف مائل ہوں نہ کہ اس سے متنفر ہوں،اسی لئے تقریباً ہر مسئلہ میں آپ ''**یسروا والا تعسروا**'' پر عمل کرتے نظر آتے ہیں۔جمعہ کے دن کس اذان پر خرید وفروخت حرام ہو جاتی ہے اور مسجد کی طرف چل کر جانا واجب ہو جاتا ہے،اس مسئلہ میں آپ کا مختار یہ ہے کہ اذان ثانی یعنی جب خطیب منبر پر بیٹھ جائے اور اس کے سامنے جو اذان دی جائے اس پر سعی واجب ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں اور حضرت عثمانؓ کے دور اول تک یہی اذان تھی اور اسی میں مسلمانوں کے لئے آسانی ہے۔[۴]

۴۔نماز میں تعظیم رسول اللہ ﷺ

نماز میں رسول اللہ ﷺ کا تصور تعظیم کے ساتھ آنا،علماء غیر مقلدین کے نزدیک ناجائز بلکہ حرام ہے اور انہوں نے اس مسئلہ میں بہت شدت اختیار کی ہے جب کہ نماز میں حضور ﷺ کا خیال آنا ایک فطری عمل ہے، کیونکہ نماز میں درود پاک بھی پڑھا جاتا ہے اور قرآن کریم کی تلاوت بھی ہوتی ہے اور قرآنی آیات میں حضور ﷺ کا ذکر مبارک موجود ہے تو پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ آپ ﷺ کا تصور نماز میں نہ آئے۔علامہ سعیدی نے اس مسئلہ پر تحقیق کرتے ہوئے،عین حالت نماز میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کے متعلق احادیث بیان کی ہیں جن میں یہ تصریح ہے کہ صحابہ کرام نے عین حالت نماز میں نبی ﷺ

کی تعظیم کی تھی جس کی بنا پر یہ عمل جائز ہے مزید آپ نے کتب سے اس کی وضاحت کی ہے کہ جب نمازی خشوع خضوع اور غور فکر کے ساتھ نماز پڑھے گا تو یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ نماز میں رسول اللہ ﷺ کا تصور نہ کرے، چناچہ آپ دلائل اور تحقیق سے یہ بات ثابت کرتے ہیں کہ نماز میں تعظیم رسول اللہ ﷺ جائز ہے بصورت دیگر یہ کہا جائے گا کہ نمازی غفلت کے ساتھ بغیر غور وفکر کے اور بغیر حضور ذہن سے نماز پڑھے۔۵

اس تمام بحث کے بارے میں علامہ سعیدی لکھتے ہیں کہ دلائل کے ساتھ یہ بحث صرف نعمۃ الباری کی خصوصیت ہے۔

۵۔کم عقل کے تصرفات پر پابندی

کم عقل کے تصرفات پر پابندی لگانے کے مسئلہ میں امام ابوحنیفہ اور دیگر ائمہ کرام کے مابین اختلاف ہے۔امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک اس پر پابندی لگائی جائے گی، کیونکہ وہ شخص اپنی کم عقلی کی بنا پر مال کو خرچ کر کے اس کو ضائع کرنے والا ہے۔ان کے موقف کی تائید بخاری اور مسلم کی حدیث سے ہوتی ہے جس میں حضور ﷺ نے ابو مذکور کے تصرف پر پابندی لگائی۔ جب کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر پابندی لگانا جائز نہیں ہے۔اس صورت میں امام ابوحنیفہ کا موقف صریح احادیث کے خلاف ہے۔اس اشکال کی وضاحت شارحین احناف میں سے کسی نے نہیں کی، علامہ سعیدی لکھتے ہیں کہ:

> ''امام ابوحنیفہ کے مؤقف پر یہ اعتراض بہر حال ہوگا کہ نبی ﷺ نے ایک کم عقل شخص حضرت حبان بن منقذ کے تصرف پر پابندی لگائی جیسا کہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور نسائی وغیرہ میں ہے کہ حضرت حبان بن منقذ نے اپنے ایک غلام کو مدبر کر دیا تھا اور نبی ﷺ نے اس مدبر غلام کو فروخت کر کے ان کے تصرف کو فسخ کر دیا، جب کہ مدبر کو فروخت نہیں کیا جاتا اور نبی ﷺ نے اس کو فروخت کر کے یہ مسئلہ بتا دیا کہ حضرت ابو مذکور کا اس غلام کو مدبر کرنا صحیح نہیں تھا اور یہی ان کے تصرف پر پابندی لگانا ہے جب کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک آزاد، عاقل، بالغ اور کم عقل کے تصرف پر پابندی لگانا جائز نہیں ہے؟ میں نے فقہاء احناف اور احناف شارحین میں سے کسی کی کتاب میں نہیں پڑھا، جو اس اشکال کے جواب کے درپے ہوا ہو۔''۶

علامہ سعیدی نے اس اعتراض کی وضاحت کی ہے، آپ لکھتے ہیں کہ:

> ''نبی ﷺ نے حضرت ابو مذکور کے تصرف پر اس صورت میں پابندی لگائی جب ان کے تصرف سے ان کے ورثا کا نقصان ہو رہا تھا، کیونکہ اس غلام کے سوا ان کا کوئی مال نہیں تھا اور ان کے مرنے کے بعد وہ غلام ان کے وارثوں کا مال تھا، اب

اگر ان کے مرنے کے بعد اس غلام کو آزاد کر دیا جاتا جیسا کہ مدبر میں ہوتا ہے تو یہ ان کے وارثوں کا نقصان ہوتا اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ تو جائز ہے کہ کوئی آزاد، عاقل، بالغ اور کم عقل شخص اپنے تصرف سے اپنا نقصان کر لے لیکن اس کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ دوسروں کا نقصان کرے، اسی لئے امام ابوحنیفہ جاہل طبیب اور راشی مفتی کے تصرفات پر پابندی لگانے کو جائز کہتے ہیں کیونکہ وہ دوسروں کے نقصان کا سبب ہیں، اسی طرح حضرت ابو مذکور کا اپنے غلام کو مدبر کرنا اپنے ورثاء کو نقصان پہنچانے کا سبب تھا، اس لئے نبی ﷺ نے اس مدبر غلام کو فروخت کر کے ان کے ایسے تصرف پر پابندی لگا دی جو دوسروں کے لئے باعث ضرر تھا، لہذا امام ابوحنیفہ کے مؤقف اور زیر بحث حدیث میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ ''[ۓ]

اس اشکال کی وضاحت کے بعد علامہ سعیدی از راہ عاجزی لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے رسول کی چشم کرم سے میں اس اشکال کے حل میں متفرد ہوں، اور یہ میں کسی فخر عجب اور تکبر سے نہیں کہ رہا بلکہ نعمت الباری کے اظہار اور فیضان رسول کو آشکار کرنے کے لیے کہ رہا ہوں۔

٦۔ حدیث کا آیت قرآن سے تعارض کا جواب

بخاری کی حدیث نمبر ۲۴۳۵ میں کسی دوسرے شخص کے مویشی کا دودھ اس کی اجازت کے بغیر دوہنے کی ممانعت ہے، جب کہ بعض احادیث میں لوگوں کا طعام بلا اجازت کھانے کی اجازت ہے۔ علامہ سعیدی نے شرح کرتے ہوئے جواز اور عدم جواز دونوں طرح کی احادیث بیان کی ہیں، اور ان کے محامل میں شارحین کی تحقیقات بیان کی ہیں، لیکن یہ حدیث قرآنی آیت کے بھی متعارض ہے جس کی کسی نے وضاحت نہیں کی ہے۔ علامہ سعیدی نے اس آیت اور حدیث کا تعارض بھی بیان کیا ہے اور اس تعارض کا جواب بھی دیا ہے جس میں آپ منفرد ہیں۔ یہ آیت درج ذیل ہے:

وَّلَا عَلٰٓی اَنۡفُسِکُمۡ اَنۡ تَاۡکُلُوۡا مِنۡۢ بُیُوۡتِکُمۡ اَوۡ بُیُوۡتِ اٰبَآئِکُمۡ اَوۡ بُیُوۡتِ اُمَّهٰتِکُمۡ اَوۡ بُیُوۡتِ اِخۡوَانِکُمۡ اَوۡ بُیُوۡتِ اَخَوٰتِکُمۡ اَوۡ بُیُوۡتِ اَعۡمَامِکُمۡ اَوۡ بُیُوۡتِ عَمّٰتِکُمۡ اَوۡ بُیُوۡتِ اَخۡوَالِکُمۡ اَوۡ بُیُوۡتِ خٰلٰتِکُمۡ اَوۡ مَا مَلَکۡتُمۡ مَّفَاتِحَهٗۤ اَوۡ صَدِیۡقِکُمۡ ؕ لَیۡسَ عَلَیۡکُمۡ جُنَاحٌ اَنۡ تَاۡکُلُوۡا جَمِیۡعًا اَوۡ اَشۡتَاتًا[۸]

آپ تعارض بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ اپنے دوست کے گھر سے کھانے میں تم پر کوئی

گناہ نہیں ہے خواہ تم سب مل کر کھاؤ یا الگ الگ اب اس پر یہ اعتراض ہے کہ
دوست کے گھر سے بغیر اجازت کے کھانے کی قرآن مجید نے اجازت دی ہے
اور اس حدیث میں مویشیوں کا دودھ دوہنے کے لیے اجازت کو ضروری قرار دیا
ہے اور یہ بہ ظاہر تعارض ہے، ''[۹]

اس تعارض کی مزید وضاحت کے لئے آپ مختلف آ ثار بیان کرتے ہیں، اور آخر میں اس تعارض کا جواب جو کہ آپ کا تفرد ہے، بیان کرتے ہیں:

''میں کہتا ہوں کہ اس آیت میں اور امام بخاری کی اس روایت میں صریح تعارض
ہے کیونکہ آیت کا مفاد یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے دوست کے گھر سے اس کی
اجازت کے بغیر کھا سکتا ہے، اور اس حدیث کا مفاد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کی
مثلاً اونٹنی یا بکری کی اس کی اجازت کے بغیر دودھ نہیں دوہ سکتا، اور میرے
نزدیک اس اشکال کا حل یہ ہے کہ آیت اس صورت پر محمول ہے جب کسی شخص کو
یہ معلوم ہو کہ اگر اس نے کسی شخص کی بکری سے اس کی اجازت کے بغیر دودھ دوہ
کر پی لیا تو اس کو ناگوار نہیں ہوگا اور حدیث اس صورت پر محمول ہے جب اس کو
یہ معلوم نہ ہو کہ اگر اس نے بکری والے کی اجازت کے بغیر دودھ دوہ کر پی لیا تو
اس کو ناگوار ہوگا یا نہیں؟ اس کا دوسرا حل یہ ہے کہ اس آیت میں دوست کے لیے
بغیر اجازت کھانے پینے کا حکم ہے اور اس حدیث میں اجنبی کے لیے کسی کی بکری
سے دودھ دوہ کر پینے کی ممانعت ہے۔'' [۱۰]

۷۔ انبیاءؑ کے معصوم ہونے اور صحابہ اور ازواج مطہرات کے محفوظ ہونے کا فرق

انبیاء گناہ کرنے سے معصوم ہوتے ہیں جب کہ صحابہ کرام محفوظ ہوتے ہیں، علماء کرام اور شارحین نے یہ تو بیان کیا ہے لیکن کسی نے بھی اس کی وضاحت نہیں کی اور نہ ہی ان کا فرق بیان کیا ہے۔ معصوم ہونے اور محفوظ ہونے کی تعریف اور ان کا فرق بیان کرنا علامہ سعیدی کا تفرد ہے۔ علامہ سعیدی کی اس تحقیق سے دونوں کی وضاحت اور ان کا مقام عیاں ہو گیا ہے۔ آپ انبیاء کے معصوم ہونے کی وضاحت اور تحقیق میں لکھتے ہیں:

''انبیاءؑ معصوم ہیں یعنی انہیں گناہ کرنے پر قدرت تو ہے لیکن ان کے دلوں پر
خشیت الٰہی کا اس قدر غلبہ ہوتا ہے کہ وہ قدرت کے باوجود گناہ نہیں کرتے، اسی
وجہ سے ان کا گناہ نہ کرنا باعث کمال ہے، نیز اگر انہیں گناہ کرنے پر قدرت نہ

ہوتی تو ان کو ترک معیصت کا مکلّف کرنا صحیح نہ ہوتا ،بعض اوقات انبیاؑء سے
اجتہادی خطا ہو جاتی ہے،لیکن وحی کے ذریعہ ان کو اس خطا پر مطلع کیا جاتا ہے تو وہ
فوراًاس کا تدراک کر لیتے ہیں جیسے حضرت آدمؑ کا شجر ممنوعہ سے کھانا ،حضرت
نوحؑ کا اپنے بیٹے کے لیے دعا فرمانا،حضرت موسیٰؑ کا ایک قبطی کو تادیباً گھونسا مارنا
جس سے وہ ہلاک ہو گیا حضرت یونسؑ کا اللہ تعالیٰ سے اجازت لیے بغیر اپنی قوم
کو چھوڑ کر چلے جانا،لیکن جب ان نفوس قدسیہ کو ان اجتہادی خطاؤں پر وحی سے
مطلع کیا گیا تو ان حضرات نے فوراً توبہ اور استغفار کر کے اپنی اجتہادی خطاؤں کا
تدراک کر لیا،تاہم ہمارے نبی سیدنا محمدﷺ کے متعلق محققین کا مؤقف یہ ہے
کہ آپ سے کبھی اجتہادی خطاء بھی سرزد نہیں ہوئی۔''[۱۱]

انبیاء کے معصوم ہونے کی وضاحت کے بعد علامہ سعیدی نے صحابہ کرام کے محفوظ ہونے کی وضاحت کی ہے۔

''صحابہ کرام اور ازواج مطہرات معصوم نہیں،محفوظ ہیں۔محفوظ کا معنی یہ ہے کہ
بشری تقاضے سے کبھی ان سے گناہ سرزد ہو جاتا ہے لیکن موت سے پہلے ان کو اس
گناہ سے توبہ کی توفیق دے دی جاتی ہے، جیسے حضرت حسان بن ثابت اور
حضرت مسطحؓ اور حضرت حمنہ بنت جحشؓ نے بھی حضرت عائشہؓ پر تہمت لگائی تھی اور
ان پر حد قذف لگائی گئی(سنن ابوداؤد :۴۴۷۵)حضرت مالک بن ماعز بن
مالک اسلمیؓ سے زنا کا فعل سرزد ہو گیا ،اور ان کو سنگسار کیا گیا۔(سنن ابوداؤد
:۴۴۱۹)حضرت عمرو بن سلمی نے چوری کی اور ان کا ہاتھ کاٹا گیا(سنن ابن ماجہ
:۲۵۸۸)لیکن ان تمام صحابہ نے حد جاری ہونے سے پہلے اپنے اپنے گناہوں
پر توبہ کر لی تھی۔ ''[۱۲]

صحابہ کرام کے معصوم ہونے کی وضاحت سے یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ ہستیاں تو اتنی عظیم اور قابل تقلید ہیں تو پھر ان سے
گناہ کیوں سرزد ہوئے علامہ سعیدی نے اس کی بھی وضاحت کر دی ہے آپ لکھتے ہیں کہ:

''اس کے دو جواب ہیں:ایک یہ کہ ان سے گناہ ہوئے اور ان پر حد جاری ہوئی تو
نبیﷺ کی حیات طیبہ میں اجراء حد کا نمونہ فراہم ہو گیا،سو ان کے گناہ بھی تکمیل
دین کا سبب بنے۔دوسرا جواب یہ ہے کہ ان سے گناہ سرزد ہوئے تو عصمت اور
حفاظت کا فرق معلوم ہوا اور نبی اور صحابی کا فرق ہو گیا۔'' [۱۳]

۸۔حضرت عائشہ کی برأت میں ایک ماہ تاخیر ہونے میں حکمتیں

حدیث''افک''جس میں حضرت عائشہؓ پر تہمت لگنے اور آپ کی برأت میں وحی نازل ہونے کی تفصیل ہے، اس حدیث سے مالکی اور حنفی علماء نے پینتالیس مسائل مستنبط کئے ہیں۔حضرت عائشہ کی برأت میں وحی ایک ماہ کے بعد نازل ہوئی تھی اتنی تاخیر میں کیا حکمت تھی یہ اسی وقت کیوں نازل نہیں ہوئی اس کی حکمت کسی نے بیان نہیں کی۔علامہ سعیدی نے اس کی چار حکمتیں بیان کی ہیں جو آپ کی انفرادیت ہیں۔آپ ان تمام حکمتوں کی تفصیل بیان کرنے کے بعد ان کا خلاصہ ان الفاظ میں لکھتے ہیں:

> ''نبی ﷺ پر اس معاملہ میں فوراً وحی نازل نہ کرنے کی پہلی وجہ یہ ہے کہ مخلصین اور غیر مخلصین مسلمانوں میں امتیاز ہو گیا، دوسری وجہ یہ ہے کہ وحی میں تاخیر کی وجہ سے بعض مسلمانوں پر حد قذف لگائی گئی اور تیسری وجہ یہ ہے کہ وحی میں تاخیر کی وجہ سے یہ معلوم ہو گیا کہ جنت اور مغفرت کی بشارت گناہ نہ کرنے کو مستلزم نہیں ہے اور چوتھی وجہ یہ ہے کہ اس سے معصوم اور محفوظ کا فرق معلوم ہو گیا۔''[۱۴]

۹۔قلعہ طائف سے محاصرہ اٹھانے کی حکمتیں

نبی ﷺ نے غزوہ طائف میں اہل طائف کے قلعہ کا محاصرہ چالیس دن تک کرنے کے بعد بغیر فتح کے محاصرہ ختم کر دیا، اس کو ختم کرنے کی حکمت کیا تھی یہ حکمتیں صرف علامہ سعیدی نے لکھی ہیں۔

> ''میں کہتا ہوں کہ آپ نے قلعہ الطائف سے محاصرہ اٹھانے کا حکم دیا تھا، ہو سکتا ہے کہ اس کی یہ وجہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف یہ وحی فرمائی ہو کہ اہل طائف سے جنگ کرنے کی ضرورت نہیں ہے، یہ خود آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کریں گے، سو نو ہجری میں ثقیف نے مدینہ میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا، دوسری حکمت یہ ہو سکتی ہے کہ آپ نے دعا کی تھی کہ اے اللہ! ثقیف کو ہدایت عطا فرما !اور آپ کو معلوم تھا کہ آپ مستجاب الدعوات ہیں، اس لیے آپ کی دعا ضرور قبول ہونی تھی اور آپ کو اسی پر اعتماد تھا، اس لیے آپ نے ثقیف کا محاصرہ اٹھانے کا حکم دیا، اور اس میں یہ حکمت بھی تھی کہ دشمن پر فتح نہ ہو رہی ہو تو ان کا محاصرہ ختم کرنا بھی جائز ہے بلکہ سنت ہے۔''[۱۵]

محاصرہ اٹھانے کی حکمتیں بیان کرنے کے بعد علامہ سعیدی نے بنو ثقیف کے اسلام قبول کرنے کی تفصیل کتب احادیث اور کتب سیرت سے بیان کی ہے جو کہ دیگر شارحین حدیث نے نہیں بیان کی ہے۔یہ حکمتیں بیان کرنے کے بعد

آپ لکھتے ہیں کہ یہ حکمتیں اللہ تعالیٰ نے صرف اس ناکارہ کے قلب پر القاء کی ہیں۔

۱۰۔رسول اللہ ﷺ کی تاریخ وفات کی تحقیق

بارہ ربیع الاول کو آپ کی پیدائش کی خوشی منائی جاتی ہے جب کہ اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ تو آپ کا یوم وفات بھی ہے پھر اس دن خوشی منانے کا جواز کیا ہے۔علامہ سعیدی نے تحقیق سے ثابت کیا ہے کہ آپ کا یوم وفات بارہ ربیع الاول نہیں ہے اس لیے یہ اعتراض درست نہیں ہے۔آپ پہلے درایتاً نبی ﷺ کی تاریخ وفات کی تحقیق کرتے ہیں۔

''اس پر اتفاق ہے کہ نبی ﷺ کی وفات ربیع الاول کے مہینہ میں پیر کے دن ہوئی ،البتہ تاریخ میں اختلاف ہے،جمہور کے نزدیک وفات کی تاریخ بارہ ربیع الاول ہے،لیکن تحقیق یہ ہے کہ نبی ﷺ کی وفات یکم یا دو ربیع الاول کو ہوئی ہے،اگرچہ یہ جمہور کے خلاف ہے لیکن صحیح یہی ہے،کیونکہ اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جس سال حجتہ الوداع تھا اس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن تھا اور وہ ذوالحجہ کی نو تاریخ تھی،اس اعتبار سے اگر یہ فرض کیا جائے کہ ذوالحجہ،محرم اور صفر تینوں مہینے ۳۰،۳۰ دن کے تھے تو پیر کے دن چھ ربیع الاول ہوگی اور یکم ربیع الاول بدھ کو ہوگی اور اگر یہ فرض کیا جائے کہ تینوں مہینے ۲۹،۲۹ دن کے تھے تو پیر کے دن دو ربیع الاول ہوگی اور یکم ربیع الاول اتوار کو ہوگی،اور اگر یہ فرض کیا جائے کہ دو مہینے تیس دن کے ہیں اور ایک مہینہ انتیس دن کا ہے تو پیر کے دن سات ربیع الاول ہوگی اور یکم ربیع الاول منگل کے دن ہوگی،اور اگر یہ فرض کیا جائے کہ دو مہینے انتیس دن کے ہیں اور ایک مہینہ تیس دن کا ہے تو پیر کے دن یکم ربیع الاول ہوگی،غرض کوئی حساب بھی فرض کیا جائے جب نو ذوالحجہ جمعہ کے دن ہو تو بارہ ربیع الاول پیر کے دن کسی حساب سے نہیں ہوسکتی،لہٰذا درایتاً اور عقلاً رسول اللہ ﷺ کی وفات کی تاریخ بارہ ربیع الاول نہیں ہے ، پیر کے دن ربیع الاول کے کی تاریخ کے عقلی احتمال یہ ہیں:اگر سب مہینے تیس دن کے ہوں تو چھ ربیع الاول،اگر سب ماہ انتیس دن کے ہوں تو دو ربیع الاول،اگر دو ماہ تیس دن کے ہوں اور ایک انتیس دن کا تو سات ربیع الاول اور اگر دو ماہ انتیس دن کے ہوں اور ایک ماہ تیس دن کا تو یکم ربیع الاول۔چھ اور سات ربیع الاول کا کوئی قائل نہیں ہے تو پھر آپ کی وفات کی تاریخ یکم ربیع الاول ہے یا دو ربیع الاول ہے''[۱۶]

یہ تمام عقلی دلائل دینے کے بعد علامہ سعیدی نے روایتاً بھی ثابت کیا ہے کہ آپ ﷺ کی تاریخ وفات یکم ربیع الاول یا دو ربیع الاول ہے، اس کے لئے آپ نے انیس کتب کے حوالہ جات سے علماء کی تصریحات بیان کی ہیں جو آپ کے موقف کی تائید کرتی ہیں۔ علامہ سعیدی لکھتے ہیں کہ یہ تفصیل اور تحقیق کسی اور شارح نے نہیں کی ہے۔

۱۱۔ جب دلائل متعارض ہوں تو توقف کیا جائے اس مسئلہ کی تحقیق

جمہور علماء کے نزدیک جب دلائل متعارض ہوں اور حلال اور حرام ہونے کی کوئی واضح دلیل نہ ہو تو توقف کیا جائے گا اس کی مثال علامہ سعیدی عمدۃ القاری کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

> ''جب حضرت عثمان سے پوچھا گیا کہ جو دو باندیاں سگی بہنیں ہوں ان کو مباشرت میں جمع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ تو انہوں نے کہا: ایک آیت نے اس کو حلال کیا ہے جس میں مطلقاً باندیوں سے مباشرت کی اجازت دی گئی ہے اور دوسری آیت نے اس کو حرام کیا ہے جس میں دو سگی بہنوں کو مباشرت میں جمع کرنے سے منع کیا ہے، اسی طرح جب حضرت ابن عمرؓ سے سوال کیا گیا کہ ایک آدمی نے نذر مانی کہ وہ ہر پیر کو روزہ رکھے گا، پس اتفاق سے پیر کے دن عید ہو گئی، اب وہ کیا کرے؟ تو انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے نذر کو پورا کرنے کا حکم دیا ہے اور نبی ﷺ نے عید کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے تو محتاط علماء نے اس مسئلہ میں توقف کرنے کا حکم دیا ہے اور دوسرے علماء نے اس میں اجتہاد کیا ہے اور کسی ایک چیز کو دوسرے پر ترجیح دی۔'' [۱۷]

علامہ سعیدی اس مشکل کا حل بیان کرتے ہیں جو دیگر شارحین نے نہیں کیا:

> '' میں کہتا ہوں کہ جب حلت اور حرمت کی دو دلیلیں متعارض ہوں تو حرمت کی دلیل کو ترجیح دی جاتی ہے، اس لیے باندیوں کے مسئلے میں دو سگی بہنوں کو مباشرت میں جمع نہیں کرے گا اور دوسرے مسئلہ میں وہ پیر کے دن کا روزہ نہیں رکھے گا اور نذر پوری نہ کرنے کا کفارہ دے گا۔'' [۱۸]

اس مشکل کا حل بیان کرنے کے بعد آپ لکھتے ہیں کہ یہ میری منفرد رائے ہے۔ اگر درست ہے تو اللہ اور اس کے رسول کا فیضان ہے اگر غلط ہے تو میری فکر کی کوتاہی ہے۔

۱۲۔ امام بخاری پر اعتراض کا جواب

امام بخاری پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ انہوں نے تین طلاقیں دینے کو جائز کہا ہے حالانکہ یہ گناہ ہے۔ علامہ سعیدی نے

اس اعتراض کی وضاحت کی ہے کہ کس صورت میں لفظ واحد کے ساتھ تین طلاقیں دینا جائز ہے، جب کہ دیگر شارحین میں سے کسی نے اس کی وضاحت نہیں کی ہے۔ ١٩

١٣۔ نبی ﷺ کے بکثرت استغفار کرنے کی توجیہ

نبی ﷺ بکثرت استغفار کرتے تھے حالانکہ آپ گناہوں سے پاک تھے۔ علماء نے اس کی کئی توجیہات بیان کی ہیں، علامہ سعیدی نے ان تمام توجیہات کو مختلف شروح سے بیان کرنے کے بعد مزید اس میں دو توجیہات کا اضافہ کیا ہے جو آپ کا تفرد ہیں:

> '' اس بحث میں یہ جواب بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ (نصر:٣) سو آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح فرمائیں اور اس سے استغفار کریں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو استغفار کرنے کا حکم دیا تو آپ امتثال امر اور اس کا حکم ماننے کے لیے استغفار کرتے تھے۔ نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ (بقرہ:٢٢٢) اللہ تعالیٰ بہت توبہ کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔ تو آپ اللہ تعالیٰ کی محبت کو حاصل کرنے کے لیے دن میں سو بار سے زیادہ استغفار کرتے تھے'' ٢٠

١٤۔ نبی ﷺ پر جادو کا اثر

مختلف روایات میں ہے کہ نبی ﷺ پر جادو کیا گیا جس کی وجہ سے کچھ عرصہ آپ بیمار رہے، جیسا کہ بخاری اور مسلم کی احادیث سے بھی واضح ہے۔ جمہور علماء کا یہ مذہب ہے کہ نبی ﷺ پر جادو کا اثر ہوا تھا، لیکن علامہ سعیدی کا مؤقف اس کے برعکس ہے آپ کے نزدیک نبی ﷺ پر جادو کا اثر ہونا محال ہے، علامہ سعیدی نے اپنے مؤقف کو دلائل سے ثابت کیا ہے آپ نے درج ذیل دلائل سے اپنے نظریہ کی تائید کی ہے:

''ہمارے نزدیک حسب ذیل وجوہ سے نبی ﷺ پر جادو کا اثر کئے جانے کی روایات صحیح نہیں ہیں:

١) بعض روایات میں ہے کہ کنگھی اور جن بالوں پر جادو کیا گیا تھا، ان کو کنویں سے نکال لیا گیا تھا۔ (صحیح بخاری :٥٧٦٥)

(٢) اور بعض روایات میں ہے کہ آپ نے اس کو کنویں سے نہیں نکالا۔ (صحیح بخاری :٥٧٦٦)

(٣) بعض روایات میں ہے کہ جادو کے اثر سے آپ کو یہ خیال ہوتا کہ آپ نے کوئی کام کر لیا ہے، حالانکہ آپ نے وہ کام نہیں کیا تھا۔ (صحیح بخاری :٥٧٦٥)

(٤) بعض احادیث میں ہے کہ آپ کی نظر متاثر ہوگئی تھی اور آپ دیکھتے کچھ تھے اور آپ کو نظر کچھ آتا تھا۔ (طبقات کبریٰ ج٢ص١٥٢)

(۵) بعض احادیث میں ہے کہ جادو کے اثر سے آپ کی مردانہ قوت متاثر ہوگئی تھی، یحییٰ بن یعمر کی روایت میں ہے کہ آپ ایک سال تک حضرت عائشہ سے رکے رہے یعنی مقاربت نہیں کر سکے (مصنف عبدالرزاق: ۱۹۷۶۵)

(۶) بعض احادیث میں ہے کہ کنویں سے جب شگوفہ نکالا گیا تو اس میں گیارہ گرہیں تھیں، اس وقت آپ پر سورۃ الفلق اور سورۃ الناس نازل ہوئیں، آپ ان میں سے ایک ایک آیت پڑھتے جاتے تھے اور گرہیں کھلتی جاتیں تھیں۔ (طبقات کبریٰ ج۲ص۱۵۳)'' ۲۱

جادو کی ان تمام روایات کا ذکر کرنے کے بعد آپ ان پر دلیل قائم کرتے ہیں کہ:

(۷) جس حدیث کا متن اتنی وجوہ سے مضطرب ہو اس سے احکام میں بھی استدلال کرنا جائز نہیں، چہ جائیکہ اس سے عقائد میں استدلال کیا جائے۔

(۸) جو خبر واحد صحیح ہو، وہ بھی قرآن مجید کے مزاحم نہیں ہوسکتی، جب کہ یہ حدیث سنداً صحیح نہیں ہے، حدیث صحیح وہ ہوتی ہے جو غیر معلل ہو اور یہ حدیث معلل ہے کیونکہ اس ہیں علل خفیہ قادحہ ہیں، یہ حدیث منصب نبوت کے منافی ہے۔

(۹) اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ جادو کے اثر سے جماع پر قادر نہ ہوئے اور ایک سال تک حضرت عائشہ سے رکے رہے اور نامرد ہونا ایسی بیماری ہے جو لوگوں میں معیوب سمجھی جاتی ہے، نیز اس میں مذکور ہے کہ آپ کی نظر میں فرق آ گیا تھا اور بھینگا ہونا لوگوں میں معیوب سمجھا جاتا ہے اور نامردی اور بھینگے پن سے لوگ عار محسوس کرتے ہیں اور نبی کی شرائط میں سے یہ ہے کہ اس کو کوئی ایسی بیماری نہ ہو جو لوگوں میں معیوب اور باعث عار سمجھی جاتی ہوں اور لوگوں کو اس بیماری سے گھن آتی ہو۔ ۲۲

اس کے بعد آپ نے قرآنی آیات کو اپنی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے جس میں یہ بیان کیا گیا ہے نبی لوگوں کے لیے پسندیدہ اور بہترین لوگ ہوتے ہیں۔ اور جس شخص کو ایسی بیماری ہو جائے جس سے ایک سال تک وہ اپنی ازواج سے مقاربت نہ کر سکے اور جس کو صحیح نظر نہ آئے، وہ تمام لوگوں کے لیے پسندیدہ نہیں ہوسکتا۔ اس کے بعد آپ مزید دلائل دیتے ہیں:

> '' اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ آپ پر جادو کیا گیا تھا تو جادوگر آپ کو نقصان پہنچانے میں اور آپ کے حواس اور قویٰ معطل کرنے میں کامیاب ہوگیا، حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى (طہ:۶۹) اور جادوگر کہیں سے بھی آئے وہ کامیاب نہیں ہوسکتا۔ اور اللہ تعالیٰ نے شیطان سے فرمایا: اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْغٰوِیْنَ (الحجر :۴۲) بے شک میرے (مقبول) بندوں پر تیرا کوئی غلبہ نہیں ہوگا، سوا ان کے جو گمراہ لوگ تیری پیروی کریں گے۔'' ۲۳

نبی ﷺ پر جادو کا اثر ہونے کی احادیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہیں جن کی صحت پر امت کا اجماع ہے تو پھر ان روایات کی تاویل کیا ہوگی علامہ سعیدی اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''یہ درست ہے کہ یہ روایات صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں موجود ہیں، اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی عظمت اور حرمت ہمارے دلوں میں پیوست ہے لیکن رسول اللہ ﷺ کی عظمت اور حرمت ہمارے دلوں میں ان سے کہیں زیادہ ہے بلکہ تمام مخلوق سے زیادہ ہے، یہ احادیث اضطراب اور تعارض سے قطع نظر معلل ہیں، ان میں متعدد علل خفیہ قادحہ ہیں جن کا مخالف قرآن اور منافی عظمت رسول ہونا سب سے زیادہ نمایاں ہے، ہمارے لیے یہ آسان ہے کہ ہم ایک سال یا چھ ماہ تک رسول اللہ ﷺ پر جادو کا اثر ہونے کے بجائے یہ مان لیں کہ اس حدیث کی صحت میں امام بخاری سے چوک ہوگئی ہے، اور اس حدیث میں امام بخاری اور امام مسلم صحت حدیث میں اپنے مقرر کردہ معیار کو برقرار نہیں رکھ سکے، ہوسکتا ہے یہ حدیث روایتاً صحیح ہو لیکن یہ حدیث درایتاً صحیح نہیں ہے''

یہ تمام تحقیق کرنے کے بعد آپ نے اپنا مؤقف واضح الفاظ میں نہایت عاجزی سے بیان کیا ہے:

''اب تک میں نے دلائل سے یہی سمجھا ہے کہ یہود رسول اللہ ﷺ پر جادو کا اثر ڈالنے میں کامیاب نہیں ہوئے اور یہ غلط ہے کہ چالیس راتوں تک آپ پر جادو کا اثر رہا یا چھ ماہ تک آپ پر جادو کا اثر رہا یا ایک سال تک آپ پر جادو کا اثر رہا، لیکن چونکہ علماء امت کی عظیم اکثریت کا مذہب ہے کہ آپ پر جادو کا اثر ہوا تھا تو میں یہ سوچتا ہوں کہ علماء امت کی عظیم اکثریت کے مقابلہ میں میری منفرد رائے کیا حیثیت رکھتی ہے، ہوسکتا ہے یہاں پر ایسے دلائل ہوں جو مجھ پر منکشف نہ ہوئے ہوں اور ان دلائل کے اعتبار سے آپ پر جادو کا اثر ہوا ہو، سو اگر واقع میں ایسا ہے تو میں اپنی تحقیق سے رجوع کرتا ہوں۔''[۲۴]

۱۵۔ تین رکعت نماز وتر

علامہ سعیدی نے تین رکعت نماز وتر کے ثبوت میں تفصیلی بحث کی ہے۔ آپ نے پہلے احادیث مبارکہ سے تین رکعت نماز وتر کو ثابت کیا ہے، اس کے بعد صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کے اقوال اور عمل سے اس کی وضاحت کی ہے۔ آخر میں ایک رکعت وتر کی ممانعت میں احادیث اور آثار بیان کیے ہیں۔ یہ بحث آپ نے دو مقات پر کی ہے جلد نمبر۲ صفحہ نمبر ۲۸۱ اور

جلد نمبر ۳ صفحہ نمبر ۱۰۹۔ وتر کے تمام اہم عنوانات پر بحوالہ بحث صرف اس شرح کی خاصیت ہے دیگر شارحین کے ہاں یہ بحث نہیں ملتی۔

۱۶۔ پانچ نمازیں گناہوں کا کفارہ ہیں

حدیث پاک میں ہے کہ پانچ نمازیں گناہوں کا کفارہ ہیں جب کہ قرآن کریم میں ہے:

اِنۡ تَجۡتَنِبُوۡا کَبَآئِرَ مَا تُنۡهَوۡنَ عَنۡهُ نُكَفِّرۡ عَنۡكُمۡ سَيِّاٰتِكُمۡ ۲۵

''اگر تم کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو گے جن سے تم کو منع کیا جاتا ہے تو ہم تمہارے صغیرہ گناہوں کو مٹادیں گے''

اب یہاں پر یہ اشکال ہے کہ کبیرہ گناہوں کے اجتناب سے تو صغیرہ گناہ معاف ہو گئے تو حدیث پاک میں جو نمازوں سے گناہوں کی معافی ہے وہ کون سے گناہ ہیں۔ علامہ سعیدی نے اپنے طریقہ کے مطابق پہلے دیگر شارحین کے جوابات نقل کئے ہیں پھر ان پر تبصرہ کرتے ہوئے اپنی رائے اور تحقیق بیان کی ہے آپ علامہ بلقینی کا بیان کردہ جواب لکھتے ہیں:

> '' اس آیت کا منشاء یہ ہے کہ انسان تمام عمر گناہوں سے مجتنب رہے تو اس کے صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں اور حدیث کا منشاء یہ ہے کہ ہر روز پانچ نمازیں پڑھنے سے اس کے اس روز کے صغیرہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے، لہذا قرآن مجید سے صغائر کی معافی اور حدیث سے صغائر کی معافی دونوں کے محمل الگ الگ ہیں۔'' ۲۶

علامہ سعیدی کے نزدیک اللہ کی رحمت کو بغیر کسی دلیل کے مقید کرنا درست نہیں ہے کہ ایک شخص ساری عمر کبائر سے مجتنب رہے تب اس کے صغائر معاف ہوں گے آپ کے نزدیک جب کوئی شخص کبائر سے باز آ گیا اس کے صغیرہ گناہ معاف ہو جائیں گے۔ اپنے اس مؤقف کو آپ دلیل سے ثابت کرتے ہیں:

> '' ہمارے اس جواب کی تائید اس قاعدہ سے ہوتی ہے کہ اس آیت میں ''کبائر'' بھی جمع کا صیغہ ہے اور ''سیئات '' بھی جمع کا صیغہ ہے اور جب جمع کا مقابلہ جمع سے ہو تو احاد کی تقسیم احاد کی طرف ہوتی ہے، جیسے کہا جاتا ہے: **''لبس القوم ثیابهم''** سب لوگوں نے کپڑے پہن لیے یعنی ہر شخص نے اپنے اپنے کپڑے پہن لیے، اس اسلوب پر اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تمام کبائر کے اجتناب سے تمام صغائر کی معافی ہو گی یعنی ہر کبیرہ کے اجتناب سے اس کے مقابلہ میں صغائر معاف کر دیئے جائیں گے'' ۲۷

اپنے مؤقف کی مزید وضاحت کے لیے قرآن سے اس کی تائید کرتے ہیں:

''وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ (الرحمٰن:۴۶)یعنی جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے خوف سے کسی ایک کبیرہ گناہ کو بھی ترک کر دیا تو اللہ تعالیٰ اس کو دو جنتیں عطا فرمائے گا، تو جس کو اللہ تعالیٰ دو جنتیں عطا فرمائے گا، اس کے صغائر کو تو اللہ تعالیٰ ضرور معاف فرمائے گا''۲۸

علامہ عینی کے نزدیک اس کا جواب یہ ہے کہ کبائر سے اجتناب پانچ نمازوں کے پڑھنے پر منحصر ہے، جب نمازیں نہیں پڑھیں تو وہ کبائر سے مجتنب نہیں ہوا کیونکہ نماز ترک کرنا گناہ کبیرہ ہے لہذا کبائر کا کفارہ پانچ نمازوں کے پڑھنے سے ہوگا۔علامہ سعیدی کے نزدیک علامہ عینی کا یہ جواب اصل اشکال کو دور نہیں کرتا، آپ اس کا جواب لکھتے ہیں کہ:

'' اصل اشکال یہ ہے کہ جو شخص کبائر سے مجتنب رہا اور اس نے دن میں پانچ نمازیں بھی پڑھیں تو اس کے صغائر کا کفارہ تو اجتناب کبائر سے ہو گیا تو اب دن کی پانچ نمازیں پڑھنے سے کس چیز کا کفارہ ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جس شخص کے صغائر کا کفارہ اجتناب کبائر سے ہو گیا یا جس شخص کے صغائر تھے ہی نہیں تو پانچ نمازیں پڑھنے سے اس کے درجات میں ترقی ہو جائے گی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے کبائر اور صغائر زیادہ ہوں اور اس نے اس روز بعض کبائر سے اجتناب کیا ہو، جس کی وجہ سے اس کے صغائر معاف ہو گئے ہوں اور اس کے کبائر ابھی باقی ہوں اور اس روز پانچ نمازیں پڑھنے کی وجہ سے باقی ماندہ کبائر میں تخفیف ہو جائے گی، بہر حال اجتناب کبائر کی وجہ سے صغائر کی معافی کا الگ فائدہ ہے اور پانچ نمازیں پڑھنے کی وجہ سے درجات میں بلندی یا تخفیف کبائر کا الگ فائدہ ہے اور قرآن مجید اور اس حدیث میں سے کوئی بھی عبث اور بے فائدہ نہیں ہے۔''۲۹

علامہ سعیدی کا یہ جواب آپ کا تفرد ہے۔

۱۷۔محرم کے نکاح کا جواز

ائمہ ثلاثہ کا مذہب یہ ہے کہ محرم کا نکاح کرنا جائز نہیں ہے ان کا استدلال حضرت ابو رافع سے مروی حدیث پر ہے۔ امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ محرم کا نکاح کرنا جائز ہے آپ کا استدلال حضرت ابن عباس کی حدیث سے ہے جس میں یہ تصریح ہے کہ جب آپ نے حضرت میمونہ سے نکاح کیا تو آپ محرم تھے۔علامہ سعیدی نے حضرت ابن عباس کی روایت کو مندرجہ ذیل وجوہ کی بنا پر ترجیح دی ہے، ان وجوہ کے بیان میں آپ متفرد ہیں:

”اس مسئلہ میں قوی دلیل یہ ہے کہ یہاں پر دو حدیثیں ہیں ، ایک حدیث حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت میمونہ سے جب نکاح کیا تھا تو آپ محرم تھے، دوسری حدیث حضرت ابو رافع سے مروی ہے کہ جب آپ نے حضرت میمونہ سے نکاح کیا تھا تو آپ غیر محرم تھے، پہلی حدیث کو حسب ذیل وجوہ سے ترجیح ہے : پہلی حدیث ، صحیح بخاری کی روایت ہے اور دوسری حدیث صحیح مسلم، سنن ابوداؤد اور سنن ترمذی وغیرہ کی روایت ہے اور صحیح بخاری کی روایات کو دیگر کتب حدیث کی روایت پر ترجیح ہے جب کہ صحیح بخاری کی حدیث کو صحیح مسلم ، سنن ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے ۔

(۲) پہلی حدیث حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے اور دوسری حدیث حضرت ابو رافع سے مروی ہے اور حضرت ابن عباس گھر کے آدمی ہیں کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے عم زاد ہیں اور حضرت میمونہ کے بھانجے ہیں اور حضرت ابو رافع غیر اور باہر کے آدمی ہیں اور نکاح کے معاملہ کو گھر کا آدمی باہر کے آدمی کی نسبت زیادہ جانتا ہے، اس لیے حضرت ابن عباس کی روایت حضرت ابو رافع کی روایت سے اس لحاظ سے بھی راجح ہے اور قوت سند کے اعتبار سے بھی راجح ہے ۔

(۳) حضرت ابن عباس کی روایت میں اس واقعہ کا ثبوت ہے کہ آپ نے حضرت میمونہ سے حالت احرام میں نکاح کیا ہے اور حضرت ابو رافع کی روایت میں اس واقعہ کی نفی ہے اور جب کسی واقعہ کے ثبوت اور اس واقعہ کی نفی کی احادیث میں تعارض ہو تو ثبوت کی روایت کو ترجیح ہوتی ہے، اس اعتبار سے بھی حضرت ابن عباسؓ کی روایت حضرت ابو رافع کی روایت پر راجح ہے۔ “[۳۰]

علامہ سعیدی کے تمام تفردات آپ کی ذہانت و فطانت ،علمی وسعت اور فقہی و اجتہادی بصیرت کی بین دلیل ہیں ۔آپ نے غور و فکر اور اپنے تجربہ و علم کی بنیاد پر بعض مقامات پر جمہور علماء سے الگ رائے اختیار کی ہے، اور اپنی اس رائے کو دلائل سے تقویت دی ہے ۔اسی طرح کئی مسائل میں آپ نے قدیم فقہاء اور شارحین کی تحقیق کو آگے بڑھاتے ہوئے ایسے علمی نقطوں کی نشاندہی کی ہے جن پر ان علماء کی نگاہ نہیں پہنچی ۔آپ نے ان تمام مسائل میں اپنا مؤقف واضح اور ٹھوس دلائل سے بیان کیا ہے ۔ علامہ سعیدی قرآن ،حدیث ،فقہ اور تاریخ پر گہری علمی بصیرت رکھتے ہیں ۔دوران تحقیق آپ قدیم فقہاء اور شارحین کی آراء اور تحقیقات کو بھی مدنظر رکھتے ہیں اور عقلی اور نقلی دونوں طرح کے دلائل سے اپنے مؤقف کی وضاحت کرتے ہیں ۔علامہ سعیدی اپنی رائے بلا دلیل اور جبراً ٹھونسنے کی کوشش نہیں کرتے اور نہ ہی اس کو حتمی

خیال کرتے ہیں بلکہ مکمل تحقیق کے بعد نہایت عاجزی سے اپنی رائے بیان کرتے ہیں اسی لیے آپ اکثر اپنی تحریر کے بعد لکھتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ اگر یہ صحیح ہے تو یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیضان سے ہے اور اگر یہ غلط ہے تو میری فکر کی غلطی اور علم کی کمی ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے بری ہیں ۔[۱۳۱] آپ کے اس طرز عمل سے ثابت ہوتا ہے کہ اجتہاد کا دروازہ ہمیشہ کھلا ہے علماء سابقہ مسائل اور آئندہ پیش آمدہ مسائل میں ہمیشہ اپنی مجتہدانہ بصیرت سے مسائل کے حل کے لئے کوشاں رہیں گے اور علمی فتوحات سے انسانیت کو مالا مال کرتے رہیں گے ۔

حوالہ جات

۱۔ ابن منظور، جمال الدین، محمد بن مکرم انصاری، لسان العرب، ج:۳، ص:۳۳۲۔۳۳۱

۲۔ غلام رسول سعیدی، علامہ، نعمۃ الباری، ج:۲، ص:۱۵۲

۳۔ ایضاً، ج:۲، ص:۱۷۵

۴۔ ایضاً، ج:۲، ص:۸۳۷

۵۔ ایضاً، ج:۲، ص:۳۳۱

۶۔ ایضاً، ج:۵، ص:۱۴۲

۷۔ ایضاً، ج:۵، ص:۱۴۳

۸۔ النور:۶۱

۹۔ غلام رسول سعیدی، علامہ، نعمۃ الباری، ج:۵، ص:۱۷۲

۱۰۔ ایضاً، ج:۵، ص:۱۷۲

۱۱۔ ایضاً، ج:۵، ص:۲۳۳

۱۲۔ ایضاً، ج:۵، ص:۲۳۳

۱۳۔ ایضاً، ج:۵، ص:۲۳۳

۱۴۔ ایضاً، ج:۵، ص:۴۸۶

۱۵۔ ایضاً، ج:۷، ص:۷۰۹

۱۶۔ ایضاً، ج:۷، ص:۸۱۳

۱۷۔ ایضاً، ج:۷، ص:۸۶۸

۱۸۔ ایضاً، ج:۷، ص:۸۶۸

۱۹۔ ایضاً، ج:۹، ص:۷۴۷

۲۰۔ ایضاً، ج:۱۳، ص:۴۱۸

۲۱۔ ایضاً، ج:۱۲، ص:۲۱۳

۲۲۔ ایضاً، ج:۱۲، ص:۲۱۴۔۲۱۳

۲۳۔ ایضاً، ج:۱۲، ص:۲۱۵

۲۴۔ ایضاً، ج:۱۲، ص:۲۱۶۔۲۱۵

۲۵۔ النساء:۳۱

۲۶۔ غلام رسول سعیدی، علامہ، نعمۃ الباری، ج:۲،ص:۳۶۲

۲۷۔ ایضاً، ج:۲،ص:۳۶۲

۲۸۔ ایضاً، ج:۲،ص:۳۶۲

۲۹۔ ایضاً، ج:۲،ص:۳۶۳

۳۰۔ ایضاً، ج:۴،ص:۲۷۵

۳۱۔ ایضاً، ج:۷،ص:۸۶۹

باب سوم
نعمۃ الباری کی خصوصیات وامتیازات

فصل اول:

فقہی مذاہب کا بیان

حضورﷺ کی حیات مبارکہ میں شرعی احکام کا دارومدار کتاب اللہ تھی۔ وحی کا سلسلہ جاری ہونے کی وجہ سے پیش آمدہ مسائل میں اللہ کی طرف سے رہنمائی مل جاتی تھی۔ غیر منصوص مسائل میں حضورﷺ کی آراء اور اقوال کے ساتھ صحابہ کرامؓ کی آراء اور اقوال سے کام لیا جاتا تھا۔ آپﷺ نے غیر منصوص مسائل میں اجتہاد کی اجازت دے کر فقہ میں وسعت کی راہیں جائز رکھیں۔ اس دور میں کسی اختلاف کی گنجائش نہ تھی غلطی کی صورت میں ان کی تصحیح وحی الٰہی کے ذریعہ سے ہو جاتی تھی۔ چناچہ اس دور میں تمام مسائل کا حل منشائے خداوندی ظہور پذیر ہوتا تھا۔ حضورﷺ کے وصال کے بعد اسلامی ریاست دور دراز علاقوں تک پھیل گئی۔ نئی تہذیبوں کے اختلاط کی وجہ سے نئے نئے مسائل سامنے آنا شروع ہوئے جن کا حل قرآن وسنت میں موجود نہ تھا۔ اس صورت حال میں صحابہ کرامؓ کو مجبوراً مشورے اور رائے سے کام لینا پڑا۔ ان شرعی مسائل کے حل کے لئے کتاب وسنت کے بعد صحابہ کرام کے آراء اور اقوال معتبر مانے جانے لگے۔ صحابہ کرامؓ میں بھی صرف وہی حضرات فتویٰ دے سکتے تھے جو قرآن پاک کے عالم تھے۔ جنہوں نے حضورﷺ سے قرآن پڑھا تھا، اس کے معنی و مفہوم، شان نزول، ناسخ و منسوخ وغیرہ کا مکمل علم رکھتے تھے۔ شرعی احکامات کی روح سے واقف تھے۔ ان کبار صحابہ کرام کے مشوروں سے اہم مسائل طے پاتے تھے۔

صحابہ کرامؓ مدینہ سے نکل کر دور دراز علاقوں میں چلے گئے اور لوگوں کو دین کی تعلیم دینے لگے اس طرح وسیع پیمانے پر علم کی نشر واشاعت ہوئی۔ صحابہ کرام کی علمی بصیرت اور تعلیم وتربیت کے باعث تابعین کی جماعت تیار ہوئی۔ ان حضرات میں بہت سے جلیل القدر تابعین شامل تھے۔ اس دور میں کثرت مسائل کی وجہ سے صحابہ کرام کے دور کی نسبت قیاس اور اجتہاد کی زیادہ ضرورت پیش آئی چناچہ اس دور میں دو طبقے سامنے آئے اہل حدیث اور اہل رائے۔ اسی وجہ سے ان کے درمیان اختلاف رائے بھی پیدا ہوا جس نے مختلف علاقوں میں وسعت عمل اختیار کی۔ ہر علاقے کے لوگ اپنے اپنے اکابر مفتیان کے فتاوٰی پر عمل کرنے لگے۔ اس دور میں بہت سے فقہا اور محدثین تیار ہوئے۔ فقہ وحدیث کی تدوین وتالیف کا سلسلہ جاری ہوا۔ اہل حدیث کا مرکز حجاز تھا یہاں امام مالک نے اپنی کتاب موطا لکھی جو اس طبقہ کی ترجمان بنی۔ اہل الرائے کا مرکز عراق کا شہر کوفہ تھا۔ یہ لوگ کتاب وسنت کے ساتھ دوسرے شرعی دلائل سے بھی مدد لیتے تھے۔ امام ابوحنیفہ نے اپنے تلمذ کو لے کر باقاعدہ فقہ اور اصول فقہ مرتب کئے اور اس طبقہ کے امام کہلائے۔ ان کے بعد امام شافعی جنھوں نے حجاز اور عراق دونوں مراکز سے علم حاصل کیا۔ دونوں مکاتب فقہ سے واقفیت کی بنا پر آپ نے حدیث اور رائے میں توازن رکھتے ہوئے اپنا جداگانہ مسلک جاری کیا۔ ان کے بعد بغداد میں امام احمد بن حنبل نے اہل حجاز سے وابستگی کی بنا پر اپنے فقہ کی بنیاد حدیث کے الفاظ اور معنی پر رکھی۔ ان چاروں فقہا کی فقہ سے پہلے کئی اور نامور فقہا کی فقہ بھی رائج تھی لیکن ان کو دوام حاصل

نہ ہوسکا اور اہل سنت والجماعت کی فقہ ائمہ اربعہ کے مذاہب پر منحصر ہوگئی۔ان چاروں ائمہ کرام کے تلامذہ نے اپنے اپنے امام کے اقوال وآراء اور اصول فقہ کو مدون کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی تبلیغ واشاعت کی ،جس کے نتیجے میں ان کی تعلیمات تحریری صورت میں موجود ہیں،جن سے دنیا بھر میں استفادہ کیا جار ہاہے۔ ہر دور میں فقہا کرام اور محدثین احادیث کی تشریح اوران سے مسائل کا استنباط ائمہ کرام کے اقوال وآراء، اصول وقواعد اور اجتہادات کی روشنی میں کرتے رہے ہیں۔علامہ سعیدی کی یہ شرح اس خصوصیت کی حامل ہے کہ اس میں مسائل واحکام کے استنباط کے لئے فقہی مذاہب اوران کے دلائل بیان کئے گئے ہیں،اردو پڑھنے والے افراد فقہی مذاہب خصوصاً مذاہب اربعہ سے واقفیت کے لئے اس سے بھرپور استفادہ کرسکتے ہیں۔

مذاہب اربعہ کا بیان:

علامہ سعیدی نے مختلف فیہ مسائل کی وضاحت اوران کے احکامات کا استنباط خصوصی طور پر مذاہب اربعہ کی روشنی میں کیا ہے۔مختلف فیہ مسائل میں جب عقائد ونظریات کا موازنہ ہو یا تردید اور ترجیح مقصود ہو تو ہر کسی کا مؤقف اس کی اپنی کتب سے بیان کرنا تحقیق کی خوبی ہے،اس سے بیان کی گئی بات مستند اور قابل حجت ہوتی ہے،لہذا علامہ سعیدی نے بھی اسی طریقہ کو اختیار کیا ہے۔آپ نے اکثر مقامات پر مذاہب اربعہ ان مذاہب کی اپنی کتب سے بیان کئے ہیں۔مثال کے طور پر نبیذ کے ساتھ وضو کرنا مختلف فیہ ہے۔اس مسئلہ کی تحقیق علامہ سعیدی نے مذاہب اربعہ کی روشنی میں کی ہے۔پہلے نبیذ کی تعریف،کس حالت میں یہ نشہ آور ہو جاتی ہے اور حرام ہے اور کس حالت میں یہ جائز ہے فقہائے احناف اور فقہائے حنبلیہ کی عبارات سے الگ الگ بیان کی ہے۔نبیذ کی حقیقت واضح کرنے کے بعد آپ نے اس سے وضو کے حکم میں ائمہ کرام کے اقوال تفصیل کے ساتھ الگ الگ ان کے مذاہب کی اپنی کتب سے نقل کئے ہیں۔[۱]

اسی طرح حدیث نمبر ۳۷۷ کی شرح میں آپ نے امام کے مقتدیوں سے بلند جگہ پر نماز پڑھانے کے مسئلہ میں چاروں مذاہب الگ الگ ان مذاہب کی اپنی کتب سے بیان کئے ہیں۔[۲]

علامہ سعیدی احادیث کی تشریح کرتے ہوئے ان سے مستنبط مسائل اور احکام میں ائمہ اربعہ کے مذاہب اوران سے متعلق ضروری معلومات اکثر اوقات کسی ایک مستند شرح سے نقل کر دیتے ہیں۔مثال کے طور پر نماز عید سے پہلے قربانی کرنا اس کے عدم جواز اور کس وقت قربانی جائز ہے اس مسئلہ میں ائمہ اربعہ کا مؤقف اوران کی شرائط ایک ہی شرح (عمدۃ القاری) کے حوالے سے بیان کردی ہیں۔[۳]

دلائل ذکر کرنا اور ترجیح مذہب:

اس شرح کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ نے صرف فقہا کے اقوال اور آراء بیان کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اکثر و بیشتر مقامات پر ائمہ کرام کے مذاہب کے ساتھ ان کے دلائل بھی بیان کئے ہیں کیونکہ صرف مؤقف بیان کر دینے سے بات

کی مکمل وضاحت نہیں ہوتی جب تک اس کی اصل حقیقت تک رسائی ممکن نہ ہو۔آپ تمام مذاہب کے دلائل بیان کرنے کے بعدان پر نقد وتبصرہ کرتے ہیں اور مذہب حنفی کو مضبوط دلائل سے ترجیح دیتے ہیں۔مثال کے طور پر نبیذ سے وضو کے حکم میں علامہ سعیدی فقہائے شافعیہ کے دلائل ''الحاوی'' کے حوالہ سے ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''علامہ ماوردی کہتے ہیں: ہماری دلیل یہ آیت ہے کہ جب تم پانی نہ پاؤ تو تیمّم کرو(المائدہ:۲٦) اور نبیذ پانی نہیں ہے،لہٰذا جب نبیذ کے سوا اور پانی نہ ہوتو تیمّم کرنا واجب ہے اور جن احادیث سے انہوں نے استدلال کیا ہے، وہ ضعیف ہیں۔''[۴]

علامہ ماوردی کا یہ اعتراض امام ابوحنیفہ کے مذہب پر ہے کیونکہ ان کے نزدیک نبیذ پانی ہے اور اس سے وضو جائز ہے۔ علامہ سعیدی ان کی دلیل بیان کرتے ہیں:

''حضرت ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ لیلۃ الجن میں، میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا، آپ نے فرمایا: اے عبداللہ کیا تمہارے ساتھ پانی ہے؟ میں نے کہا نہیں میرے ساتھ کھجوروں کا نبیذ ہے، آپ نے فرمایا: اس کو لاؤ، وہ پاکیزہ کھجوریں ہیں اور پاک کرنے والا پانی ہے، پھر آپ نے نبیذ سے وضو کیا اور ہم کو صبح کی نماز پڑھائی۔''

علامہ ماوردی کا اعتراض اسی حدیث پر ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ علامہ سعیدی ان کے اس اعتراض کا رد کرتے ہیں اور اس حدیث کے بارے میں تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''میں کہتا ہوں: رسول ﷺ نے نبیذ کو''**ماء طهور**'' پاک کرنے والا پانی فرمایا ہے، سو رسول ﷺ کے مقابلہ میں علامہ ماوردی کا انکار کون سنے گا! اور ان احادیث کو ضعیف کہنا علم حدیث سے ناواقفیت ہے، یہ حدیث ''سنن ترمذی، سنن ابوداؤد، سنن ابن ماجہ'' میں ہیں اور یہ کتب صحاح ہیں، ان کے علاوہ ''مسند احمد، مصنف عبدالرزاق اور مصنف ابن ابی شیبہ'' بھی مستند کتب حدیث ہیں۔علاوہ ازیں یہ حدیث مسند ابویعلیٰ :۵۰۴٦۔۵۳۰۱ المعجم الکبیر :۹۹٦۳۔۹۹٦۷ اور سنن بیہقی میں طرق متعدد سے مروی ہے۔''[۵]

آپ نے صرف حدیث کی تحقیق اور تخریج پر ہی اکتفاء نہیں کیا بلکہ اپنے مؤقف کی تائید میں آثار بھی پیش کرتے ہیں۔آپ لکھتے ہیں:

''نیز یہ آثار ہیں: حضرت علیؓ نبیذ سے وضو کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے

تھے۔عکرمہ نے کہا: جس کو پانی نہ ملے، اس کے لیے نبیذ وضو ہے۔"[۶]

ان بیان کردہ آثار کو آپ نے مکمل حوالے کے ساتھ نقل کیا ہے۔ اس حدیث پر حافظ ابن حجر نے بھی دو اعتراضات کئے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور اگر صحیح بھی ہو تو پھر منسوخ ہے۔ آپ ان کے اعتراضات مع دلائل بیان کرنے کے بعد اس حدیث پر مزید تحقیق کرتے ہوئے عمدۃ القاری کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ اس کے ضعف کی وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث ابوزید سے مروی ہے اور وہ محدثین کے نزدیک مجہول راوی ہیں۔ آپ نے ان کے علاوہ مزید چودہ رجال جنہوں نے اس حدیث کو حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے ان تمام کو بحوالہ نقل کرتے ہیں۔ دوسرے اعتراض کا جواب بھی عمدۃ القاری سے نقل کرنے کے بعد اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی ﷺ کا مکہ میں وضو کرنا آیت تیمّم یا آیت وضو کے منافی نہیں ہے، کیونکہ آیت وضو اگرچہ مدینہ میں نازل ہوئی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل کو بھیج کر ابتداء ہی میں آپ کو وضو کرنا سکھا دیا تھا، نیز منسوخ تو حکم ہوتا ہے، خبر منسوخ نہیں ہوتی اور حدیث ابن مسعود میں تو نبیذ سے وضو کرنے کی خبر ہے، حکم نہیں ہے اور رہا یہ کہنا کہ انہوں نے سوکھی ہوئی کھجوریں ڈال دیں ہوں گی، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، پانی میں سوکھی ہوئی کھجوریں ڈالی جائیں یا تازہ کھجوریں ڈالی جائیں، اس سے نبیذ بہرحال بن جاتا ہے۔"[۷]

آپ نے مذہب حنفی کو احادیث کی صحت ثابت کرتے ہوئے اور اصول کی روشنی میں ترجیح دی ہے۔ اس کو مزید تقویت دینے کے لیے آپ نے تبیان القرآن کا حوالہ دیا ہے جہاں نبیذ پینے کے متعلق پانچ احادیث اور چار آثار بیان کئے گئے ہیں۔

اسی طرح غائبانہ نماز جنازہ بھی مختلف فیہ مسئلہ ہے۔ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا مذہب ہے کہ اس کا پڑھنا جائز ہے جبکہ امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کا پڑھنا جائز نہیں ہے۔ اس کی تحقیق میں بھی علامہ سعیدی دوطرفہ دلائل بیان کرتے، علامہ ابن قدامہ کے دلائل المغنی کے حوالے سے بیان کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں کہ:

> "علامہ ابن قدامہ حنبلی کہتے ہیں کہ ہماری دلیل یہ ہے کہ جس دن نجاشی فوت ہوئے، اسی طرح حضور ﷺ نے ان کی نماز جنازہ مسلمانوں کو پڑھائی، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ہوسکتا ہے کہ آپ کے لیے زمین لپیٹ دی گئی ہو اور آپ کو جنازہ دکھا دیا گیا ہو تو ہم کہیں گے کہ یہ منقول نہیں ہے اور اگر ایسا ہوا ہوتا تو آپ اس کی خبر دیتے۔"

ان کی دلیل کے جواب میں علامہ سعیدی عقلی اور منطقی استدلال کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''میں کہتا ہوں کہ ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ مسلمانوں کی نماز جنازہ پڑھنے پر بہت حریص تھے۔اور مدینہ کے قریب اور بعید شہروں میں مسلمان طبعی موت سے اور شہادت سے فوت ہوتے رہتے تھے لیکن نجاشی کے علاوہ اور کسی کے متعلق صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں ہے کہ آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی ہو حتیٰ کہ بیر معونہ میں جب ستر قاریوں کو شہید کیا گیا تو آپ کو بہت رنج ہوا اور آپ ایک ماہ تک ان کے قاتلوں کے خلاف دعاءِ ضرر فرماتے رہے لیکن آپ نے ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھی، اگر آپ کے نزدیک غائب کی نماز جنازہ بالعموم جائز ہوتی تو آپ ان کی نماز جنازہ ضرور پڑھتے۔''

اپنے مؤقف کی تائید میں مزید دلائل دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

'' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آپ نے حضرت معاویہ بن معاویہ لیثی، حضرت زید حارثہ اور حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کی نماز جنازہ پڑھی ہے اور وہ اس وقت شام میں تھے، اس کا جواب یہ ہے کہ ان روایات کی سند ضعیف ہے، علاوہ ازیں ان روایات میں ''صلی'' کا لفظ ہے اور وہ نماز جنازہ پڑھنے کے معنی میں قطعی نہیں ہے، اس کا معنی دعا بھی ہوتا ہے۔اس لئے ان ضعیف السند روایات اور محتمل لفظ سے معارضہ کرنا صحیح نہیں ہے۔'' ۸

جن روایات میں نجاشی کے علاوہ مزید تین صحابہ کا ذکر ہے کہ ان کی بھی غائبانہ نماز جنازہ حضور ﷺ نے پڑھائی تھی آپ نے ان تمام مرویات کی تخریج کرتے ہوئے ان کو بحوالہ بیان کیا ہے،

اسی طرح صدقہ فطر دینے میں گندم کی مقدار امام ابوحنیفہ کے نزدیک دو کلو گرام ہے جبکہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک چار کلو گرام ہے۔جن احادیث سے ائمہ ثلاثہ نے استدلال کیا ہے علامہ سعیدی ان کو بیان کرنے کے بعد ان پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''میں کہتا ہوں کہ حدیث میں چار کلو طعام کا ذکر ہے، اس سے ائمہ ثلاثہ کا گندم مراد لینا بلا دلیل ہے، ثانیاً جن روایات میں طعام کی جگہ گندم یا آٹے کا ذکر ہے، امام ابوداؤد نے ان کو راوی کا وہم قرار دیا ہے، لہذا حدیث سے صدقہ فطر میں چار کلو گندم کی مقدار ثابت نہیں ہے۔'' ۹

اس کے بعد علامہ سعیدی نے امام ابوحنیفہ کے مذہب کی تائید میں سترہ احادیث مکمل تخریج کے ساتھ نقل کی ہیں جو آپ کے وسعت مطالعہ پر شاہد ہیں۔

اسی طرح نماز با جماعت مسنون ہے یا واجب، اس مسئلے کی تحقیق بھی علامہ سعیدی مذاہب اربعہ کی روشنی میں کی ہے۔ فقہاء حنبلیہ کی عبارات اور جن آیات سے انہوں نے استدلال کیا ہے ان کو بیان کرتے ہیں۔ اسی طرح فقہاء شافعیہ اور فقہاء مالکیہ کی عبارات تفصیل سے ان کے دلائل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ متعدد احادیث بیان کی ہیں جو نماز با جماعت کے وجوب پر دلالت کرتی ہیں۔ آپ نے ان کو مکمل حوالہ کے ساتھ بیان کیا ہے۔ فقہائے احناف کا موقف سات کتب فقہ حنفی سے بیان کرتے ہیں۔ ان فقہاء کی عبارات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''میں کہتا ہوں کہ علامہ شامی کا یہ اعتراض اس لیے ساقط ہے کہ خود علامہ سراج الدین نے یہ لکھا ہے کہ علماء خراسان کا قول یہ ہے کہ جو عادۃً جماعت کو ترک کرے، وہ گنہگار ہوگا اور میرے نزدیک علامہ حلبی کی تقریر میں بہت زبردست تحقیق ہے ان کی تحقیق احادیث پر مبنی ہے اور انہوں نے بظاہر متعارض احادیث میں تطبیق دی ہے کہ جن احادیث میں ترک جماعت پر وعید ہے، ان کا تقاضا یہ ہے کہ کبھی کبھی جماعت سے نماز پڑھنا واجب ہے (اور عام حالات میں یعنی جب کوئی عذر نہ ہو تو سنت مؤکدہ ہے) اور جن احادیث میں نماز پڑھنے کو افضل فرمایا ہے وہ دوام پر محمول ہیں۔''[۱۰]

ان امثال سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ مذہب حنفی کی مکمل تائید کرتے ہوئے اس کی عقلی اور نقلی دلائل سے ترجیح قائم کرتے ہیں۔ آپ کی قائم کردہ ترجیح محض اپنے مسلک کی برتری ثابت کرنے کے لئے نہیں ہے جو زبردستی شواہد سے صرف نظر کر کے ٹھونس دی گئی ہو بلکہ امام ابوحنیفہ کے مذہب کو مکمل تحقیق اور مضبوط دلائل کے ساتھ ترجیح دیتے ہیں، اگر کسی مسئلہ میں ائمہ ثلاثہ کے دلائل زیادہ مضبوط ہوں تو آپ ان سے صرف نظر نہیں کرتے بلکہ تحقیق کے بعد وسعت نظری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کو قبول کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر ''**فـــاقـــد الـــطهـــوريـــن**'' یعنی جو شخص وضو اور تیمّم پر قادر نہ ہو تو کیا وہ نماز ادا کرے گا یا موخر کر دے گا۔ اس مسئلہ کی تحقیق میں آپ مذاہب اربعہ کے دلائل بیان کرنے کے بعد رقم طراز ہیں:

> '' میں کہتا ہوں کہ امام مالک اور امام احمد کا مشہور قول یہ ہے ''**فـــاقـــد الطهورين**'' نماز پڑھے گا اور اس پر اعادہ نہیں ہے، جیسا کہ صحیح البخاری: ۳۳۶ میں ہے اور قوت دلیل کے اعتبار سے ان کا مذہب راجح ہے، امام شافعی نے کہا ہے کہ وہ نماز پڑھے اور اس پر اعادہ واجب ہے اور وجوب اعادہ پر کوئی دلیل نہیں

ہے، امام ابوحنیفہ نے فرمایا ہے کہ وہ نماز نہ پڑھے، ان کی دلیل وہ حدیث ہے کہ بغیر طہارت کے نماز قبول نہیں ہوتی، مگر تحقیق یہ ہے کہ عذر کی صورت میں طہارت کی شرط ساقط ہو جاتی ہے اور جیسے مستحاضہ اور دیگر معذورین سے طہارت کی شرط ساقط ہو جاتی ہے، ان کے خون کے یا پیشاب کے قطرات گرتے رہیں، پھر بھی ان کی نماز صحیح ہے اور قوی ترین دلیل صحابہ کا پانی نہ ملنے کی صورت میں نماز پڑھنا اور اس پر نبی ﷺ کا انکار نہ کرنا ہے اور ہمارے فقہاء احناف نے اس دلیل کا کوئی جواب نہیں دیا، اس لئے صحیح یہی ہے کہ ''**فاقد الطهورين**'' نماز پڑھے اور اس پر اعادہ واجب نہیں ہے۔ **لعل الله يحدث بعد ذالك امرا**: امام اعظم فرماتے ہیں: جب کوئی حدیث صحیح ہو تو وہی میرا مذہب ہے اور صحیح بخاری کی یہ حدیث صحیح ہے۔''[۱۱]

اس کے بعد آپ نے انیس کتب احادیث سے بخاری کی اس حدیث کی تخریج کی ہے۔ اور ثابت کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اس سے آپ کی باریک بینی اور مذاہب اربعہ پر تحقیقی نظر کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

دیگر مذاہب کا بیان:

آپ نے اہل السنۃ والجماعت کے عقائد ونظریات کو قرآن وسنت کی روشنی میں پیش کرنے کے ساتھ ساتھ فریق ثانی کے نظریات کو بے نقاب کرتے ہوئے ان کا رد کیا ہے۔ اسی لئے بعض مسائل کی تحقیق میں علامہ سعیدی نے مذاہب اربعہ کے ساتھ دیگر فقہی مذاہب کو بھی بیان کیا ہے۔ آپ نے ان کے دلائل بیان کئے ہیں اور ان پر نقد وتبصرہ کیا ہے۔

مثال کے طور پر شغار زمانہ جاہلیت کا نکاح ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ تم اپنی بہن یا بیٹی کا نکاح مجھ سے کر دو اور اس کے بدلے میں اپنی بہن یا بیٹی کا نکاح تم سے کر دوں گا۔ اور ان کا کوئی مہر مقرر نہ ہو بلکہ وہ ایک دوسرے کا مہر ہوں۔ اس نکاح کے جواز یا عدم جواز میں فقہا کا اختلاف ہے۔ امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک یہ نکاح باطل ہے جبکہ امام ابوحنیفہ اور امام احمد کے نزدیک یہ عقد درست ہے۔ علامہ سعیدی نے اس مسئلہ کی تحقیق میں ائمہ اربعہ کے دلائل کے ساتھ اہل ظاہر کے دلائل بھی بیان کئے ہیں اور ان پر نقد وتبصرہ کیا ہے۔ اس مسئلہ کی تحقیق کرتے ہوئے آپ امام ابوحنیفہ اور امام احمد کی دلیل شرح ابن بطال کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

''جن فقہا نے کہا ہے کہ نکاح شغار کا عقد صحیح ہے اور ان پر مہر مثل لازم ہے وہ کہتے ہیں کہ اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے کہ خمر اور خنزیر کو کسی مسلمان کے لیے مہر مقرر کرنا جائز نہیں ہے۔ اس طرح غرر اور مجہول کو بھی مہر مقرر کرنا جائز نہیں ہے۔

ادلہ بدلہ کو مہر قرار دینا مہر فاسد ہے اور اس پر اجماع ہے کہ مہر فاسد سے نکاح فاسد نہیں ہوتا اور اس میں مہر مثل لازم ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بغیر مہر کے بھی نکاح کو جائز قرار دیا ہے۔'' ۱۲

اس کی تائید میں قرآن مجید کی یہ آیت پیش کرتے ہیں:

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَالَمْ تَمَسُّوْ هُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۱۳

''تم پر کوئی گناہ نہیں ہے اگر تم عورتوں کو اس وقت طلاق دے دو جب تم نے ان کو ہاتھ نہ لگایا ہو یا تم نے ان کا مہر نہ دیا ہو''

اس کے بعد امام مالک اور امام شافعی کی دلیل بیان کرتے ہیں:

''جن لوگوں نے نکاح شغار کو باطل قرار دیا ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے نکاح شغار سے منع فرمایا ہے اور ممانعت تحریم اور فساد کا تقاضا کرتی ہے۔'' ۱۴

ائمہ اربعہ کے دلائل بیان کرنے کے بعد آپ نکاح شغار کے عدم جواز کے متعلق احادیث اور غیر مقلدین کا موقف معہ دلائل تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔ آخر میں امام ابوحنیفہ کے مذہب کو ترجیح دیتے ہوئے ان کے دلائل المبسوط اور بدائع الصنائع سے بیان کرتے ہیں۔ آپ علامہ کاسانی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ:

''ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے اس سے منع فرمایا کہ ''کسی عورت کا عورت کے بدلہ میں نکاح کیا جائے اور ان میں سے کسی کا مہر نہ ہو'' اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ ممانعت اس وجہ سے ہے کہ مہر کا ذکر ترک کر دیا گیا ہے اور عین نکاح سے ممانعت نہیں ہے، پس نکاح صحیح رہے گا۔'' ۱۵

ان کی دلیل کو مزید مستحکم بنانے کے لیے اپنے دلائل دیتے ہوئے صحیح بخاری اور مسند احمد کی احادیث بیان کرتے ہیں۔ امام بخاری کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض دور کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''امام بخاری کا یہ اعتراض کہ امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ شغار جائز ہے اور شرط باطل ہے تو امام بخاری کی یہ نقل صحیح نہیں ہے کیونکہ امام ابوحنیفہ اس شرط کو باطل نہیں فرماتے بلکہ اس کو شرط فاسد فرماتے ہیں اور شرط فاسد سے نکاح باطل نہیں ہوتا۔'' ۱۶

آخر میں مزید تائید کے لئے فقہائے احناف کی عبارات بیان کرتے ہیں۔

اسی طرح ایک مجلس میں لفظ واحد سے تین طلاقوں کے وقوع کے بارے میں ائمہ اربعہ کا مؤقف ایک ہے کہ یہ تین

ہی شمار ہوں گی جب کہ اہل ظاہر کا ان سے اختلاف ہے چناچہ اس مسئلہ کی تحقیق کرتے ہوئے آپ نے ائمہ اربعہ کے مؤقف کی وضاحت کے بعد فریق مخالف کی شروح کا جائزہ لیتے ہوئے ان کا مؤقف، دلائل اور ان کے شیوخ کے فتاوٰی بیان کئے ہیں، ان کے تمام دلائل پر تبصرہ کرتے ہوئے آپ نے قرآنی آیات اور احادیث کی روشنی میں ان کا رد کیا ہے۔ ۱۷

حدیث نمبر ۵۱۳۰ کی شرح میں آپ نے نکاح میں ولی کی شرط کے مسئلہ میں ائمہ اربعہ کے ساتھ غیر مقلدین کا مذہب بھی نقل کیا ہے۔ ائمہ ثلاثہ اور غیر مقلدین کے مذہب نقد و تبصرہ کرتے ہوئے امام ابوحنیفہ کے مذہب کو ترجیح دی ہے۔ اس بحث کے آخر میں آپ خلاصہ کے طور پر لکھتے ہیں:

> ''الحمدللہ رب العالمین ہم نے یہ واضح کر دیا کہ ائمہ ثلاثہ اور غیر مقلدین نے بالغہ عورت کے ازخود نکاح کو باطل قرار دیا ہے اور اس کے جواز کے لیے اس کے ولی کی شرط لگائی ہے، سو یہ شرط باطل ہے اور قرآن مجید، احادیث صحیحہ، آثار صحابہ اور اقوال تابعین کے خلاف ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ بالغہ عورت کا ازخود نکاح کرنا صحیح ہے اور یہ قرآن مجید کی آیات، احادیث، آثار اور اقوال تابعین سے ثابت ہے۔'' ۱۸

اسی طرح روافض کے نزدیک نبی ﷺ کی نو ازواج تھیں اس لئے چار سے زیادہ نکاح کرنا آپ ﷺ کی سنت ہے۔ ان کے اس نظریہ کے باطل ہونے پر آپ نے دلائل دیئے ہیں۔ ۱۹

اس شرح کی یہ خوبی ہے کہ اس میں فقہی مذاہب پر تفصیلی اور تحقیقی بحث کی گئی ہے۔ اس میں آپ نے خصوصیت کے ساتھ مذاہب اربعہ کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ بیشتر مقامات پر تین مذاہب ائمہ بھی بیان کئے ہیں۔ اسی طرح کچھ مقامات پر مسائل کی نوعیت کے اعتبار سے فقہی مذاہب جن میں اہل ظاہر، غیر مقلدین اور اہل تشیع شامل ہیں ان کو بھی بیان کیا ہے۔ آپ نے مذہب حنفی کی ترجیح ثابت کرنے کے لئے مستند مصادر سے بیان کردہ نقلی دلائل کثرت سے بیان کئے ہیں۔ اسی طرح بعض مقامات پر آپ نے اپنے مؤقف کی تائید اور مخالف نقطہ نظر کی تردید کے لئے عقلی دلائل سے بھی مدد لی ہے۔ علامہ سعیدی نے مختلف فیہ مسائل میں فریق ثانی کے نظریات کا رد نہایت مہذب انداز میں کیا ہے اور کہیں بھی غیر شائستہ الفاظ استعمال نہیں کئے جس سے فریق مخالف کی تضحیک ہو، بلکہ آپ نے مخالفین کے جواب دیتے وقت عدل و انصاف کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا، اس کے لئے آپ نے تحقیقی انداز پناتے ہوئے مکمل دلائل اور حوالہ جات کے ساتھ اپنے مؤقف کی تائید کی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ غلام رسول سعیدی، علامہ، ج:۱،ص:۷۰۸

۲۔ ایضاً، ج:۲،ص:۱۱۴

۳۔ ج:۳،ص:۷۹

۴۔ غلام رسول سعیدی، علامہ، ج:۱،ص:۱۰۷

۵۔ ایضاً، ج:۱،ص:۱۰۷

۶۔ ایضاً، ج:۱،ص:۱۰۷

۷۔ ایضاً، ج:۱،ص:۱۴۷

۸۔ ایضاً، ج:۳،ص:۳۰۴

۹۔ ایضاً، ج:۳،ص:۷۵۹

۱۰۔ ایضاً، ج:۲،ص:۵۱۲

۱۱۔ ایضاً، ج:۱،ص:۸۵۴

۱۲۔ ایضاً، ج:۹،ص:۵۰۷

۱۳۔ البقرہ:۲۳۶

۱۴۔ غلام رسول سعیدی، علامہ، نعمۃ الباری، ج:۹،ص:۵۰۷

۱۵۔ ایضاً، ج:۹،ص:۵۱۰

۱۶۔ ایضاً، ج:۹،ص:۵۱۱

۱۷۔ ایضاً، ج:۱۰،ص:۴۰۱

۱۸۔ ایضاً، ج:۹،ص:۵۵۱

۱۹۔ ایضاً، ج:۹،ص:۴۵۷

فصل دوم:

اصول حدیث وفقہی قواعد کا اطلاق

شریعت اسلامی قیامت تک کے انسانوں کے لیے راہ عمل اور راہ نجات ہے۔اس لئے اس کی حفاظت کا انتظام بھی معجزاتی طور پر کر دیا گیا ہے۔اللہ رب العزت نے قرآن کی حفاظت کے ساتھ حدیث نبوی ﷺ جو کہ تشریعی ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے اسکی حفاظت کا انتظام بھی کر دیا اور ایسے رجال پیدا کئے جنہوں نے اپنی زندگیاں اس کام کے لئے وقف کر دیں۔ محدثین کرام نے حدیث کی جمع وتدوین کے ساتھ تحقیق حدیث کے لئے اصول حدیث،اور قواعد جرح وتعدیل کو مستقل فن کی حیثیت دی۔اسی طرح فقہاء کرام نے اپنی اجتہادی صلاحیتوں اور علمی کاوشوں کو عملی میدان میں لاکر قرآن وسنت سے صریح قواعد فقیہ کا استنباط کیا ہے۔نوع انسان ازل سے تبدیلیوں کی زد میں رہی ہے جس کے باعث انسانی زندگی ہر لحظہ نت نئے مسائل سے دوچار ہوتی رہتی ہے ہر دور میں وقت کے لحاظ سے مسائل اور ان کی نوعیت بدلتی رہتی ہے۔جب کسی عالم یا فقیہ کو کسی مسئلہ کے بارے میں قرآن وسنت سے صریح دلیل و حجت نہ ملے تو وہ ان اصول وقواعد کو سامنے رکھ کر لاکھوں مسائل کو صحت واستدلال صحیحہ کے ساتھ حل کر لیتا ہے۔

اصول وقواعد کا یہ قیمتی علمی ذخیرہ جو اس امت کو اپنے اکابرین سے ملا اس سے ہر دور کے علماء وفقہاء نے استفادہ کرتے ہوئے دین اسلام کی خدمت کی ہے۔علامہ سعیدی کا شمار بھی ان جید فقہاء ومحدثین میں ہوتا ہے جنہوں نے پہلے اس علم میں کمال حاصل کا پھر اس کے عملی اطلاق سے دین اسلام کی خدمت کرتے ہوئے اس کی اصل روح تک رسائی کی کوشش کی۔

آپ نے جن اصول وقواعد سے استدلال کیا ہے ان میں سے کچھ مثال کے طور پر بیان کئے جا رہے ہیں۔

ا۔فنی حیثیت:

علامہ سعیدی نے اکثر مقامات پر احادیث کی تحقیق کرتے ہوئے ان کی فنی حیثیت بیان کی ہے۔حدیث کی فنی حیثیت سے مراد یہ ہے کہ اس حدیث کی سند کے متعلق تحقیق کی جائے کہ یہ اقسام احادیث میں سے کس درجہ کی حدیث ہے۔اکثر مقامات پر آپ بخاری کی بیان کردہ احادیث کی فنی حیثیت بیان کرتے ہیں۔مثال کے طور پر بخاری کی حدیث نمبر ۲ کی سند اس طرح ہے:

حدثناعبدالله بن یوسف قال اخبرنا مالک عن هشام بن
عروة عن ابیه عن عائشة ام المومنین رضی الله عنها ان
الحارث بن هشام رضی الله عنه سال رسول الله صل الله
علیه وسلم۔

اس سند کے متعلق آپ حافظ ابن حجر کی تحقیق بیان کرتے ہیں کہ:

''ہوسکتا ہے کہ جس وقت حضرت الحارث بن ہشامؓ نے رسول اللہ ﷺ سے وحی کے متعلق سوال کیا ہو، اس وقت حضرت عائشہؓ بھی موجود ہوں اور یہ سوال و جواب سن رہی ہوں، پھر یہ حدیث متصل ہو گی، اصحاب اطراف نے اس پر اعتماد کیا ہے اور اس حدیث کا ''مسند عائشہ'' میں اخراج کیا ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت الحارث نے بعد میں حضرت عائشہ کو اس واقعہ کی خبر دی ہو، پھر یہ حدیث مرسل الصحابۃ ہو گی اور جمہور نے اس پر متصل کا حکم لگا دیا، اور اس حدیث کے مرسل ہونے کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ''مسند احمد'' اور ''معجم البغوی'' وغیرہ میں از عامر بن صالح از ہشام از عروہ از عائشہ از الحارث بن ہشام روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا، الحدیث۔ اس سند میں عامر ضعیف راوی ہے، لیکن میں نے ابن مندہ کے پاس اس کا متابع پایا ہے، تاہم مشہور پہلا قول ہے۔''[1]

یعنی مشہور یہ ہے کہ یہ حدیث متصل اور مسند ہے۔ اس حدیث کے متصل یا مرسل ہونے کی تحقیق کرتے ہوئے مسند احمد کی جس حدیث کا ذکر حافظ ابن حجر نے کیا ہے آپ اس کے متعلق شعیب الارنوط کی رائے لکھتے ہیں کہ:

''یہ حدیث صحیح ہے اور اس کی سند میں عامر بن الصالح الزبیری ہے اور یہ متروک راوی ہے اور اس حدیث کو الحارث بن ہشام کی ''مسند'' سے شمار کیا گیا ہے۔''[2]

آپ اس کے بارے میں اپنی رائے بیان کرتے ہیں :

''میں کہتا ہوں کہ امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ نے اس حدیث کو اس سند سے روایت کیا ہے: از محمد بن نصر بن حمید البغدادی از محمد بن عبداللہ الارزی از عاصم بن ھلال از ایوب از ہشام بن عروہ از عروہ از الحارث بن ہشام، وہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا۔ الحدیث (المعجم الکبیر: ۳۳۴۴) اس سند میں عامر بن صالح الزبیری نہیں ہے، جس کی وجہ سے ''مسند احمد'' کی روایت میں ضعف تھا، سو یہ اس حدیث کا متابع ہے۔''[3]

اس حدیث کو ہشام بن عروہ کے اصحاب نے از عروہ از عائشہؓ روایت کیا ہے کہ حضرت الحارث بن ہشام نے رسول اللہ ﷺ سے وحی کے متعلق سوال کیا۔ اس وضاحت کے بعد آپ نتیجہ بیان کرتے ہیں:

''اس تصریح سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ عامر زبیری کے علاوہ ہشام بن عروہ کے دوسرے اصحاب نے بھی اس حدیث کو روایت کیا، لہذا واضح ہو گیا کہ حضرت عائشہ نے اس حدیث کو خود رسول اللہ ﷺ سے نہیں سنا، بلکہ حضرت الحارث بن ہشام سے سن کر روایت کیا ہے، سو یہ حدیث مرسل الصحابۃ ہے، مسند اور متصل نہیں ہے۔'' ۴

آپ دوران شرح جب وضاحت کے لئے مزید احادیث بیان کرتے ہیں تو ان کی بھی اکثر مقامات پر فنی حیثیت بیان کرتے ہیں ،مثال کے طور پر شادی کے موقع پر نکاح کے اعلان کی غرض سے دف بجانے کے متعلق آپ نے چھ احادیث بیان کی ہیں، ان تمام احادیث کی مکمل تخریج کے ساتھ ان کی اسناد کے بارے میں بھی معلومات فراہم کی ہیں کہ یہ کس درجہ کی ہیں اور کتب احادیث اور کتب اسماء الرجال سے ان کے روات میں جو ضعیف اور مختلف فیہ راوی ہے ان کو بیان کیا ہے۔ ۵

۲۔ مضطرب المتن حدیث

مضطرب وہ حدیث ہے جو ایسے مختلف طریقوں سے مروی ہو جو قوت اور سند میں برابر ہو۔ اس کا شمار ضعیف احادیث میں ہوتا ہے اور یہ حدیث قابل استدلال نہیں ہوتی۔ اس اصول کی روشنی میں آپ امام ابوحنیفہ کے مذہب کو ترجیح دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اذان میں ترجیع ہے جب کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ترجیع نہیں ہے ائمہ ثلاثہ کا استدلال ابومحذورہؓ کی جس حدیث سے ہے آپ اس کو بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

''میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کے معارض حضرت ابومحذورہ کی وہ حدیث ہے، جس میں ترجیع کا ذکر نہیں ہے یعنی دو مرتبہ شہادت کے کلمات کو پڑھ کر پھر دوبارہ دو دو مرتبہ شہادت کے کلمات کے پڑھنے کا ذکر نہیں ہے۔'' ۶

آپ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ:

''حضرت ابومحذورہؓ کی اس حدیث میں ترجیع نہیں ہے اور یہ اول الذکر حدیث کے معارض ہے، لہذا اول الذکر حدیث مضطرب المتن قرار پائی اور حدیث مضطرب سنداً ضعیف ہوتی ہے اور ضعیف السند حدیث سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔''

اسی طرح حافظ ابن حجر تیمّم میں کلائیوں کے بجائے ہتھیلیوں پر مسح کو صحیح قرار دیتے ہیں۔ ان کا استدلال حضرت عمارؓ کی روایت ہے۔ علامہ سعیدی حضرت عمارؓ کی تیمّم کے متعلق تمام روایات بیان کرنے کے بعد حافظ ابن حجر کی تردید کرتے ہوئے

لکھتے ہیں کہ:

''حضرت عمار سے تیمّم کے متعلق جو احادیث مروی ہیں، ان میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہتھیلیوں پر مسح کے لئے فرمایا، اور ہاتھوں کے جوڑ یعنی پہنچوں تک مسح کے لئے فرمایا اور نصف کلائیوں تک مسح کے لئے فرمایا اور کہنیوں تک مسح کے لئے فرمایا اور آپ نے اور مسلمانوں نے کندھوں تک مسح کیا اور بغلوں تک مسح کیا اور دو ضربوں کے ساتھ چہرے اور کہنیوں سمیت ہاتھوں پر مسح کیا، سو حضرت عمار کی حدیث میں اتنا شدید اضطراب ہے اور جو حدیث مضطرب ہو، وہ لائق استدلال نہیں ہوتی، پھر حافظ ابن حجر کا اس مضطرب حدیث کی صحت پر اصرار کرنا اور اس کو ترجیح دینا باعث حیرت ہے، جب کہ جمہور فقہاء نے اس مضطرب روایت کو مسترد کر دیا ہے۔ ''[۷]

مزید آپ لکھتے ہیں کہ:

''میں کہتا ہوں کہ ایک ضرب سے چہرے اور ہتھیلیوں پر مسح کی حدیث اس لئے بھی ضعیف اور مرجوح ہے کہ یہ اس حدیث کے خلاف ہے، جس میں مذکور ہے: تیمّم میں دو ضربیں ہیں، ایک ضرب سے چہرے پر مسح ہے اور دوسری ضرب سے کہنیوں سمیت کلائیوں پر مسح ہے اور امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی نے اسی حدیث سے استدلال کیا ہے اور مجتہدین جس حدیث سے استدلال کریں، وہ اس حدیث کی صحت پر دلیل ہوتی ہے۔ ''[۸]

۳۔ حسن لغیرہ

حدیث مقبول کی اقسام بلحاظ قوت سند چار ہیں، جن میں سے ایک حسن لغیرہ ہے، یہ اس ضعیف حدیث کو کہتے ہیں جس کی سندیں متعدد ہوں لیکن اس کا ضعف راوی کے فسق، کذب یا کثرت خطا کی وجہ سے نہ ہو بلکہ ضعیف ہونے کا سبب راوی کا کمزور حافظہ یا سند میں انقطاع یا راوی کے بارے میں علم نہ ہونا ہو۔ حدیث کی یہ قسم ضعیف سے بلند تر درجہ رکھتی ہے اور اسے شرعی حجت کی حیثیت حاصل ہے۔ اسی بنیاد پر علامہ سعیدی المعتوہ (کم عقل) کی طلاق کے وقوع میں امام بخاری کی بیان کردہ تعلیق جو کہ ضعیف ہے اور اس میں فقہا کا اختلاف ہے اس کے ضعف کے بیان کے بعد آپ اس پر عمل کے متعلق اپنی رائے دیتے ہیں:

'' میں کہتا ہوں: امام بخاری کی تعلیق مذکور ہر چند کہ ضعیف ہے لیکن امام بخاری نے اس کی وثوق کے ساتھ روایت کی ہے اور اہل علم صحابہ اور تابعین کا اس

حدیث پر عمل ہے اور ضعیف السند حدیث اہل علم کے عمل سے قوی ہو جاتی ہے اور چونکہ یہ حدیث متعدد سندوں سے مروی ہے اس لئے یہ حدیث حسن لغیرہ ہے اور اس سے استدلال صحیح ہے اور اس کے مقتضی پر عمل کرنا جائز ہے۔ ''[۹]

۳۔خبر واحد:

اس سے مراد ایسی حدیث ہے جس کے راویوں کی تعداد متواتر حدیث کے راویوں سے کم ہو۔ احکام شریعہ میں چند شرائط کے ساتھ اس پر عمل واجب ہے۔ ظنی الثبوت ہونے کی وجہ سے اس سے فرائض اور حدود ثابت نہیں ہوتے۔

اس اصول کے تحت آپ امام ابوحنیفہ کے مذہب کی تائید کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر امام ابوحنیفہ کے نزدیک طواف کے لئے وضو فرض نہیں ہے جب کہ ائمہ ثلاثہ کا اس سے اختلاف ہے۔ آپ امام ابوحنیفہ کے مذہب کی تائید میں دلائل دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک طواف کرنے کے لئے وضو کرنا فرض نہیں ہے کیونکہ فرضیت اس دلیل سے ثابت ہوتی ہے جو قطعی الثبوت ہو اور لزوم پر اس کی دلالت بھی قطعی ہو، جب کہ صحیح البخاری: ۱۶۴۱ کی یہ حدیث جس سے ائمہ ثلاثہ نے طواف کے لئے وضوء کرنے کی فرضیت ثابت کی ہے خبر واحد ہے اور ظنی الثبوت ہے، نیز اس میں یہ ذکر ہے کہ نبی ﷺ نے طواف سے پہلے وضوء کیا، یہ ذکر نہیں ہے کہ آپ نے طواف سے پہلے وضوء کرنے کا حکم دیا اور وضوء نہ کرنے والے پر انکار کیا یا اس پر وعید سنائی لہذا اس میں طواف سے پہلے وضوء کے لزوم پر قطعی دلیل نہیں ہے، لہذا طواف سے پہلے وضوء کرنا قطعی الثبوت ہے نہ لزوم پر قطعی الدلالۃ ہے اور ایسی دلیل سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی۔ ائمہ ثلاثہ کا یہ کہنا کہ نبی ﷺ کے فعل سے فرض ثابت ہوتا ہے بالکل غلط ہے، نبی ﷺ نے کھڑے ہو کر پانی پیا حالانکہ کھڑے ہو کر پانی پینا فرض نہیں ہے، نبی ﷺ نے فصد لگانے والے کو اجرت دی حالانکہ فصد لگانے کی اجرت دینا فرض نہیں ہے، نبی ﷺ نے تہجد کی نماز پڑھی حالانکہ تہجد کی نماز پڑھنا فرض نہیں ہے، نبی ﷺ نے وصال کے روزے رکھے حالانکہ وصال کے روزے رکھنا فرض نہیں ہے، نبی ﷺ نے وتر کے بعد بیٹھ کر نفل پڑھے حالانکہ بیٹھ کر نفل پڑھنا فرض نہیں ہے اور ایسی کئی مثالیں ہیں۔ ''[۱۰]

اسی اصول کے تحت آپ نماز باجماعت کے وجوب پر دلیل قائم کرتے ہیں:

''تحقیق یہ ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا فرض عین یا فرض کفایہ نہیں ہے کیونکہ فرض ایسی دلیل سے ثابت ہوتا ہے، جس کا ثبوت بھی قطعی ہو اور اس کی لزوم پر دلالت بھی قطعی ہو، اسباب میں جو حدیث درج ہے، اس سے اگرچہ جماعت سے نماز پڑھنے کا لزم قطعیت سے ثابت ہوتا ہے، مگر اس حدیث کا ثبوت قطعی نہیں ہے کیونکہ یہ حدیث خبر واحد ہے اور خبر واحد ظنی ہوتی ہے اور جب ثبوت اور لزوم میں سے ایک چیز قطعی ہو اور دوسری ظنی ہو تو پھر اس سے وجوب ثابت ہوتا ہے، فرضیت نہیں، لہذا نماز باجماعت واجب ہے۔'' [۱۱]

۵۔درایت:

اصول درایت سے مراد محدثین حضرات کے وضع کردہ وہ سنہری قواعد وضوابط ہیں جن کے ذریعہ متن حدیث کے متعلق تحقیق کی جاتی ہے کہ واقعی وہ حدیث رسول ﷺ کی ہے یا نہیں۔

تعمیر کعبہ اور آپ ﷺ کے تہبند اتارنے کے واقعہ کی تاریخ میں اختلاف ہے۔علامہ سعیدی نے چھ شروح سے اس واقعہ کی تفصیل اور اس اختلاف کو بیان کیا ہے۔آخر میں آپ اس اصول کی روشنی میں اپنی تحقیق بیان کرتے ہیں:

''میں کہتا ہوں کہ کعبہ کی تعمیر کے وقت میں کافی اضطراب ہے، الزہری نے کہا ہے: کعبہ کی تعمیر اس وقت ہوئی تھی، جب آپ بالغ نہیں ہوئے تھے۔قاضی عیاض اور علامہ قرطبی نے اسی قول کو اختیار کیا ہے اور یہی قرین قیاس ہے کیونکہ کسی نابالغ لڑکے سے تو اس کا چچا شفقت سے یہ کہہ سکتا ہے کہ اپنا تہبند اتار کر اپنے کندھے کے اوپر رکھ لو تاکہ تمہیں پتھر نہ چبھیں اور مشہور قول کے مطابق کعبہ کی تعمیر اس وقت ہوئی تھی، جب آپ کی عمر پینتیس سال تھی اور پینتیس سال کے مرد سے یہ کہنا متصور نہیں ہے کہ آپ اپنا تہبند اتار کر اپنے کندھے کے اوپر رکھ لیں اور نہ ہی اس مرد کا تہبند اتارنا متصور ہو سکتا ہے۔صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں آپ کے تہبند اتارنے کا واقعہ حضرت جابر سے روایت کیا گیا ہے، اگر یہ آپ کے بچپن کا واقعہ ہو تو پھر اس کے صحیح ہونے کی ایک وجہ ہے کہ امام ابن شہاب زہری، قاضی عیاض اور علامہ قرطبی نے کہا ہے اور اگر کعبہ کی تعمیر اس وقت ہوئی تھی جب آپ کی عمر پینتیس سال تھی، جیسا کہ مشہور قول ہے تو پھر ہمارے نزدیک آپ کے تہبند اتارنے کا واقعہ درایۃ صحیح نہیں ہے۔'' [۱۲]

۶۔متابعت

اگر بخاری کی حدیث میں کوئی فنی اصطلاح استعمال کی گئی ہو تو آپ اس کی مکمل وضاحت کرتے ہیں۔مثال کے طور پر حدیث میں متابعت کا ذکر ہے آپ اس کے بارے تفصیل فراہم کرتے ہیں کہ:

''اگر کوئی راوی حدیث میں اپنے شیخ سے روایت میں متفرد ہو یعنی اس کے علاوہ کوئی راوی اس حدیث کو اس کے شیخ سے روایت نہ کر رہا ہو تو اس روایت کو غریب اور فرد کہا جاتا ہے،لیکن اگر بعد میں تحقیق اور تتبع سے یہ معلوم ہو جائے کہ اور راوی بھی اس شیخ سے روایت کر رہے ہیں تو وہ روایت غرابت سے نکل جاتی ہے اور اس متفرد راوی کو متابَع (ب کی زبر) اور متابعت کرنے والے کو متابِع (ب کی زیر) اور اس کے شیخ کو متابع علیہ کہا جاتا ہے۔صحیح البخاری:۳ کی سند میں یہ گمان کیا جا رہا تھا کہ یحیٰ بن بکیر اس حدیث کی روایت میں اپنے شیخ لیث سے متفرد ہے،اس بنا پر اس حدیث کو غریب اور فرد کہا جا رہا تھا،بعد میں تحقیق اور تتبع سے معلوم ہوا کہ عبداللہ بن یوسف اور ابو صالح بھی اس حدیث کو لیث سے روایت کر رہے ہیں،لہذا یہ حدیث غرابت سے نکل گئی اور عبداللہ بن یوسف اور ابو صالح متابع ہیں اور یحیٰ بن بکیر متابَع (ب پر زبر) ہیں اور لیث متابع علیہ ہے۔'' [۱۳]

متابعت کی دو قسمیں ہیں متابعت تامہ اور متابعت قاصرہ علامہ سعیدی نے ان کی تعریفیں معہ امثال تفصیل سے بیان کی ہیں۔

اسی طرح آپ نے دوران شرح حضور ﷺ کی قبر انور کی فضیلت میں حدیث بیان کی ہے جب کہ اس حدیث پر اعتراض ہے کہ اس حدیث کے ایک راوی موسیٰ بن ہلال العبدی مجہول ہیں اور ان کی متابعت نہیں کی جاتی۔آپ نے کتب اسماء الرجال سے تحقیق کرتے ہوئے ان کی تعدیل اور توثیق بیان کی ہے اور دوسرا اعتراض کہ ان کی متابعت نہیں کی جاتی اس کے لیے تحقیق کرتے ہوئے مفصل حوالہ جات کے ساتھ پندرہ متابع ذکر کئے ہیں۔[۱۴]

۷۔اسماء الرجال

محدثین نے حدیث و روایات کی جمع و تدوین کے ساتھ اس کے درمیانی واسطوں کی بھی تحقیق کی اور رجال حدیث کے مکمل حالات و کوائف جمع اور محفوظ کر دیئے،نتیجہ کے طور پر حدیث کی تدوین کے ساتھ ایک نیا علم اسماء الرجال وجود میں آیا۔اس علم کی بدولت آج لاکھوں روات حدیث کے اخلاق و عادات،قوت و ضعف،دیانت،علم و حافظے کے متعلق تمام معلومات کتب اسماء الرجال میں محفوظ ہیں۔

علامہ سعیدی دوران شرح اکثر مقامات پر رجال حدیث کی تحقیق کے لئے کتب اسماء الرجال سے استفادہ کرتے ہیں۔مثال کے طور پر نبی ﷺ کی قبر کی زیارت کے لئے سفر کرنے کے متعلق شیخ ابن تیمیہ کے نظریہ کے رد اور ابن حجر کی تائید میں آپ نے حدیث بیان کی ہے، اس پر اعتراض ہے کہ یہ حدیث شہر بن حوشب سے مروی ہے اور وہ کثیر الاوھام ہے۔ اس اعتراض کے جواب میں آپ نے کتب اسماء الرجال سے اس تحقیق کرتے ہوئے شہر بن حوشب کی تعدیل وتوثیق بیان کی ہے۔ ۱۵

۸۔جب راوی کا عمل اس کی روایت کے خلاف ہو:

اس قاعدہ کو آپ ائمہ ثلاثہ کے موٴقف کی تردید اور امام ابوحنیفہ کے مذہب کی دلیل کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ ائمہ ثلاثہ نکاح میں ولی کی شرط کے قائل ہیں ان کا استدلال حضرت عائشہؓ سے مروی حدیث سے ہے جس میں ہے کہ یہ نکاح باطل ہے۔علامہ سعیدی اس کے خلاف دلیل قائم کرتے ہیں:

''نیز حضرت عائشہؓ نے اس حدیث کی روایت کی ہے اور ان کا اپنا عمل اس حدیث کے خلاف ہے، اور قاعدہ یہ ہے کہ جب راوی کا عمل اس کی روایت کے خلاف ہو تو یہ اس پر دلیل ہوتی ہے کہ راوی سے اس حدیث کی روایت صحیح نہیں ہے یا راوی کے نزدیک یہ حدیث منسوخ ہو چکی ہے، اور حضرت عائشہؓ کا عمل ان کی اس روایت کے خلاف ہے۔'' ۱۶

اس دلیل کی تائید میں آپ موطا سے امام مالک کی سند سے مروی حدیث بیان کرتے ہیں جس میں یہ تصریح ہے کہ حضرت عائشہ کا عمل اس کے خلاف ہے۔

۹۔ جب بعض احادیث کسی فعل کی مبیح اور مجوز ہوں اور بعض دوسری احادیث اس فعل سے مانع اور محرم ہوں تو ان احادیث کو ترجیح دی جاتی ہے جو اس فعل سے مانع اور محرم ہوں۔

اس قاعدہ کو علامہ سعیدی فقہاء احناف پر اعتراض کے جواب میں دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

'' علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ: جس نے طلوع شمس سے پہلے یا غروب شمس سے پہلے ایک رکعت نماز پڑھ لی، وہ اس نماز کو پورا کرے اور یہی امام مالک اور امام احمد کا مسلک ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ بکثرت احادیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ نے طلوع شمس کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور یہ حدیث طلوع کے وقت نماز پڑھنے کے لیے محرم ہے اور جس حدیث سے علامہ ابن بطال نے استدلال کیا ہے، وہ مبیح ہے اور جب مبیح اور محرم میں تعارض ہو تو محرم کو ترجیح ہوتی ہے۔'' ۱۷

آپ مزید لکھتے ہیں:

''علامہ ابن بطال نے امام شافعی کا مذہب نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک فجر اور عصر کے بعد نوافل پڑھنا جائز ہیں اور صحیح بخاری کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: رسول ﷺ ہمیشہ عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھتے تھے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے بھی استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ حدیث بھی عصر کے بعد نوافل کی اباحت پر دلالت کرتی ہے اور امام ابوحنیفہ نے جن احادیث سے استدلال کیا ہے، وہ عصر کے بعد نوافل پڑھنے کی تحریم پر دلالت کرتی ہیں اور تحریم کی احادیث کو اباحت کی احادیث پر ترجیح ہوتی ہے۔''[۱۸]

۱۰۔ آپ ﷺ کے قول کو فعل پر ترجیح ہوتی ہے۔

اس قاعدہ کو بھی آپ نے فقہائے احناف کے مؤقف کی دلیل کے لئے استعمال کیا ہے۔ مثال کے طور پر ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اذان کا جواب دینا مستحب ہے اور فقہائے احناف کے نزدیک واجب ہے آپ دوطرفہ دلائل بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث کے بہت عمدہ جواب دیئے ہیں لیکن میرے نزدیک اس کا نہایت قوی جواب یہ ہے کہ جس حدیث میں ہے: جب تم اذان سنو تو مئوذن کی مثل کہو۔ (صحیح البخاری: ۶۱۱، صحیح مسلم: ۳۸۳) یہ نبی ﷺ کا قول ہے اور امام طحاوی نے جو حضرت ابن مسعود کی حدیث ذکر کی ہے کہ آپ نے مئوذن سے ''اللہ اکبر، اللہ اکبر'' سن کر فرمایا: ''علی الفطرۃ '' (صحیح مسلم: ۳۸۲) یہ آپ کا فعل ہے، اور اصول میں مقرر ہے کہ جب آپ کے قول اور فعل میں تعارض ہو تو آپ کے قول کو آپ کے فعل پر ترجیح ہوتی ہے کیونکہ فعل ہو سکتا ہے کہ آپ کی خصوصیت ہو، لہذا اس راجح حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ اذان کا زبان سے جواب دینا واجب ہے، جیسا کہ جمہور فقہاء احناف کا مؤقف ہے۔''[۱۹]

۱۱۔ ضرورت کی وجہ سے ممنوع چیزیں مباح ہو جاتی ہیں۔

اس قاعدہ کی تفصیل یہ ہے کہ ایسی ضروریات جن کو پورا کئے بغیر جان کو خطرہ ہو اور ان کا پورا کرنا ممنوع اشیاء سے ہو تو ضرورت کے تحت یہ ممنوع اشیاء مباح ہو جاتی ہیں اس کا ثبوت درج ذیل آیت ہے۔

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيۡكُمُ الۡمَيۡتَةَ وَالدَّمَ وَلَحۡمَ الۡخِنۡزِيۡرِ وَمَاۤ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيۡرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضۡطُرَّ غَيۡرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَاۤ اِثۡمَ عَلَيۡهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ [۲۰]

''بے شک تم پر مردار اور خنزیر کا گوشت حرام کیا اور وہ (جانور) جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو مگر جو مجبور ہو خواہش کرنے والا نہ ہو اور سرکشی کرنے والا نہ ہو پس اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔''

اس اصول کے تحت آپ ابن حجر اور علامہ عینی کا رد کرتے ہیں اور کعبہ میں نمازی کے آگے سے گزرنے کی اجازت دیتے ہیں۔

''میں کہتا ہوں کہ فقہ کا قاعدہ ہے کہ ضرورت کی وجہ سے ممنوع چیز مباح ہو جاتی ہے اور اب کعبہ میں نمازیوں کا اس قدر اژدھام ہوتا ہے کہ کعبہ میں ہر جگہ لوگ نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں اور اگر وہاں نمازی کے آگے سے گزرنے کی رخصت نہ دی جائے تو کوئی شخص کسی جگہ سے گزر ہی نہیں سکتا اور بعض اوقات انسان کا گزرنا ضروری ہوتا ہے مثلاً اس کو بول براز کی شدید حاجت ہو اور تاخیر کرنے میں مسجد حرام کے نجاست سے ملوث ہونے کا خطرہ ہو یا اس کو شدید بھوک یا پیاس ہو یا اس کا وضو ٹوٹ گیا ہو اور اس کو دوبارہ وضو کرنے کی شدید ضرورت ہو یا اس کو کوئی ضروری دوائی کھانی ہو اور ایسی دوسری بہت ضروریات ہوسکتی ہیں، بلکہ میں کہتا ہوں کہ ہمیں اس مسئلہ میں قیاس کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ حدیث صحیح میں یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے اور مرد اور عورتیں آپ کے سامنے سے گزر رہے تھے۔'' [۲۱]

۱۲۔ جب نکرہ کا دوبارہ ذکر کیا جائے تو دوسرا نکرہ پہلے نکرہ کا غیر ہوتا ہے۔

اس قاعدہ کے تحت آپ حضور ﷺ کی موت اور کفار کی موت کا فرق بیان کرتے ہیں۔ قرآن پاک میں ہے:

اِنَّکَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمۡ مَّيِّتُوۡنَ [۲۲]

''بے شک آپ بھی فوت ہونے والے ہیں اور یہ بھی مرنے والے ہیں''

اس آیت کی رو سے آپ ﷺ کی موت اور کفار کی موت برابر ہے کیونکہ دونوں کو میت کہا گیا ہے اس کی وضاحت میں آپ لکھتے ہیں:

''**انك ميت**'' میں میت نکرہ ہے اور ''**انهم ميتون**'' میں بھی میت نکرہ

ہے اور اصول فقہ میں یہ قاعدہ مقرر ہے کہ جب نکرہ کا دوبارہ ذکر کیا جائے تو دوسرا نکرہ پہلے نکرہ کا غیر ہوتا ہے۔ سو کفار پر جو موت آئے گی، وہ اس موت کی غیر ہے جو ہمارے نبی ﷺ پر آئی تھی۔ ہمارے نبی ﷺ پر ایک آن کے لئے موت آئی، پھر آپ کو حیات جاودانی عطا فرما دی گئی اور شرعی تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے آپ کو غسل دیا گیا، کفن پہنایا گیا، آپ کی نماز جنازہ پڑھی گئی اور آپ کو آپ کے حجرۂ مبارکہ میں دفن کیا گیا اور قبر میں آپ کو حقیقی اور جسمانی حیات عطاء کی گئی، جب کہ کفار بالکل مردہ ہوتے ہیں، صرف عذاب قبر پہنچانے کے لئے ان کو ایک نوع کی برزخی حیات عطاء کی جاتی ہے۔'' ۲۳

۱۲۔ قیاس

فقہ اسلامی کا چوتھا ماخذ قیاس ہے۔ آپ بعض مسائل کی وضاحت اس ماخذ فقہ کی روشنی میں کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر اہل ظاہر کے نزدیک عمداً نماز ترک کرنے پر قضا نہیں ہے صرف توبہ استغفار کرنی چاہیے جب کہ جمہور علماء کے نزدیک اس کی قضاء ہے۔ علامہ سعیدی جمہور علماء کے مؤقف کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''نیز جمہور علماء نے عمداً نماز کے ترک کرنے کو نماز کے وقت سونے یا نماز کے بھولنے پر قیاس کیا ہے اور جب حدیث میں نماز کے وقت سونے والے یا نماز کو بھولنے والے پر لازم کیا ہے کہ جب اس کو نماز یاد آئے تو وہ اس نماز کو پڑھے تو اسی قیاس پر کہا جائے گا کہ جب کسی نے عمداً نماز کو ترک کیا تو جب اس کو یاد آئے کہ اس نے فلاں وقت کی عمداً نماز نہیں پڑھی تھی تو وہ اس نماز کی قضاء کرے اور قیاس دلالۃ النص کے طور پر ہے۔

مزید آپ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۲۳ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

جب ماں باپ کو اف کہنا اور ڈانٹنا بھی ممنوع ہے تو ان کو مارنا تو بہ طریق اولیٰ ممنوع ہوگا، اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ جب بھولے سے نماز کو ترک کرنے کی قضاء لازم ہے تو عمداً نماز کو ترک کرنے کی قضاء تو بہ طریق اولیٰ لازم ہوگی، باقی رہا سوال کہ نبی ﷺ نے بھولے سے نماز کو ترک کرنے پر تو نماز کو قضاء کرنے کا حکم بیان فرمایا تو آپ نے عمداً نماز کو ترک کرنے کا حکم کیوں نہیں بیان فرمایا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ کے عہد میں کوئی شخص بھی عمداً نماز کو ترک نہیں کرتا تھا اور آپ کے عہد میں وقت پر نماز نہ پڑھنے کا سبب غالب یہی تھا کہ لوگ نماز کے

وقت سوئے ہوئے ہوں یا نماز پڑھنا بھول جائیں اور نماز کا وقت نکل جائے، سو
آپ نے اس کا حکم بیان فرمایا، اور عمداً نماز ترک کرنے والے کا حکم اس پر قیاس
کرنے کے لئے چھوڑ دیا۔'' ۲۴

علامہ سعیدی فن حدیث، اس کے معارف اور اسماء الرجال پر وسیع نظر رکھنے کے ساتھ علم فقہ اور اس کے اصولوں پر بھی معرفت تامہ رکھتے ہیں۔ اس شرح کی یہ خصوصیت ہے کہ اس میں علامہ سعیدی نے ان اصول وقواعد کو مختلف مقامات پر استعمال کیا ہے، کہیں آپ ان کو بیان کردہ حدیث کی حیثیت کی وضاحت کے لیے استعمال کرتے ہیں، کہیں ان کی مدد سے مختلف اقوال اور احادیث میں ترجیح قائم کرتے ہیں تو کہیں ایک مجتہد کی حیثیت سے ان سے مسائل کے احکامات کا استنباط کرتے ہیں جس سے آپ کی محدثانہ اور فقیہانہ مہارت کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ شرح کرتے ہوئے پہلے اس حدیث کے متعلق دیگر شارحین حدیث کی تحقیقات بیان کرتے ہیں، پھر ان پر اصول قواعد کی روشنی میں تبصرہ کرتے ہوئے اپنی رائے اور تحقیق بیان کرتے ہیں۔ یہ تمام مباحث خالص علمی نوعیت کے حامل ہیں، لیکن آپ نے یہ تمام اصول وقواعد نہایت آسان اور سہل انداز والفاظ میں بیان کئے ہیں کہ ایک عام ذہنی وعلمی سطح کے آدمی کو بھی سمجھنے میں کوئی دشواری محسوس نہیں ہوتی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ غلام رسول سعیدی، علامہ، نعمۃ الباری، ج:۱، ص:۱۲۶

۲۔ ایضاً، ج:۱، ص:۱۲۶

۳۔ ایضاً، ج:۱، ص:۱۲۷

۴۔ ایضاً، ج:۱، ص:۱۲۷

۵۔ ایضاً، ج:۹، ص:۵۷۵

۶۔ ایضاً، ج:۲، ص:۴۵۹

۷۔ ایضاً، ج:۱، ص:۸۷۲

۸۔ ایضاً، ج:۱، ص:۸۶۹

۹۔ ایضاً، ج:۹، ص:۸۴۵

۱۰۔ ایضاً، ج:۴، ص:۹۵

۱۱۔ ایضاً، ج:۲، ص:۵۰۷

۱۲۔ ایضاً، ج:۲، ص:۸۷

۱۳۔ ایضاً، ج:۱، ص:۱۴۱

۱۴۔ ایضاً، ج:۴، ص:۳۴۳۔۳۳۷

۱۵۔ ایضاً، ج:۳، ص:۳۳۶

۱۶۔ ایضاً، ج:۹، ص:۵۴۶

۱۷۔ ایضاً، ج:۲، ص:۴۲۰

۱۸۔ ایضاً، ج:۲، ص:۴۲۰

۱۹۔ ایضاً، ج:۲، ص:۴۷۴

۲۰۔ البقرہ:۱۷۳

۲۱۔ غلام رسول سعیدی، علامہ، نعمۃ الباری، ج:۲، ص:۳۳۳

۲۲۔ الزمر:۳۰

۲۳۔ غلام رسول سعیدی، علامہ، نعمۃ الباری، ج:۷، ص:۸۱۳

۲۴۔ ایضاً، ج:۲، ص:۴۳۸

فصل سوم:

مباحث تفسیر و سیرت

لغوی معانی:

لسان العرب میں تفسیر کے معانی یہ بیان کئے گئے ہیں۔

"**الفسر :البیان، والتفسیر کشف المراد عن اللفظ المشکل**"[۱]

علم تفسیر میں آیات قرآنیہ کے معانی، احکام اور اسرار کو سمجھنے کی کوشش کی جاتی ہے، یہ بہت بلند اور ارفع علم ہے اس کی فضیلت اور عظمت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ یہ کلام الٰہی کی تعبیر و تشریح ہے۔

قرآن کریم علوم و معارف کا خزینہ ہے۔ یہ ایک ایسا لامتناہی سمندر ہے جس کی کوئی حد نہیں قیامت تک راہ ہدایت ہونے کے باعث ہر نئے سوال کے جواب کے لئے علماء کرام اس میں غوطہ زن رہے ہیں اور ہر دفعہ نئے نئے حقائق و معارف سامنے لائے ہیں۔قرآن کریم کے ان حقائق و معارف کی تلاش ہر کسی کا کام نہیں ہے۔اس کے لئے تفسیر کے اصول و قواعد پر عبور ہونے کے ساتھ ساتھ گہری علمی بصیرت درکار ہوتی ہے۔

علامہ سعیدی کا شمار بلند پایہ مفسرین میں ہوتا ہے، جس کا ثبوت آپ کی تفسیر "تبیان القرآن" ہے۔نعمۃ الباری کی یہ خصوصیت ہے کہ اس میں بھی ہمیں تفسیر کے کثیر مباحث ملتے ہیں۔حدیث میں موجود آیات ہوں یا دوران شرح بیان کی گئی آیات، علامہ سعیدی ان تمام آیات کی کہیں اجمالاً اور کہیں تفصیلاً تفسیر بیان کرتے ہیں، اسی طرح جب آپ دیگر شروح حدیث سے ان کے مباحث نقل کرتے ہیں تو اگر ان میں کوئی آیت بیان کی گئی ہوں، آپ اس کی بھی جامع تفسیر بیان کردیتے ہیں۔ذیل میں چند عنوانات کے تحت آپ کے بیان کردہ تفسیری مباحث کا جائزہ پیش کیا جائے گا جس سے نعمۃ الباری کی اس خصوصیت کا منہج واضح ہوگا۔

۱۔سبب نزول:

علامہ سعیدی سب سے پہلے آیت کا سبب نزول بیان کرتے ہیں، مثلاً کتاب "جزاء الصید" کے باب کا عنوان المائدہ کی آیت نمبر ۹۵،۹۶ ہے۔آپ اس کا شان نزول "روح المعانی" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> "امام ابن حاتم متوفی ۳۲۷ھ نے مقاتل سے روایت ذکر کی ہے کہ یہ آیت عمرہ حدیبیہ میں نازل ہوئی، جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو وحشی جانوروں کے شکار کی آزمائش میں مبتلا کیا اور وہ اس وقت احرام باندھے ہوئے تھے، وحشی جانور بکثرت ان کی سواریوں کے گرد پھر رہے تھے، اور وہ ان کے ہاتھوں اور

نیزوں کی زد میں تھے۔حضرت ابوجعفرؓ نے فرمایا: پرندوں کے چوزے اور وحشی جانوروں کے بچے اور انڈے ان کے ہاتھوں کی زد میں تھے اور بڑے جنگلی جانور، مثلاً جنگلی گدھا، گائے اور اونٹ وغیرہ ان کے نیزوں کے سامنے تھے، ایک قول یہ ہے کہ جو شکار قریب تھے، وہ ان کے ہاتھوں کی دسترس میں تھے اور جو شکار دور تھے، وہ ان کے نیزوں کے نشانے پر تھے، نیزہ کا ذکر اس لئے فرمایا ہے کہ وہ شکار کرنے کا بڑا ہتھیار ہے، تیر اور دیگر ہتھیار بھی اس میں شامل ہیں۔''[۲]

اکثر مقامات پر علامہ سعیدی، سبب نزول بیان کرنے کے لئے حدیث پاک بیان کرتے ہیں، مثال کے طور پر سورۃ ''البقرۃ'' کی آیت نمبر ۲۲۲ کے سبب نزول کی وضاحت میں آپ نے حدیث بیان کی۔[۳]

۲۔تفسیر القرآن بالقرآن:

علامہ سعیدی آیات کی تفسیر میں دیگر قرآنی آیات بیان کرتے ہیں، مثال کے طور پر حدیث نمبر ۴۷۷ میں الاحزاب کی آیت ہے۔[۴]

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ''[۵]

اس کی تفسیر میں آپ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کی ذات نمونہ اس اعتبار سے ہے کہ قرآن کریم میں جو چیزیں مجمل چھوڑ دی گئی ہیں ان کی تفصیل نبی ﷺ کی سیرت میں موجود ہے، اس کی مزید وضاحت میں آپ نبی ﷺ کے منصب کی وضاحت درج ذیل آیت قرآنی سے کرتے ہیں:

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ[۶]

۳۔تفسیر القرآن بالحدیث:

نبی ﷺ کی ذات اور آپ ﷺ کے منصب نبوت کا مقصد ہی کتاب اللہ کی تعلیم دینا تھا، اسی لیے احادیث مبارکہ کی روشنی میں کی گئی تفسیر سب سے زیادہ معتبر اور مستند مانی جاتی ہے۔علامہ سعیدی آیات کی تفسیر میں خصوصیت کے ساتھ احادیث مبارکہ بیان کرتے ہیں، مثال کے طور پر بخاری کی حدیث نمبر ۵۲۶ میں سورۃ ھود کی آیت نمبر ۱۱۴ کی تفسیر میں آپ نے ۱۵ احادیث بیان کی ہیں۔[۷]

۴۔آیت کے اہم الفاظ کی شرح:

علامہ سعیدی آیت میں موجود مشکل اور اہم الفاظ کے معانی بیان کرنے کے بعد ان کی مکمل وضاحت کرتے ہیں، مثلاً

المائدہ کی آیت نمبر ۹۷ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''اس آیت میں ''قیاماً'' کا لفظ ہے، یعنی کعبہ لوگوں کے دین اور دینا کا ستون ہے، جس سے ان کے معاش اور معاد کے اغراض اور مقاصد پورے ہوتے ہیں کیونکہ کعبہ کی وجہ حج اور عمرہ کیا جاتا ہے اور وہ تجارت کرتے ہیں جس سے ان کو انواع و اقسام کے منافع حاصل ہوتے ہیں، مقاتل نے کہا، کعبہ ان کے قبلہ کی علامت ہے جس کی طرف منہ کر کے وہ نماز پڑھتے ہیں۔ ''شھر حرام'' وہ مہینہ جس میں حج کیا جاتا ہے اور وہ ذوالحجہ ہے۔ ''الھدی'' قربانی کا جانور۔ ''القلائدہ'' قربانی کے جانوروں کے گلے میں جو ہار ڈالے جاتے ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ نے شہر حرام کو، ھدی کو اور قلائدہ کو لوگوں کے لیے امن کی علامت بنادیا کیونکہ حرمت والے مہینوں کے سوا عربوں میں جنگ رہتی تھی، پس جب وہ ان لوگوں کو دیکھتے جن کے پاس قربانی کے جانور ہیں، جن کے گلوں میں ہار ہیں تو وہ ان سے تعرض نہیں کرتے تھے۔'' ۸

اسی طرح آیت کے اہم الفاظ کی وضاحت میں مذاہب فقہا بیان کرتے ہیں مثلاً البقرہ کی آیت نمبر ۱۹۶ میں احصار کی تعریف میں آپ نے مذاہب ائمہ بیان کئے ہیں۔ ۹

آپ مختلف کتب لغت سے الفاظ کے معانی بیان کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر الاحزاب کی آیت نمبر ۷۲ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''اکثر مترجمین نے اس آیت میں ''حمل'' کا معنی اٹھانا کیا ہے، ان مترجمین کے ترجمہ پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں کو اللہ تعالیٰ نے بااختیار نہیں بنایا کہ وہ اللہ کے احکام پر عمل کریں یا نہ کریں، بااختیار اللہ نے صرف انسانوں اور جنات کو بنایا ہے، اس لئے آسمانوں اور زمینوں کا اس امانت کو اٹھانے سے انکار کرنا محل اعتراض ہے۔ ہم نے اس آیت کا ترجمہ کیا ہے: ''انھوں نے اس امانت میں خیانت کرنے سے انکار کردیا''۔ اور اب اس آیت پر یہ اشکال وارد نہیں ہوتا کہ آسمان اور زمین وغیرہ بااختیار نہیں ہیں۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ ''و حملها الانسان'' کا ترجمہ اکثر مترجمین نے کیا ہے: ''اور انسان نے اس امانت کو اٹھالیا، بے شک وہ بڑا ظالم اور جاہل ہے'' اور اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی جس امانت کو اٹھانے سے آسمانوں اور زمینوں

اور پہاڑوں نے انکار کر دیا تھا اور انسان نے اس امانت کو اٹھالیا تو انسان کو باعث تحسین و آفرین ہونا چاہیے تھا، اس کو اللہ تعالیٰ نے بہت ظالم اور جاہل کیوں فرمایا' اور ہم نے اس آیت کا ترجمہ کیا ہے: ''اور انسان نے اس امانت میں خیانت کی، بے شک وہ بہت ظلم کرنے والا بڑا جاہل ہے'' کیونکہ ''حمل'' کا معنی جس طرح اٹھانا ہے اسی طرح ''حمل'' کا معنی خیانت کرنا بھی ہے۔ علامہ جمال الدین افریقی لکھتے ہیں: الزجاج نے کہا ''یحملنها'' کا معنی ہے ''یخنها''، یعنی آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں نے اس امانت میں خیانت کرنے سے انکار کر دیا اور اس میں خیانت کرنے سے ڈرے، اور جو شخص کسی امانت میں خیانت کرے، وہ اس کے بوجھ کو اٹھاتا ہے، اسی طرح جو شخص کوئی گناہ کرتا ہے، وہ اس گناہ کو اٹھاتا ہے، حسن نے کہا: یہی معنی صحیح ہے''۱۰

۵۔ کتب تفاسیر سے وضاحت اور قول راجح کا بیان:

آپ مختلف کتب تفاسیر سے وضاحت کے بعد ان میں ترجیح قائم کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر

وَظَنَّ دَاوُدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ۞۱۱

یہ آیت حضرت داوٗدؑ کے بارے میں ہے۔ اس کی تفسیر میں آپ نے حضرت داوٗدؑ کے استغفار کی توجیہ کے محامل کتاب مقدس اور ۵ کتب تفاسیر سے بیان کرنے کے بعد اپنی رائے بیان کرتے ہیں:

''تاہم اس مسئلہ میں میری رائے یہ ہے کہ علامہ ابن جوزی کے ذکر کردہ محامل میں سے پہلا محمل بہ ظاہر قرآن مجید کے مضمون کے زیادہ قریب ہے۔''۱۲

۶۔ مذاہب فقہاء:

آپ آیت میں مذکور اہم عنوان کی تفسیر میں مذاہب فقہا بیان کرتے ہیں۔ مثلاً 'البقرۃ' کی آیت نمبر ۱۲۸۔۱۲۵ کی تفسیر میں آپ نے ''مثابۃ'' اور ''امنا'' کے معنی بیان کرتے ہوئے حرم میں حد جاری نہ کرنے پر امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کی وضاحت کی ہے۔ اس کے ساتھ مقام ابراہیم کی تعین میں مذاہب فقہا اور کعبہ کی تعمیر کتنی بار کی گئی، اس کی وضاحت کی ہے۔ یہ تمام مباحث آپ نے دو کتب تفاسیر اور ایک شرح کے حوالے سے بیان کئے ہیں۔۱۳

۷۔ تفصیلات فراہم کرنا:

آیت میں اگر کسی قصہ کی طرف اشارہ ہو تو آپ اس کی مکمل تفصیل بیان کرتے ہیں، مثال کے طور پر ''الاعراف'' کی

آیت نمبر۱۶۳ کی تفسیر میں آپ نے ہفتہ کے دن شکار کی ممانعت کے قصہ کو مختلف تفاسیر سے تفصیل سے بیان کیا ہے۔۱۴

اسی طرح نفقہ کی وضاحت میں آپ نے سورۃ ''البقرۃ'' کی آیت نمبر۲۱۹ بیان کی ہے،اس کی تفسیر میں آپ نے تفاسیر سے اس کے مباحث تفصیل سے بیان کئے ہیں۔۱۵

۸۔تبیان القرآن کے مباحث:

علامہ سعیدی آیات کی تفسیر میں اپنی شہرآفاق تفسیر تبیان القران کے مباحث بیان کرتے ہیں،مثال کے طور پر''البقرۃ'' کی آیت نمبر۲۶۶۔۲۶۵ کی تفسیر میں آپ نے اللہ کی رضا جوئی کے لئے صدقہ دینے کی پانچ صورتیں اور صدقہ دینے کے بعد اس پر احسان جتا کر اس کے اجر کے ضائع ہونے کی مثال تبیان القرآن سے بیان کی ہے۔۱۶

بعض مقامات پر آپ ضروری معلومات نقل کرنے کے بعد تفصیلی معلومات کے لئے تبیان القرآن کا حوالہ دے دیتے ہیں۔

۹۔محاکمہ کرنا:

علامہ سعیدی تفسیری اختلاف کی صورت میں ان کے درمیان محاکمہ کرتے ہیں،مثال کے طور پر''التوبہ'' کی آیت نمبر ۱۰۳ میں صلاۃ کی تفسیر میں آپ علامہ عینی اور علامہ ابن بطال کی تفسیر بیان کرنے کے بعد ان دونوں میں محاکمہ کرتے ہیں۔۱۷

علامہ سعیدی کے بیان کردہ تفسیری مباحث کا جائزہ لینے سے واضح ہوتا ہے کہ آپ بلند پایہ اور ماہر مفسر ہیں اور اصول تفسیر پر مکمل عبور رکھنے کے ساتھ ساتھ دیگر مفسرین کی تفاسیر سے مکمل طور پر آگاہ ہیں۔آپ کے منہج تفسیر میں تفسیر ماثوری اور اشاری دونوں کا امتزاج پایا جاتا ہے۔

مباحث سیرت

سیرت کے لغوی معنی:

تاج العروس میں اس سے مراد ''**الطریقة، الهیئة**'' ہے۔۱۸لسان العرب میں اس سے مراد ''**السنة، الطریقة، الهیئة**''ہے۔۱۹

قرآن پاک میں یہ لفظ ان الفاظ میں آیا ہے:

سَنُعِیْدُهَا سِیْرَتَهَا الْاُوْلٰی ۲۰

اصطلاح میں سیرت کا لفظ نبی اکرم ﷺ کے حالات وکردار کے بیان کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ عالم انسانیت کے لئے محسن اعظم ہیں۔آپ کی ذات کو رحمۃ العالمین بنایا گیا ہے۔کامل ایمان کی نشانی

اس ذات رحمت سے محبت کرنا ہے۔اس ذات بابرکت سے کامل محبت کرنے میں ہی دارین کی فلاح ہے۔کامل محبت کا تقاضا عزت واحترام اور مکمل اطاعت کی صورت میں پورا ہوتا ہے۔عشق رسول اللہ ﷺ جب انسان کے رگ و پے میں سرائیت کرتا ہے تو وجود انسانی اس کی خوشبو سے مہک اٹھتا ہے۔نتیجتاً انسان کے ہر عمل میں اس کا واضح عکس نظر آتا ہے۔اس خوشبو سے معطر انسان جب کوئی تحریر لکھتا ہے تو اس کی تحریر پکار پکار کر اس کے دعوی محبت کی سچائی بیان کرتی ہے۔علامہ سعیدی کا شمار بھی ان لوگوں میں ہوتا ہے جو جذبہ عشق رسول اللہ ﷺ سے سرشار ہیں،اسی لئے آپ کی ہر تصنیف میں سیرت کے مباحث جا بجا بکھرے نظر آتے ہیں۔نعمۃ الباری میں بھی ہمیں سیرت رسول اللہ ﷺ کے متعلق کثیر مباحث ملتے ہیں جو اس کتاب میں چمکتے موتیوں کی مانند ہیں،ان مباحث کے عنوانات درج ذیل ہیں۔

۱۔حالات وواقعات

نعمۃ الباری میں درج ذیل عنوانات کے تحت آپ ﷺ کے حالات وواقعات بیان کئے گئے ہیں۔

حضرت آدمؑ تک آپ ﷺ کا سلسلہ نسب، نبی ﷺ کے اجداد میں سے سب سے پہلے قریش کس کا نام تھا، ابن عبداللہ، نبی ﷺ کے والد گرامی حضرت عبداللہ کا تذکرہ اوران کے فضائل، ابن عبدالمطلب نبی ﷺ کے جدامجد حضرت عبدالمطلب کا تذکرہ، نبی ﷺ کے آباء کا تذکرہ اوران کے فضائل، نبی ﷺ کے تمام آباءاورامہات مومن تھے، نبی ﷺ کے والدین کے ایمان کی تحقیق، نبی ﷺ کے اقرباء کے حصص۔[۲۱]

غار حرا میں خلوت گزینی کی حکمت، غار حرا میں عبادت کرنے کی مدت، غار حرا میں عبادت کی کیفیت، غار حرا میں رسول اللہ ﷺ کے عبادت کرنے کی کیفیت، [۲۲]

نبی ﷺ کے بعثت کے سال میں متعدد اقوال، نبی ﷺ پر وحی اور نبوت کی ابتداء کس وقت ہوئی، حضرت جبرائیلؑ کے آپ کو تین بار دبانے اور تین بار چھوڑنے کی حکمت، جس وقت حضرت جبرائیل آپ کے پاس وحی لے کر آئے اس وقت آپ کی عمر کا بیان اوراس وقت کی تاریخ میں مختلف اقوال، جبرائیل کے پوری قوت سے رسول اللہ ﷺ کو دبانے پر علامہ تورپشتی کے اعتراض اوراس کے جوابات، رسول اللہ ﷺ کو کس چیز کے پڑھنے کے متعلق حضرت جبرائیل نے کہا تھا "ما انا بقاری" کے معنی اور محامل، پلک جھپکنے میں رسول اللہ ﷺ کا وحی سے رابطہ، رسول اللہ ﷺ پر اس الزام کا جواب کہ آپ کے تمام اقوال وحی کے موافق نہ تھے،[۲۳]

حضرت خدیجہؓ نے جو نبی ﷺ کو تسلی دی تھی اس کی توجیہ، حضرت خدیجہ کے تسلی آمیز کلمات، نبی ﷺ کے خوف زدہ ہونے کی توجیہات، رسول اللہ ﷺ کا حضرت ورقہ بن نوفل سے مکالمہ۔[۲۴]

نزول وحی کے وقت نبی ﷺ پر شدت اور سختی کی کیفیت، آپ وحی کو یاد کرتے وقت زبان اور ہونٹ دونوں کو ہلاتے تھے، پھر قرآن مجید میں صرف زبان کا ذکر کیوں کیا گیا، نبی ﷺ کے جلدی جلدی ہونٹ ہلانے کے دو سبب۔[۲۵]

حضرت جبرائیل کے نبی ﷺ کے پاس آنے میں تاخیر کی مدت، انقطاع وحی کی مدت کی تحقیق، نبی ﷺ نے وحی کے رک جانے پر شدت غم کی وجہ سے اپنے آپ کو پہاڑ سے گرانے کا جو ارادہ کیا اس کی متعدد شارحین کی طرف سے توجیہات، ۲۶

اس کی تحقیق کہ نبی ﷺ کا صفا پہاڑ پر کھڑے ہو کر کفار قریش کو اللہ کے عذاب سے ڈرانے کا قصہ ایک بار کا ہے یا دو مرتبہ ایسا ہوا، رسول اللہ ﷺ کو قریش کی تکذیب کے خوف کی تحقیق، تعمیر کعبہ اور آپ کے تہبند اتارنے کے واقعہ کی تاریخ، مصنف کے نزدیک آپ کے تہبند اتارنے کے واقعہ کی تحقیق، ۲۷

عقبہ اولیٰ اور عقبہ ثانیہ کا بیان، عقبہ اولیٰ کی بیعت میں شریک انصار صحابہ کے اسماء، عقبہ ثانیہ کی بیعت کے وقت انصار کے اسماء، بارہ نقباء کے اسماء، عقبہ اولیٰ والوں کے اسماء، نبی ﷺ کی ان کو تبلیغ اور ان کے ایمان لانے میں سبقت کی توجیہ، جن بارہ صحابہ نے پہلی بار عقبہ میں رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تھی ان کا تذکرہ، دوسرے سال ستر انصار کے العقبہ میں آنے کا سبب اور ان کی بیعت کی تفصیل، ۲۸

سفر ہجرت کے واقعات، نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب کا مدینہ کی طرف ہجرت کرنا، نبی ﷺ کے غار میں چھپنے کے فوائد، رسول اللہ ﷺ کو گرفتار کر کے لانے والے کے لیے سو اونٹ انعام کا اعلان کرنا....... اور سراقہ کا اس مہم کے لیے روانہ ہونا، سراقہ کا نبی ﷺ کا تعاقب کرنا پھر نبی ﷺ کا معجزہ دیکھ کر آپ سے امان لکھوانا اور واپس جانا، ۲۹

مدینہ منورہ آنے کی تحقیق، مدینہ منورہ میں آمد پر نبی ﷺ کا استقبال، مدینہ کی لڑکیوں کا نبی ﷺ کے استقبال میں دف بجا کر گانا، نبی ﷺ کا مدینہ میں استقبال اور صحابہ کا یا محمد ﷺ یا رسول اللہ کے نعرے لگانا، انصاری صحابہ کا رسول اللہ ﷺ کے بجائے حضرت ابوبکر کو سلام کرنا، ہجرت کے وقت انصاری صحابہ پر رسول اللہ ﷺ کے اشتباہ کی توجیہ میں مصنف کی تحقیق، بنو عمرو بن عوف کے محلّہ میں قیام کی مدت، انصاری صحابہ کا اپنی میزبانی پر آپ سے اصرار کرنا، حضرت ابو ایوب انصاری کو شرف میزبانی عطاء فرمانا، نبی ﷺ کا مسجد کے لیے زمین خریدنا، نبی ﷺ کا مسجد کی تعمیر کے لیے صحابہ کے ساتھ اینٹیں اٹھا کر لانا، مدینہ منورہ میں پہلی نماز جمعہ کا بیان ۳۰

نبی ﷺ اور صحابہ کا طعام کیکر کے پتے کیسے ہو سکتے ہیں جب کہ نبی ﷺ کو اموال فئے حاصل تھے اور صحابہ میں سے بھی اکثر مالدار تھے، حضرت عائشہ کے اس قول کی توجیہ کہ آل محمد نے تین دن مسلسل گندم کا طعام نہیں کھایا، اس حدیث کی توجیہ کہ نبی ﷺ نے کبھی جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی، حضرت عائشہ کی روایت میں ہے کہ آپ نے تین دن گندم نہیں کھایا اور حضرت ابو ہریرہ کی روایت میں ہے کہ آپ نے کبھی جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی ان دونوں حدیثوں میں تعارض کا جواب، اس سوال کا جواب کہ جب نبی ﷺ کے پاس بہ کثرت اموال فئے آتے تھے تو پھر آپ کیوں تین تین دن پیٹ بھر کر نہیں کھاتے تھے، ۳۱

نبی ﷺ کی سادہ حیات اور بھوک و پیاس برداشت کرنے کا بیان، نبی ﷺ کی قلت خوراک کے متعلق روایات،

نبی ﷺ کی وفات کے وقت صرف کھجور اور پانی سے سیر ہونے کا بیان، اس اعتراض کا جواب کہ جب نبی ﷺ اموال فئی سے ایک سال کا خرچ نکال لیتے تھے تو پھر آپ نے اپنی زرہ ادھار رکھ کر طعام کیوں خریدا، رسول ﷺ اور آپ کے اہل بیت کی سادہ اور بے تکلف زندگی، نبی ﷺ نے بعثت سے پہلے اور بعثت کے بعد چھلنی کو نہیں دیکھا، اس بات کا بیان کہ نبی ﷺ کسی چیز کو نہیں کھاتے تھے حتی کہ اس کا نام لیا جاتا سو آپ جان لیتے کہ کیا چیز ہے، نبی ﷺ کے حلوہ پسند کرنے کی توجیہ، نبی ﷺ کے فقر کا معنی، آیا نبی ﷺ نے خرگوش کا گوشت کھایا ہے یا نہیں، رسول اللہ ﷺ کے کھانے پینے کے فوائد حکمتیں اور عظمتیں، ۳۲

نبی ﷺ پر صدقہ حلال نہ ہونے کی توجیہ، نبی ﷺ کا عام سبیل سے پانی پینا اور صدقات نفلیہ کا آپ پر حرام نہ ہونا، ۳۳

نبی ﷺ کے بکریاں چرانے کی حکمت اور مصلحت، نبی ﷺ پر بشری تقاضوں کا طاری ہونا، نبی ﷺ کا بنو النجار سے باغ خریدنا ۳۴

نبی ﷺ کے خچروں کی تفصیل، نبی ﷺ کے ہتھیاروں کی تفصیل، نبی ﷺ کی زمین کی تفصیل، نبی ﷺ کے پیالوں کا بیان، رسول اللہ ﷺ کی انگوٹھی کے نقش کے متعلق روایات، رسول اللہ ﷺ کی انگوٹھی کا نقش آپ کی حیات مبارکہ میں آپ کے ساتھ مخصوص تھا یا بعد میں بھی وہ مخصوص رہا، نبی ﷺ کے جھنڈے کے متعلق احادیث، ۳۵

نبی ﷺ پر جادو کی مدت کے متعلق روایات، بعض فقہا اسلام کا نبی ﷺ پر جادو کے اثر کی روایت کا انکار کرنا، نبی ﷺ پر جادو کی تحقیق، تہبند اتارنے کے واقعہ کی تحقیق، نبی ﷺ کے اجتہاد کی تحقیق، نبی ﷺ کے ترک افضل کام اور خطاء اور سہو کی تحقیق، واقعہ افک، ۳۶

نبی ﷺ کی قسموں کا بیان، نبی ﷺ کی عصمت کا بیان، نبی ﷺ کے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی توجیہات، ۳۷

آندھی کو دیکھ کر نبی ﷺ کے خوف زدہ ہونے کا بیان، اس کی توجیہ کہ نبی ﷺ ایسے خوف زدہ ہوئے جیسے قیامت آ گئی ہو حالانکہ کہ ابھی قیامت کی علامات نہیں آئیں تھیں، رسول اللہ ﷺ کی سیرت پر ایک اعتراض کا جواب ۳۸

نبی ﷺ کی شعر گوئی کے متعلق حافظ ابن حجر کی تحقیق، نبی ﷺ کی شعر گوئی کے متعلق مصنف کی تحقیق، اکثر شارحین بخاری کیا یہ مؤقف کہ آپ نے بالکل نہیں لکھا کیونکہ آپ امی ہیں..... اور قرآن میں آپ کے لکھنے کی نفی ہے، بعض شارحین کا یہ مؤقف کہ آپ کے امی ہونے اور قرآن مجید کے خلاف نہیں ہے، رسول اللہ ﷺ کے لکھنے کا ثبوت اور کفار کے مخصوص طریقہ کو اپنانے کا جواز، حافظ عسقلانی کی طرف سے حضرت عمر کی توجیہات اور اس کا بیان کہ رسول اللہ ﷺ کیا لکھنا چاہتے تھے، نبی ﷺ کے مکتوب منگوانے کی حکمت.... نبی ﷺ کیا چیز لکھوانا چاہتے تھے ۳۹

نبی ﷺ شافی امراض ہیں پھر وفات تک آپ کے بیمار رہنے کی توجیہ، نبی ﷺ کو بیماری میں زیادہ تکلیف زیادہ اجر کی موجب ہے، نبی ﷺ کو سات مشکوں کے پانی سے غسل کرانے کی حکمت، ایام مرض میں آپ نے مسجد میں جا کر جو نماز پڑھی تھی اس میں آپ امام تھے یا حضرت ابوبکر؟، مرض وفات میں جو نماز نبی ﷺ نے پڑھی، اس میں آپ کے امام ہونے

پر دلائل، نبی ﷺ کی وصیت کے متعلق احادیث، نبی ﷺ کی آخری وصیت کے متعلق احادیث، نبی ﷺ کی وصیت کے متعلق احادیث اور آثار، حضرت عبداللہ بن اوفیؓ کے اس قول کی توجیہ کہ رسول اللہ ﷺ نے وصیت نہیں کی، رسول اللہ ﷺ کے وصیت نہ کرنے کی توجیہ اور شیعہ کے مزعوم کارد، نبی ﷺ کی وفات سے پہلے بہ کثرت وحی نازل ہونے کا سبب، نبی ﷺ پر وفات کے وقت سکرات کی شدت کی توجیہات، نبی ﷺ کی وفات اور کفار کی موت کا فرق، رسول اللہ ﷺ کو غسل دینے کی کیفیت، نبی ﷺ کے کفن کے متعلق احادیث، نبی ﷺ کی قبر کس طرح تھی، نبی ﷺ کی تاریخ وفات کی تحقیق،[۱۴۰]

۲۔مغازی

نعمۃ الباری میں نبی ﷺ کے غزوات کے متعلق درج ذیل عنوانات کے تحت بحث کی گئی ہے۔

اسلام کے پہلے لشکر کی کاروائی، الابواء کے اول غزوات ہونے کی تحقیق، مقام بدر کی تعین اور مسلمانوں کو کمزور قرار دینے کی وجہ، غزوہ بدر اور غزوہ احد میں فرشتوں کی علامتیں، فرشتوں کی مدد کا معنی، مسلمانوں پر نیند طاری کرنے کے متعلق روایات، غزوہ بدر میں شیطان کا وسوسہ اور اس کا ازالہ، فرشتوں کا کافروں کو قتل کرنا، ابوسفیان کے قافلہ کی تفصیل، نبی ﷺ کا کفار قریش سے لڑنے کے لیے مہاجرین اور انصار صحابہ سے مشورہ لینا اور ان کی آراء، غزوہ بدر میں نبی ﷺ کی دعاؤں کے متعلق احادیث اور آثار، نبی کی بکثرت دعاؤں کی توجیہ، حاضرین بدر کی تعداد میں اختلاف کا سبب، حاضرین بدر کے متعلق حافظ ابن حجر کی تحقیق، رسول اللہ ﷺ کا دعا ضرر کرنا، ابوجہل کا سر کاٹنے کے وقت حضرت ابن مسعود کا اس سے مکالمہ، امیہ بن خلف کے مقتول ہونے کا قصہ، جن چوبیس صنادید قریش کو بدر کے کنویں میں ڈالا گیا ان کے نام، مقتولین بدر سے خطاب فرمانا اور سماع موتی کی تحقیق، اہل بدر کی مغفرت کے اعلان پر اشکال کہ کیا ان کے لیے معیصت کو مباح کر دیا ہے، بدر میں فرشتوں کے حاضر ہونے کے متعلق احادیث، کن غزوات میں فرشتوں کا نزول ہوا؟ اور کن غزوات میں انہوں نے قتال کیا اور فرشتوں کے قتال میں کیا حکمت تھی، جن مہاجرین کو غزوہ بدر کے مال غنیمت سے حصہ ملا ان کی تعداد، غزوہ بدر میں شہید ہونے والے مشہور صحابہ اور کل صحابہ کی تعداد، غزوہ بدر میں قتل اور قید ہونے والے مشہور کفار قریش اور کل کفار قریش، غزوہ بدر میں شریک ہونے والے صحابہ کا مختصر تعارف، کیا اصحاب بدر کے مغفور ہونے کا یہ معنی ہے کہ ان کو آئندہ گناہ کرنے کی اجازت دی گئی ہے[۱۴۱]

بنوالنضیر کو جلاوطن کرنے کا سبب، ان دو آدمیوں کا بیان جن کی ریت میں مدد طلب کرنے آپ بنونظیر کے پاس گئے تھے......اور بنونظیر کی آپ کے خلاف سازش، غزوہ بنوالنظیر کی تفصیلات، بنوالنظیر کے درختوں کو کاٹنے نیز یہود کے اعتراض کا جواب، اموال بنونضیر کے مال فئے ہونے پر دلیل[۱۴۲]

غزوہ احد کے وقوع کی تاریخ، احد پہاڑ کا تذکرہ اور تعارف، بدر کی شکست کا بدلہ لینے کے لیے کفار قریش کی تیاری،

عبداللہ بن ابی کا عین معرکہ میں لشکر سے نکل جانا، آپ ﷺ کی حکم عدولی کی وجہ سے مسلمانوں کی شکست .... اور آپ ﷺ کا احد کی لڑائی میں زخمی ہونا، آیا نبی ﷺ نے احد میں خون آلودہ کرنے والے کفار کے لیے دعا مغفرت کی تھی یا نہیں، رسول اللہ کو خواب میں احد کی شکست دکھانا، مسلمانوں اور کفار کے لشکروں کا تقابل، شہدا احد کی تعداد، جس جگہ مسلمانوں کا کھڑا کیا تھا وہاں سے ان کے ہٹنے کے حکم کے متعلق روایات، مشرکین کی بھاگنے والی عورتوں کے اسماء، غزوہ احد میں نبی ﷺ کے زخمی ہونے کے متعلق دیگر روایات، نبی ﷺ کے چہرہ انور کے خون آلودہ ہونے کی حکمتیں، غزوہ احد میں مسلمانوں کے شہید ہونے کی تعداد کے متعلق روایات، احد میں آپ کے لشکر سے نکلنے کا مصداق، نکلنے کا سبب اور اس کی متعدد تفسیریں، حضرت جبرائیلؑ اور میکائیلؑ کا احد میں قتال کرنا، آپ کے دفاع میں بارہ انصار کی مشرکین کے ساتھ لڑتے ہوئے شہادت، حضرت زید بن السکنؓ کا آپ کے قدموں میں جان دینا، احد کے دن دشمن کے دباؤ کی وجہ سے مسلمانوں میں افراتفری اور نبی ﷺ کے ساتھ کتنے صحابہ رہ گئے تھے، غزوہ احد میں نبی ﷺ کے ساتھ ثابت قدم رہنے والے اصحاب کے اسماء گرامی، حضرت طلحہؓ کی شجاعت، احد کے دن مسلمانوں کی شکست کے بعد صحابہ کے تین گروہ، حضرت ابوحذیفہؓ کے والد کو مسلمانوں کے قتل کرنے کا قصہ، احد کے دن نبی ﷺ کے زخمی ہونے کے متعلق روایات، جن پر آپ ﷺ نے احد کے دن لعنت کی تھی ان کا اسلام لے آنا، انبیاء پر مصائب آنے کی حکمتیں، مقام روحاء تک قریش کا پیچھا کرنے کی مفصل روایت اور اہم پیچھا کرنے والے صحابہ کے اسماء، بدر اور احد میں شہداء کی تعداد، امام بخاری کا تسامح غزوہ احد میں شہید ہونے والے صحابہ کی تعداد اور مشہور صحابہ کے اسماء، نبی ﷺ کے خواب کی تعبیر میں روایات، پہاڑ کی محبت کے محامل، پہاڑ سے آپ کی محبت کے فوائد۔[۴۳]

بیر معونہ اور جنگ یمامہ کا تذکرہ، اصحاب بیر معونہ کا المیہ اور ستر قراء انصار کی شہادت، قراء انصار کی شہادت اور ان کا بدلہ لینے کے متعلق احادیث، غزوہ الرجیع اور بیر معونہ کے جغرافیائی محل وقوع، ان کے وقوع کی تاریخ، حضرت خبیب بن عدیؓ اور حضرت زید بن الدثنہؓ کی شہادت کی تفصیل، حضرت خبیبؓ کے قاتل کی تحقیق، قراء صحابہ کو طلب کرنے کی وجوہ میں اور ان کی تعداد میں مختلف روایات اور ان میں تطبیق، امام بخاری کی یہ غلطی کہ انہوں نے ستر قاریوں میں بنولحیان کا ذکر کیا، اصحاب بیر معونہ کی شہادت کی مزید تفاصیل، ستر قراء کو پناہ دینے کا عہد کرنے والے بنو عامر تھے اور غداری سے ان کو قتل کرنے والے بنو سلیم تھے۔[۴۴]

غزوہ خندق کی تفصیل، غزوہ خندق اور غزوہ احزاب کے دو ناموں کی مناسبت، اس پر دلیل کے غزوہ خندق پانچ ہجری کو ہوا تھا اور امام بخاری کا چار ہجری کی دلیل کو رد کرنا، خندق کھودنے کی مدت میں مختلف اقوال، سخت چٹان پر آپ کی ضربات سے یمن، شام اور فارس کے محلات کا نظر آنا، پیٹ پر پتھر باندھنے کی حکمت، غزوہ خندق کے دن قضاء ہونے والی نمازوں کی تعداد، غزوہ خندق کے دن قضاء ہونے والی نمازوں کے متعلق مختلف احادیث میں تطبیق، غزوہ خندق میں آپ ﷺ کی نبوت کی نشانیاں، نبی ﷺ کی اس پیش گوئی کا پورا ہونا کہ آئندہ قریش مدینہ پر حملہ نہیں کرسکیں گے، غزوہ

الخندق کا تتمہ ۴۵؎

بنوقریظہ کی طرف روانگی کا پس منظر اور پیش منظر، بنوقریضہ پر حملہ کرنے کا سبب، آپ ﷺ نے بنوقریظہ میں پہنچ کر ظہر کی نماز پڑھنے کا حکم دیا تھا یا پھر عصر کا، بنوقریضہ نے حضرت سعدؓ سے فیصلہ کرانے کو کیوں اختیار کیا، بنوقریظہ کے محاصرہ کی مدت اور ان کا حضرت ابولبابہؓ سے مشورہ کرنا، بنوقریظہ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے قلعہ سے اترے تھے یا حضرت سعد بن معاز کے حکم سے، بنوقریظہ کو جن حویلیوں میں قید کیا گیا اور قتل کیے جانے والے بنوقریظہ کی تعداد، ۴۶؎

ذات الریقاع کی وجہ تسمیہ، اس غزوہ کا سبب اور اس غزوہ کے وقوع کی تاریخ میں ارباب سیرت کا اختلاف، غزوہ ذات الریقاق کے ساتویں غزوہ ہونے کی تحقیق، غزوہ ذات الرقاع کے نام کی صحیح وجہ ۴۷؎

المصطلق کا نام، غزوہ بنوالمصطلق کے وقوع کی تاریخ، غزوہ بنوالمصطلق کے وقوع کی تاریخ میں اختلاف اور اس میں مصنف کی تحقیق، غزوہ بنوالمصطلق اور اس کے اموال غنیمت کا مختصر تذکرہ ۴۸؎

حدیبیہ کی وجہ تسمیہ اس کا محل وقوع، اس کی تاریخ اور اس غزوہ میں شامل ہونے والے صحابہ کی تعداد، غزوہ بنوالمصطلق اور غزوہ حدیبیہ کے درمیانی عرصہ میں سرایا کی تفصیل، بیعت رضوان کا پس منظر اور پیش منظر، عمرہ حدیبیہ کی تفصیل، درخت رضوان کو پوشیدہ کرنے اور بھلا دینے کی حکمت، حضرت عمرؓ کے اس درخت کو کٹوانے کی توجیہ، موت پر بیعت کرنے کا پس منظر اور پیش منظر ۴۹؎

خیبر کا محاصرہ کرنے کی تاریخ، غزوہ خیبر کے بعد دیگر بستیوں کی طرف لشکر بھیجنا اور ان ہی میں حضرت اسامہ کا لشکر تھا، غزوہ خیبر میں شہید ہونے والے مسلمانوں کی تعداد اور مارے جانے والے یہودیوں کی تعداد ۵۰؎

مسلیمہ کی طرف رسول اللہ ﷺ کے جانے کی توجیہ، حضرت اسامہ کا لشکر کب روانہ ہوا اور کس کے خلاف روانہ ہوا، موتہ پر لشکر کشی کا سبب، موتہ میں جنگ کا حال، نبی ﷺ کا موتہ میں معرکہ آرائی کی خبریں دینا، نبی ﷺ کی پیش گوئی کا پورا ہونا اور ایک یہودی کا نبی ﷺ کی پیش گوئی کی تصدیق کرنا، حضرت اسامہ کے غزوہ کی تاریخ اور جغرافیائی محل وقوع اور ان کے قتل کرنے کی توجیہ، حضرت اسامہ کے ان سات غزوات کی تفصیل جن میں وہ نبی ﷺ کے ساتھ تھے ۵۱؎

غزوہ فتح مکہ میں روانہ ہونے والے صحابہ کی تعدا، نبی ﷺ کعبہ میں کب داخل ہوئے، کعبہ سے بتوں کو کس صحابی نے نکالا تھا....... اور نبی ﷺ کا کعبہ میں نماز پڑھنا، حضرت ابوسفیان کا قبول اسلام، مکہ جنگ سے فتح ہوا، اس پر فقہاء احناف کی دلیل، مکہ جنگ سے فتح ہوا تھا یا صلح سے اس مسئلہ میں مذاہب فقہاء، نبی ﷺ کو شبوشتم کرنے والے کو قتل کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء، حضرت خالد بن ولید کا مکہ میں قتال کرنا اور نبی ﷺ کا ابن خطل وغیرہ کے قتل کو مباح قرار دینا، نبی ﷺ کا قریش مکہ کو قتل کرنے کا حکم دینا، جس ساعت میں مکہ میں قتال حلال کیا گیا تھا اس ساعت کی مقدار، ۵۲؎

غزوہ حنین کی تاریخ، حنین کا محل وقوع، حنین کے دن جو صحابہ آپ ﷺ کے پاس ثابت قدم رہے ان کے متعلق روایات ۵۳؎

ھوازن کا اسلام قبول کرنا اور مال واپس لینے کے بجائے اپنے قیدی چھڑا لینا، ھوازن کے وفد میں کتنے افراد تھے اور نبی ﷺ نے کتنے دن ان کا انتظار کیا تھا ۵۴

غزوہ طائف کے احوال اور قلعہ طائف سے محاصرہ اٹھانے کا بیان، قلعہ الطائف سے محاصرہ اٹھانے کی حکمتیں، ثقیف کے قبول اسلام کی تفصیل ۵۵

غزوہ ذات السلاسل کا بیان، اہل نجران کے وفد کی تعداد اور ان کا تعارف، قصہ نجران کے فوائد و مسائل، دوس اور طفیل بن عمرو دوسی کا قصہ ۵۶

غزوہ تبوک کا بیان، تبوک کے لشکر کی تعداد، غزوات اور سرایا کی مجموع کی تعداد، ۵۷

۳۔عبادات

نعمۃ الباری میں آپ ﷺ کی عبادات کا ذکر ان عنوانات کے تحت کیا گیا ہے۔

نبی ﷺ کے عذاب قبر سے پناہ طلب کرنے کی توجیہ، نبی ﷺ مغفور ہونے کے باوجود قبر اور دوزخ کے عذاب سے کیوں پناہ طلب کرتے تھے، نبی ﷺ کے استغفار کرنے کی توجیہات، نبی ﷺ کے مغفور ہونے کے باوجود آپ کے استغفار کرنے کی تحقیق، موافق اور مخالف دعا کرنے میں نبی ﷺ کی سیرت طیبہ، النساء ۴۱ میں رسول اللہ ﷺ کے رونے کی توجیہ، نبی ﷺ کا دعا میں ہاتھوں کو بلند کرنا، آندھی کو دیکھ کر نبی ﷺ کی دعا کا بیان، رسول اللہ ﷺ کے فتنوں سے پناہ طلب کرنے کی حکمت، نبی ﷺ کی شیطان کے شر سے پناہ کی دعا کی توجیہ ۵۸

رسول اللہ ﷺ جن دو سورتوں کو ایک رکعت میں پڑھتے تھے ان سورتوں کی کیفیت، نبی ﷺ کے قرآن مجید میں مد کرنے کا سبب اور مد کرنے اور ترتیل کے ساتھ پڑھنے کی کیفیت، مغرب کے کم وقت میں نبی ﷺ کا سورۃ الاعراف پڑھ لینا، مفصل کی دو سورتوں کو ایک رکعت میں جمع کرنا آپ کا معمول تھا اور بعض اوقات آپ سورۃ بقرہ اور دوسری لمبی سورتوں کو بھی جمع کرتے تھے، المفصل کی تین آیات میں سجدہ تلاوت کا نبی ﷺ سے ثبوت، آیا رسول اللہ ﷺ نے کبھی خود بھی اذان دی ہے یا نہیں، ۵۹

نبی ﷺ اللہ کی عبادت بہ طور شکر کرتے ہیں اور اس کے جلال ذات کی وجہ سے اس کی عبادت کرتے ہیں، نبی ﷺ کا نمازیوں کی غلطیوں پر سکوت نہ فرمانا اور ان کی اصلاح فرمانا، نبی ﷺ کے بیٹھ کر نماز پڑھنے کا سبب، نبی ﷺ کے سجدہ سہو کرنے کی توجیہات، نبی ﷺ کی پڑھی ہوئی آخری نماز کا مصداق، رکوع اور سجود میں نبی ﷺ کی دعائیں، جن صورتوں میں نبی ﷺ نے سجدہ سہو کیا، عصر کے بعد آپ کا ہمیشہ دو رکعت نماز پڑھنا اور اس سے منع فرمانے میں تعارض ہے اس کا جواب، ۶۰

نبی ﷺ کی چاشت کی نماز کی تحقیق، نبی ﷺ کا تہجد کے لیے اخیر شب میں اٹھنا، رسول اللہ ﷺ کی نماز تہجد کی

رکعات، نبی ﷺ پر تہجد فرض تھی یا نفل، نبی ﷺ کی تہجد اور دیگر نفلی عبادات کے معمولات مختلف تھے، مختلف اوقات میں تہجد کی مختلف رکعات، تہجد میں نبی ﷺ کے طویل سجدہ کا سبب، نبی ﷺ نے نماز کسوف میں سراً قراءت کی یا جہراً، ۶۱؎

بیس رکعات تراویح کے متعلق رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کے معمولات، وفات کے سال نبی ﷺ کے بیس دن اعتکاف کرنے کی توجیہ، رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں اور حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں اور حضرت عمر کے ابتدائی عہد میں تراویح کا معمول، ۶۲؎

حج میں نبی ﷺ کی سنت کا بیان، نبی ﷺ کے حج قران کا ثبوت، نبی ﷺ کے احرام باندھنے کی جگہ میں فقہاء کا اختلاف، نبی ﷺ کے مکہ میں دس دن قیام اور ارکان حج کی ادائیگی، رسول اللہ ﷺ کے عمرہ کرنے سے پہلے آپ پر حج فرض ہونا اور حج کی ادائیگی میں تاخیر کی گنجائش، نبی ﷺ کے عمروں کی ترتیب وار تفصیل اور تعداد، نبی ﷺ نے حجۃ الوداع سے پہلے کتنے حج کئے اور آپ کس تاریخ کو حج کے لیے روانہ ہوئے، حجۃ الوداع کے متعدد اسماء اور ان کی وجوہ، ۶۳؎

نبی ﷺ کے وصال کے روزے کی کیفیت، آیا رسول ﷺ شعبان کے اکثر ایام میں روزے رکھتے تھے یا پورے مہینہ کے روزے رکھتے تھے، شعبان کے مہینہ میں کثرت سے روزے رکھنے کا سبب، نبی ﷺ جن دنوں میں روزے رکھتے تھے ان کے متعلق احادیث، سفر میں روزہ رکھنا اور چھوڑنا دونوں نبی ﷺ کی سنت ہیں، ۶۴؎

۴۔ فضائل نبی ﷺ

نعمۃ الباری میں نبی ﷺ کے فضائل درج ذیل عنوانات کے تحت بیان کیے گئے ہیں۔

نبی ﷺ سب نبیوں سے افضل ہیں، تمام نبیوں اور رسولوں میں نبی ﷺ کا سب سے زیادہ باکمال ہونا، جب نبی ﷺ سب نبیوں سے افضل ہیں تو پھر آپ نے کیوں فرمایا کہ مجھے حضرت موسیٰ پر فضیلت نہ دو، ہمارے نبی ﷺ کی فضیلت کلی کے متعلق احادیث، نبی ﷺ کی تمام انبیاء پر فضیلت کی تحقیق، اس اعتراض کے متعدد جوابات کہ رسول اللہ ﷺ کے افضل المرسلین ہونے پر ایک سوال کا جواب، رسول اللہ ﷺ کی دیگر انبیاء پر فضیلت کی بحث، نبی ﷺ کی مغفرت کلی کی نوید اور اس وجہ سے آپ کی تمام انبیاء پر فضیلت، نبی ﷺ کی کلی مغفرت کے اعلان کا آپ کے ساتھ مخصوص ہونا، نبی ﷺ کی طرف مغفرت ذنوب کی نسبت اور وضاحت، حضرت ابراہیم کا قیامت کے دن پہلے ملبوس ہونا کیا رسول ﷺ پر افضلیت کا موجب ہے۔ ۶۵؎

سورۃ التوبہ میں نبی ﷺ کے فضائل، نبی ﷺ کے سامنے بیت المقدس اٹھا کر رکھنے میں آپ کی فضیلت اور خصوصیت، حضرت جبرائیل کا پانچ نمازوں میں نبی ﷺ کو امامت کرانا، رسول اللہ ﷺ کا مقتدی ہونا آپ کے افضل ہونے کے منافی نہیں، نبی ﷺ کے اسماء، نبی ﷺ کی قوت مردمی کا حضرت سلیمانؑ کی قوت سے بہت زیادہ ہونا، نبی ﷺ کے نسب کی فضیلت ۶۶؎

نبی ﷺ کا جنت اور دوزخ کو دیکھنا، نماز کسوف میں جنت کو دیکھنا اور جنت کا طعام نہ لانے کی وجوہ، نبی ﷺ نے جنت اور دوزخ کو متعدد بار دیکھا تھا، جنت کے خوشوں کو توڑنے کا ارادہ بدلنے کی وجوہ، نبی ﷺ کا زمین سے دوزخ کو دیکھنا، نبی ﷺ نے اصل جنت کو دیکھا تھا یا اس کی مثال کو، نبی ﷺ نے جنت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا، اس سے مراد جنت کا علم نہیں ہے، ۶۷

نبی ﷺ کا سب سے پہلے ہوش میں آنا اور آپ ﷺ کا اور تمام انبیاء کا اپنی قبروں میں زندہ ہونا، نبی ﷺ کی قبر میں حیات کے متعلق محدثین، فقہاء اور علماء کی تصریحات، قرآن مجید کی آیات سے نبی ﷺ کی بعد از وفات حیات پر استدلال، رسول اللہ ﷺ کی حیات کے ثبوت میں احادیث، رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی حیات کے مظاہر، نبی ﷺ کی قبر میں حیات کی دلیل، نبی ﷺ کی حیات کے متعلق اہل سنت کا موقف ۶۸

آپ کے حجرہ اور آپ کے منبر کی درمیانی جگہ کو جنت کا باغ قرار دینے کی توجیح، آپ ﷺ کے گھر، آپ کے حجرہ اور آپ کی قبر کی فضیلت کے متعلق احادیث ۶۹

آپ کا ہماری مثل بشریت میں حصر کس اعتبار سے ہے اور آپ ہماری مثل کس چیز میں ہیں، آپ کے بھولنے اور ہمارے بھولنے میں فرق، امور تبلیغیہ میں آپ کا بھولنا ممکن نہیں، ۷۰

نبی ﷺ کے اختیار اور وسعت علم کی دلیل، نبی ﷺ کے وسعت علم کا بیان، نبی ﷺ کی نظر اور علم کی وسعت، نبی ﷺ کے علم اور تقوی کے سب سے زیادہ ہونے کی توجیہ، نبی ﷺ جس طرح طب ادیان کے ماہر تھے اسی طرح طب ابدان کے ماہر تھے ۷۱

رسول اللہ ﷺ کے پاس جنات کے وفد آنے کی تاریخ، رسول اللہ ﷺ جنات اور انسانوں کے رسول ہیں ، ہمارے نبی ﷺ کی جنات پر تصرف کی قدرت اور حضرت سلیمانؑ کی دعا کی رعایت ۷۲

۵۔خصائص نبی ﷺ

نعمۃ الباری میں نبی ﷺ کے خصائص درج ذیل عنوانات کے تحت بیان کیے گئے ہیں۔

نبی ﷺ کے ۱۲ خصائص، وفات کے بعد نبی ﷺ کے ۱۰ خصائص، باب نبوت کے ساتھ مختص آٹھ خصائص، شریعت کے ساتھ مختص نو خصائص، نماز کے ساتھ مختص نو خصائص، جہاد کے متعلق نو خصائص، نکاح کے باب میں پندرہ خصائص، نبی ﷺ کے پچیس جامع خصائص ۷۳

رسول اللہ ﷺ میں کسی قسم کے نقص اور عیب کا نہ ہونا، انبیاء سابقین کو عمارت کے ساتھ اور ہمارے نبی ﷺ کو اینٹ کے ساتھ تشبیہ دینے کی وضاحت، موجودہ تورات میں نبی ﷺ کی مذکورہ صفات ۷۴

نبی ﷺ کے فضلات کریمہ کی طہارت اور آپ کے علم غیب کا ثبوت، الماوردی کے نزدیک آپ کے بالوں اور آپ

کے فضلات کا نجس ہونا، شیخ تھانوی کے نزدیک نبی ﷺ کے فضلات کا نجس ہونا، بعض غیر مقلد علماء کے نزدیک نبی ﷺ کے فضلات کا نجس ہونا، اکثر شافعیہ کے نزدیک نبی ﷺ کے فضلات مبارکہ طاہر ہیں، نبی ﷺ کے فضلات کی طہارت کے متعلق احادیث، فضلات کریمہ سے متعلق بعض احادیث کی فنی حیثیت اور اس مسئلہ میں جمہور علماء کا موقف، نبی ﷺ کے فضلات کریمہ کے متعلق شیخ ابن عثمین کے ہفوات۔۷۵

آیا رسول اللہ ﷺ کو علوم خمسہ عطا کیے گئے تھے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں علماء غیر مقلدین اور علماء دیوبند کے نظریات، علوم خمسہ کے مصداق کے متعلق علماء دیوبند کے موقف پر مصنف کا تبصرہ، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کو عالم الغیب کہنا جائز نہیں اور رسول اللہ ﷺ کے لئے علم تفصیلی محیط ماننا جائز نہیں، رسول اللہ ﷺ کے علم کو اللہ کے علم سے بہت کم ماننے کو بھی غلط اور گمراہی کہنے کا جواب، رسول اللہ ﷺ کو علوم خمسہ اور علم روح وغیرہ دیئے جانے کے متعلق علماء اسلام کے نظریات، رسول اللہ ﷺ کے کلی علم غیب پر دلائل، علم غیب پر دلائل، علم غیب پر اعتراض کا جواب، نبی ﷺ کا متعدد غیوب کی خبریں دینا اور بشارت دیتے ہوئے ہنسنا، نبی ﷺ کا از خود غیب کو نہ جاننا، نبی ﷺ کو قیامت تک کے احوال امت کا علم عطاء فرمانا، نبی ﷺ کی طرف علم غیب کی نسبت کی تحقیق، محققین علماء اہل سنت کے نزدیک نبی ﷺ کو وقوع قیامت کا علم دیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے علم کا فرق، نبی ﷺ کا لوگوں کے دلوں میں ایمان اور نفاق پر مطلع ہونا، رسول ﷺ کے علم غیب کا بیان اور یہ کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کے نسب پر بھی مطلع تھے اور ان کے اخروی ٹھکانے پر بھی مطلع تھے، ۷۶

نبی ﷺ کو خواب میں دیکھنا، ہر نماز کے لیے بناء وضو اور مسواک نبی ﷺ کی خصوصیت تھی، نماز میں نبی ﷺ کی خصوصیات، نبی ﷺ کا نیند سے وضو نہ ٹوٹنا آیا آپ کی خصوصیت ہے یا نہیں، نیند سے نبی ﷺ کے وضو نہ ٹوٹنے کی تحقیق، نماز کے جمیع احکام میں امت اور نبی ﷺ مساوی نہیں ۷۷

احد پہاڑ کا نبی ﷺ سے محبت کرنا، رسول اللہ ﷺ کے وسیلہ کا جواز، نبی ﷺ کو حلال اور حرام کرنے کا اختیار ہے ۷۸

نبی ﷺ کی خصوصیت کی وجہ سے ابو طالب کے عذاب میں تخفیف، رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت کی وجہ سے ابولہب کافر کے عذاب میں تخفیف، ابولہب کو اس کے انگوٹھے کے سوراخ سے نبی ﷺ کی برکت کی وجہ سے دوزخ میں پانی پلانا، ابولہب کے عذاب میں تخفیف کا سبب نبی ﷺ کے ساتھ تعلق کا ہونا ہے، ۷۹

نبی ﷺ کی بشریت اور نورانیت، نبی ﷺ کی قوت مردمی چار ہزار مردوں کے برابر تھی، رسول اللہ ﷺ کا اللہ اور اس کے رسول کو ایک ضمیر میں جمع کرنا جائز ہے اور کسی کے لیے نہیں ۸۰

حضور ﷺ کی شفاعت کی اقسام، نبی ﷺ سے شفاعت کو طلب کرنا، رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کی حدود، رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کے مراحل، نبی ﷺ کی شفاعت سے کامیاب ہونے والوں کے مراتب، نبی ﷺ کی شفاعت کرنے پر اہل سنت کے موقف کے دلائل ۸۱

نبی ﷺ کا اپنے رب کو دیکھنا، رعب سے نبی ﷺ کی مدد کی گئی، نبی ﷺ کا عذاب کے وقت مردہ کی چیخ و پکار کا سننا آپ کی خصوصیت ہے، نبی ﷺ کی وفات کے بعد بھی آپ کی اپنی امت پر شفقت باقی ہے۸۲۔

نبی ﷺ اپنے نفع اور ضرر کے مالک ہیں یا نہیں، نبی ﷺ کی نفع رسانی کا ثبوت، نبی ﷺ کی نفع رسانی ۸۳۔

نبی ﷺ کے قاسم ہونے کی توجیہ، نام محمد کی عزت و کرامت اور خصوصیت، میدان حشر میں نبی ﷺ کی عظمت اور وجاہت، عزت و کرامت کا ہر دروازہ آپ کے نام سے کھلتا ہے۸۴۔

نبی ﷺ کا پسینہ جمع کرنے کے متعلق متعدد روایات، رسول اللہ ﷺ کے بالوں سے شفا حاصل کرنا، نبی ﷺ کے بالوں اور نعلین کو بطور تبرک رکھنا آپ کی خصوصیت تھی ۸۵۔

جن دو کاموں میں آپ کا اختیار دیا گیا، اس سے مراد دنیاوی امور ہیں یا اخروی امور ہیں، ان امور کا بیان جن میں رسول اللہ ﷺ اپنی ذات کے لیے انتقام نہیں لیتے تھے، ان امور کا بیان جن میں انتقام لینا آپ پر واجب تھا، نبی ﷺ کا اپنی ذات کے لیے انتقام نہ لینا ایسی ایذا پر محمول ہے، جو کفر نہ ہو۸۶۔ جس جگہ آپ مدفون ہیں، اس جگہ کا عرش سے بھی افضل ہونا۸۷۔

۶۔ شمائل و اخلاق نبی ﷺ

نبی ﷺ کے شمائل و اخلاق درج ذیل عنوانات کے تحت بیان کیے گئے ہیں۔

نبی ﷺ کے قوت حلم اور شدت صبر کا بیان، نبی ﷺ کے خلق عظیم اور کرم عمیم کا بیان، نبی ﷺ کی رحمۃ للعالمینی، ہمارے نبی ﷺ کا صادق الوعد ہونا، نبی ﷺ کی نرم دلی کے متعلق احادیث، نبی ﷺ سب سے زیادہ سخی ہیں، نبی ﷺ کی شجاعت اور بہادری، نبی ﷺ کی جود و سخا اور فیاضی، نبی ﷺ کے اوصاف کمالیہ کا جامع ہونا، نبی ﷺ نہ طبعاً فحش گو تھے نہ، رسول اللہ ﷺ کی بے مثال اور پاکیزہ شخصیت، آیا آپ نے اپنی ران سے تہبند قصداً ہٹایا تھا یا سہواً، ۸۸۔

آپ پہاڑ کی محبت کا جواب بھی محبت سے دیتے تھے، نبی ﷺ کا اپنی دعا کو موخر کرنے میں اپنی امت پر شفقت فرمانا، نبی ﷺ کا بیماروں کی عیادت کرنا اور ان کو تسلی دینا، امت پر شفقت کی وجہ سے نبی ﷺ کا مشکل اور دشوار گزار عبادت سے منع فرمانا، نبی ﷺ کی احکام شرعیہ کی گہرائی میں جانے سے منع فرمانا اور عمل میں آسانی کی ہدایت دینا اور آپ کی تواضع اور انکسار، ۸۹۔

نبی ﷺ کی تواضع اور اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرنے کی ترغیب، حضرت یوسفؑ کے مقابلے میں نبی ﷺ کی تواضع، نبی ﷺ کی تواضع اور حسن اخلاق، نبی ﷺ کی تواضع اور انکسار، نبی ﷺ کی تواضع اور انکسار اور اپنے ہاتھوں سے دیوار قبلہ کو صاف کرنا، حضرت ابن عباس کا نبی ﷺ کی سخاوت کو بارش برسانے والی ہواؤں سے تشبیہ دینا، ۹۰۔

نبی ﷺ کے محاسن اخلاق، مشرکین کے ہدیوں میں نبی ﷺ کا تصرف اور آپ کے اخلاق حسنہ، نبی ﷺ کے

اخلاق کریمہ کی عظمت، نبی ﷺ کے خلق عظیم کے متعلق احادیث، نبی ﷺ کے حیادار ہونے کا معنی، رسول ﷺ کا بلند اخلاق کہ کسی کے لیے آپ کو بلانا آپ پر گراں نہیں گزرتا، نبی ﷺ کی تواضع، سادگی اور محاسن اخلاق، ۹۱

نبی ﷺ کے سر یا کپڑوں میں جوؤں کی تحقیق، نبی ﷺ کے لباس کا جوؤں سے پاک صاف ہونا، جمعہ کے دن نبی ﷺ کا عمدہ لباس پہننا، مہر نبوت کی حکمت، مہر نبوت کے متعلق متعدد احادیث میں تطبیق، نبی ﷺ کے عمامہ کے رنگ کا بیان، ہنسی کے وقت نبی ﷺ کی ڈاڑھوں کے ظہور کی تحقیق، رسول اللہ ﷺ کا سوتے وقت اپنا ہاتھ اپنے رخسار کے نیچے رکھنا، ۹۲

نبی ﷺ کا ہر موقع پر اصول کے پرچم کو بلند رکھنا، نبی ﷺ کی بے نفسی مال کی تقسیم میں اصول پرستی اور اقرباء کی رعایت نہ کرنا، نبی ﷺ کی مال دنیا سے بے رغبتی ۹۳

نبی ﷺ کا حسن و جمال، نبی ﷺ کے حسن و جمال کی عظمت، حضرت یوسفؑ کا حسن اور ہمارے نبی ﷺ کا حسن، نبی ﷺ کے حسن و جمال کے متعلق احادیث اور آثار، ۹۴

نبی ﷺ کے گھر کا کام کاج کرنے کے متعلق احادیث، نبی ﷺ نے کبھی کھانے کا عیب بیان نہیں کیا، نبی ﷺ کا اپنے علم کے مطابق دوسرے صحابہ کی تعریف کرنا، ۹۵

مہر نبوت کا بیان، نبی ﷺ کی عمر کے متعلق متعدد روایات میں تطبیق، نبی ﷺ کی عمر کے متعلق جمہور کا قول ۹۶

نبی ﷺ کا سراپا اقدس، حضرت ام معبدؓ کا بیان کردہ رسول اللہ ﷺ کا سراپا، آپ ﷺ کے سینہ پر زیادہ بال ہونے کی وضاحت، آپ ﷺ کے بدن پر گوشت زیادہ ہونے کی تحقیق، ۹۷

آیا نبی ﷺ نے اپنے بالوں کو رنگا ہے یا نہیں، نبی ﷺ کے بالوں کو رنگنے کے متعلق احادیث، نبی ﷺ کے بالوں کو رنگنے کے متعلق احادیث میں تطبیق، نبی ﷺ کے سر کے بالوں کی کیفیت، نبی ﷺ کے بال کانوں کی لو تک تھے یا کندھوں تک تھے، رسول اللہ ﷺ کے بالوں میں خضاب لگانے کا بیان، نبی ﷺ کی داڑھی مبارک میں سفید بالوں کے ہونے یا نہ ہونے کا بیان، نبی ﷺ کے سفید بالوں کی تعداد، نبی ﷺ کے سر منڈوانے کی کیفیت ۹۸

آپ ﷺ کے چہرے کو چاند کے ساتھ تشبیہ دینے کی وجہ، ان کا بیان جو صورت میں رسول ﷺ کے مشابہ تھے، ۹۹
نبی ﷺ کے مزاح کی چند مثالیں، نبی ﷺ کی ذات کی خوشبوئیں، ۱۰۰

۷۔ معجزات و برکات نبی ﷺ

نعمۃ الباری میں آپ ﷺ کے معجزات و برکات درج ذیل عنوانات کے تحت بیان کئے گئے ہیں۔

نبی ﷺ کا شفا دینا اور درد کا درماں ہونا، نبی ﷺ کے لیے سورج کو ٹھہرانا اور سورج کو لوٹانا، ۱۰۱

نبی ﷺ کے معجزات کا تمام انبیاء کے معجزات سے زیادہ عظیم ہونا، قرآن مجید کی وجہ اعجاز اور معجزات کی تعداد'

قرآن مجید کے علاوہ دیگر معجزات، نبی ﷺ کا معجزہ قرآن اور آپ کے معجزہ کی انبیاء سابقین کے معجزات پر برتری، نبی ﷺ کو انبیاء سابقین کی جنس سے بڑا معجزہ عطا کیا گیا تھا،۱۰۲

آپ کی انگلیوں سے پانی کا جاری ہونا، متعدد محدثین کی یہ تصریح کہ انگلیوں سے پانی جاری ہونا آپ کا قطعی معجزہ ہے اور یہ آپ کی خصوصیت ہے، آپ کی برکت سے کم پانی زیادہ ہونے کا معجزہ، جہاں عادتاً پانی نہ ہو وہاں سے پانی نکالنے کا معجزہ، خشک کنویں میں پانی جاری کرنے کا معجزہ، رسول ﷺ کا زمزم کے ڈول میں کلی فرمانا۱۰۳

نبی ﷺ کے لعاب دہن کی برکتیں، نبی ﷺ کے لعاب دہن کا پاکیزہ اور خوشبودار ہونا، صحابہ کا نبی ﷺ کے لعاب سے برکت حاصل کرنا، نبی ﷺ کے وضوء سے بچے ہوئے پانی کی طہارت اور برکت، نبی ﷺ کے وضو کے پانی سے شفاء اور برکت کا حصول، نبی ﷺ کا اپنے وضو کے پانی کو بے ہوش شخص پر ڈالنا ۱۰۴

کم کھانے کو زیادہ کرنے کا معجزہ، نبی ﷺ کا عظیم معجزہ چند روٹیاں ۹۰ صحابہ کے لیے کافی ہوگئی، نبی ﷺ کے ہاتھ کی برکت، رسول ﷺ کی برکت سے ایک کھجور کا ایک دن کے لیے کافی ہونا،۱۰۵

نبی ﷺ کے پشت کے پیچھے دیکھنے کی کیفیت، نبی ﷺ کے پشت کے پیچھے دیکھنے کی تحقیق ۱۰۶

معراج کے معنی اور معراج کی تاریخ، معراج کی ابتداء کی جگہ میں متعدد اقوال، پورے واقعہ معراج میں نبی ﷺ بیدار رہے، متعدد بار شق صدر کی وجوہات، شق صدر کی تعداد اور حکمت، انبیاء اپنی قبروں میں ہیں، پھر آپ نے ان کو آسمانوں پر کیسے دیکھا، ہمارے نبی ﷺ نے آسمانوں پر جن نبیوں سے ملاقات کی، ان کی وجہ ترجیح، رات کے وقت میں معراج کرانے کی وجوہ، آپ کو معراج کرانے کی حکمت، سدرۃ کو مختلف رنگوں سے ڈھانپنا، نبی ﷺ کی روح کا سب سے زیادہ قوی ہونا، مسجد اقصی کو آپ کے سامنے رکھ دینا، قریش کی واقعہ معراج پر حیرت اور تکذیب اور حضرت ابوبکرؓ کی تصدیق، نبی ﷺ کا براق پر سوار ہونا اور راستہ میں متعدد جگہوں پر نماز پڑھنا، نبی ﷺ کا راستہ میں متعدد مثالوں کو دیکھنا اور مسجد اقصی میں نبیوں کو نماز پڑھانا، آپ کے قلب اطہر کو سونے کے طشت میں رکھنے کی توجیہات، زمزم کے پانی سے آپ کے قلب اطہر کو غسل دینے سے مقصد زمزم کی برکت میں اضافہ کرنا تھا، قلب اطہر کو سینے سے نکالنے میں آپ کا معجزہ اور اس کو غسل دینے کی حکمت، براق کی صفات اور آپ کو براق پر سوار کرانے کی حکمت، براق پر سوار کرنے کی حکمت، براق کی شوخی کی حکمت اور یہ بیان کہ حضرت جبرائیل سفر میں رفیق تھے یا سوار ہونے میں؟ نبی ﷺ مسجد اقصیٰ سے آسمانوں پر گئے تھے یا معراج کے ذریعہ......اور معراج کا معنی اور اس کی صفت، مسجد اقصیٰ میں نبی ﷺ کے نماز پڑھنے پر حضرت حذیفہ کا انکار کرنا، اس کا جواب....اور متعدد احادیث سے آپ کے نماز پڑھنے کا ثبوت، نبی ﷺ کا مسجد اقصاء میں نبیوں کو امامت کرنا، ملائکہ مقربین کے حضرت جبرائیل سے اس سوال کی حکمتیں کہ آپ کے ساتھ کون ہے؟، انبیاء نے جو آپ کو صالح کہا اس کی حکمتیں، انبیاء کے اجسام زمین پر اپنی اپنی قبروں میں موجود ہیں، پھر آپ نے ان کو آسمانوں پر کیسے دیکھا، شب معراج جن مخصوص انبیاء کی آسمانوں پر آپ سے ملاقات کرائی گئی، ان کی تخصیص کی حکمتیں، آسمانوں

کے درجات اور انبیاء کے درجات میں مناسبتیں، نبی ﷺ سے ملاقات کے بعد حضرت موسیٰ کے رونے کی وجوہ، حضرت موسیٰ نے ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کو نوجوان کہا، اس کی وجوہ، حضرت موسیٰ کو نمازوں میں تخفیف کرانے کے ساتھ مخصوص کرنے کی وجوہ، ضرت ابراہیمؑ سے ملاقات سدرۃ المنتہیٰ کے معنی، مقام ''ہجر'' کا معنی اور اس کے ساتھ وجہ تشبیہ، چار دریاؤں کی وضاحت اور البیت المعمور کا مقام، نمازوں میں تخفیف کے لیے حضرت موسیٰ کا بار بار مشورہ دینا، نبی ﷺ کے سفر معراج کے متعلق علماء کے نظریات، ۱۰۷؎

نبی ﷺ کا نور نبوت سے جان لینا، نبی ﷺ کے علم ما کان وما یکون کے متعلق احادیث، نبی ﷺ کا غیب کی خبریں دینا آپ کا معجزہ ہے، رسول ﷺ جو فرمائیں اس کا واقعہ ہو جانا، نبی ﷺ اپنے زمانہ میں ہر زمانہ کے احوال دیکھتے ہیں، حضرت جابرؓ کے باغ میں نبی ﷺ کا معجزہ، نبی ﷺ کی مخالفت میں لکھے ہوئے صحیفہ کو دیمک کا چاٹ لینا، ۱۰۸؎

زہر آلود بکری لانے والی یہودیہ کا قصہ، جس عورت نے گوشت میں زہر ملایا تھا اس کا نام اور اس کو سزا دینے کے متعلق مختلف اقوال، زہر آلود گوشت کھانے سے نبی ﷺ پر اثر کی تحقیق، زہر آلود گوشت کھانے کی وجہ سے آپ میں معنوی شہادت کا متحقق ہونا، یہود کا قتل کس زمانہ میں ہوگا؟ اور ہمارے نبی ﷺ کا معجزہ، نبی ﷺ کے وہ معجزات جن کا آپ کے وصال کے بعد ظہور ہوا اور قیامت تک ان کا ظہور ہوتا رہے گا، ۱۰۹؎

نبی ﷺ کے ہاتھ پر کنکریوں کا تسبیح کرنا، صحابہؓ کا کھانے کی تسبیح کو سننا بھی رسول ﷺ کا معجزہ ہے، طعام اور کنکریوں کے تسبیح پڑھنے کی متعدد احادیث، ۱۱۰؎

نبی ﷺ کا معجزہ کہ آپ کی دعا فوراً قبول ہوتی تھی، نبی ﷺ کے زیادہ نکاح کرنا آپ کا عظیم معجزہ ہے، نبی ﷺ کا معجزہ کہ کھجور کا تنا آپ کی محبت سے آپ کے فراق میں رویا، رسول اللہ ﷺ کے کمال حسن کا معجزہ اور آپ ﷺ کی حیات پر دلائل، حضرت قتادہ بن نعمانؓ کی نکلی ہوئی آنکھ کو دوبارہ اپنی جگہ لگا دینا، چاند کے شق ہونے کی جگہ میں متعدد روایات اور اقوال، رسول ﷺ اور حضرت صحابہ کے قیام کی جگہوں پر خصوصی رحمتوں اور برکتوں کا نازل ہونا، ۱۱۱؎

۸۔ازوج مطہراتؓ و بنات طیباتؓ

نعمۃ الباری میں اس عنوان کے متعلق درج ذیل مباحث بیان کیے گئے ہیں۔

نبی ﷺ کا حضرت خدیجہؓ سے نکاح کرنا اور ان کی فضیلت، حضرت خدیجہ کا حسن سیرت، حضرت خدیجہؓ کی فہم وفراست، حضرت خدیجہؓ کی سوانح، حضرت خدیجہ کے پہلے دو شوہروں سے اولاد، حضرت خدیجہ کے گھر کی فضیلت، حضرت خدیجہؓ کے بعد ازواج کی تفصیل، ۱۱۲؎

حضرت سودہؓ کا تذکرہ، ام المومنین ام حبیبہؓ کا تذکرہ، ام المومنین ام سلمہؓ کا تذکرہ، حضرت ام المومنین جویریہؓ کے نبی ﷺ کے ساتھ نکاح کا واقعہ، نبی ﷺ نے آیا ابنۃ الجونؓ سے نکاح کیا تھا یا نہیں اور ان کو طلاق دینے کی توجیہ،

حضرت زینب بنت جحشؓ کے نبی ﷺ کے ساتھ نکاح کا واقعہ، ۱۱۳

ام المومنین حضرت صفیہؓ کا تذکرہ، حضرت صفیہؓ کا ازواج مطہرات میں داخل ہونا، حضرت صفیہؓ سے عمل تزویج کے ارادہ پر ایک اشکال کا جواب، حضرت صفیہؓ کو آزاد کرنے کو آپ کا مہر قرار دینے کی تحقیق، حضرت صفیہؓ اور حضرت سودہؓ کی باری کی تحقیق، ۱۱۴

حضرت عائشہؓ کا تعارف، حضرت عائشہؓ کی حیات طیبہ ایک نظر میں، نبی ﷺ کا حضرت عائشہؓ سے نکاح کرنا اوران کا مدینہ آنا اور آپ کا ان کے ساتھ شب زفاف گزارنا، شیخ العثیمین کی نکاح کے وقت رسول اللہ ﷺ کی عمروں کو بیان کرنے میں غلطی، حضرت عائشہؓ اور حضرت فاطمہؓ کی فضیلت میں محاکمہ، حضرت عائشہؓ کی فضیلت کی وجوہ، حضرت عائشہؓ کی عالی ظرفی اور اخلاق کی بلندی، حضرت عائشہؓ کی تواضع، حضرت عائشہؓ کی فصاحت و بلاغت، حضرت عائشہؓ کی منقبت میں احادیث، حضرت عائشہؓ کی رسول اللہ ﷺ سے محبت، خواب میں حضرت عائشہؓ کی صورت دکھانے کے متعلق متعدد روایات، ۱۱۵

حضرت عائشہؓ اور حضرت زینبؓ کے نکاحوں کے مرتبہ کا باہمی فرق، نکاح کے وقت حضرت عائشہؓ کی عمر، حضرت عائشہؓ کے غیرت کرنے کی توجیہ، حضرت عائشہ کے اس کلام کی توجیہ کہ آپ کی طرف نہیں کھڑی ہوں گی، حضرت ام سلمہؓ اور حضرت عائشہؓ دونوں نے حضرت جبرائیلؑ کو دیکھا،

حضرت مریم اور حضرت عائشہؓ اور نبی ﷺ کی دیگر ازواج کی باہمی فضیلت، حضرت عائشہؓ اور حضرت فاطمہؓ کی باہمی فضیلت حضرت عائشہؓ کو مصر کی عورتوں کے ساتھ تشبیہ دینے کی توجیہ، جنگ جمل میں حضرت عائشہؓ کے گھر سے نکلنے پر اعتراض کا جواب، ۱۱۶

ام المومنین حضرت میمونہ کا تذکرہ، حضرت میمونہؓ کی وفات کے سال کے متعلق متعدد اقوال، حضرت میمونہؓ کی وفات کی جگہ، ۱۱۷

پیالہ میں طعام بھیجنے والی ازواج مطہرات اور پیالہ توڑنے والی زوجہ کے اسماء، حضرت عائشہ کے پیالہ توڑنے کی توجیہ، ۱۱۸

حضرت حفصہؓ کے حیلہ پر نبی ﷺ کے ناراض نہ ہونے کی توجیہ، اس سوال کا جواب کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ نے نبی ﷺ کو ایذا پہچانے کے لیے کیوں جھوٹ پر اتفاق کیا؟، مغافیر کے معنی اور نبی ﷺ کا آئندہ شہد نہ کھانے کی قسم کھانا اور حضرت حفصہؓ کو اس کی خبر دینے سے منع فرمانا، بعض روایات میں مذکور ہے کہ آپ نے شہد کے بجائے حضرت ماریہ قبطیہ کو حرام قرار دیا تھا، ان روایات کی تعین جن میں مذکور ہے کہ آپ نے اپنے اوپر حضرت ماریہ قبطیہ کو حرام قرار دیا تھا، اس اعتراض کا جواب کہ ازواج نے مغافیر کی بو کا کہ کر نبی ﷺ سے جھوٹ بولا، نبی ﷺ سے ناگوار بو نہیں آرہی تھی، پھر ازواج نے کیسے غلط بیانی کی کہ مجھے آپ سے مغافیر کی بو آرہی ہے، رسول اللہ ﷺ کے خلاف حیلہ کرنے پر ایک سوال

حضرت فاطمہ کے نکاح کی تاریخ، حضرت فاطمہؓ کے حضرت ابوبکرؓ کو چھوڑنے اور تادم مرگ ان سے کلام نہ کرنے کی توجیہ، حضرت فاطمہؓ کا حضرت ابوبکرؓ سے ناراض ہونے کا بیان، حضرت فاطمہؓ کو حضرت ابوبکرؓ کی زوجہ حضرت اسماء بنت عمیس نے حضرت علیؓ کے ساتھ مل کر غسل دیا، حضرت فاطمہؓ کو وفات کے بعد غسل دینے کی تحقیق، حضرت ابوبکرؓ کا حضرت فاطمہؓ کا نماز جنازہ پڑھانا،۱۲۶

جائزہ:

علامہ سعیدی کے بیان کردہ مباحث سیرت کا ذیل میں چند امثال کے ذریعے مختصر جائزہ پیش کیا جارہا ہے جس سے آپ کا سیرت نگاری میں منہج واضح ہوگا۔

۱۔ اعتراضات کو دور کرنا

آپ ﷺ کی شخصیت پر اگر کوئی اعتراض ہو یا کوئی اشکال جو آپ کے مکارم اخلاق کے منافی ہو تو علامہ سعیدی اس کو دلائل سے دور کرتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کی شخصیت ہی تمام عیوب سے پاک اور قابل تقلید ہے۔مثال کے طور پر نبی ﷺ میں کسی قسم کا عیب نہ ہونے کے متعلق آپ لکھتے ہیں کہ:

> ''میں کہتا ہوں کہ محمد کا معنی ہے: جس کی بے حد حمد اور تعریف کی گئی ہو اور تعریف ہمیشہ حسن اور کمال پر کی جاتی ہے اور جس میں نقص اور عیب ہو، اس کی مذمت کی جاتی ہے، اسی لیے کفار قریش آپ کو محمد کے بجائے مذمم کہتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو مطلقاً محمد فرمایا ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ آپ میں کسی وجہ سے نقص اور عیب نہیں ہے، اگر آپ میں کسی وجہ سے بھی نقص اور عیب ہوتا تو آپ مطلقاً محمد نہ ہوتے ، اور جب آپ مطلقاً محمد ہیں تو آپ میں کسی وجہ سے بھی نقص اور عیب نہیں ہے۔''۱۲۷

اس وضاحت کے بعد آپ ایک اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''ایک دفعہ ایک عالم نے مجھ پر اعتراض کیا کہ بتاؤ غیر کا محتاج ہونا کمال اور حسن ہے یا نقص اور عیب ہے، اگر غیر کا محتاج ہونا کمال ہے تو تمام صفات کمالیہ کا جامع اللہ تعالیٰ ہے، لہذا اس کو بھی غیر کا محتاج ہونا چاہیے، اور اگر غیر کا محتاج ہونا نقص اور عیب ہے تو نبی ﷺ غیر کے محتاج تو ہیں کیونکہ آپ اللہ کے محتاج ہیں، سو آپ میں نقص اور عیب ثابت ہوگیا۔ میں نے اس کے جواب میں کہا کہ غیر کا محتاج ہونا قبیح لذاتہ ہے اور حسن لغیرہ ہے اور چونکہ یہ قبیح لذاتہ ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ غیر کا

محتاج نہیں ہے اور حسن لغیرہ ہے اور اس وجہ سے یہ نبی ﷺ کی صفت ہے، کیونکہ بندہ کا کمال یہ ہے وہ اپنے مولیٰ کا محتاج ہو اور نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں اور یہ آپ کے لیے باعث کمال ہے، جس طرح جہاد قبیح لذاتہ ہے کیونکہ یہ انسانوں کو قتل کرنا اور شہروں کو ویران کرنا ہے اور حسن لغیرہ ہے کیونکہ یہ اللہ کے دین کے سر بلند ہونے کا سبب اور وسیلہ ہے۔'' ۱۲۸

اسی طرح منکرین حدیث اعتراض کرتے ہیں کی نبی ﷺ نے غلبہ شہوت کی وجہ سے متعدد نکاح کیے علامہ سعیدی نے اس اعتراض کے جواب میں علامہ ابن حجر کے ذکر کردہ نبی ﷺ کی تعدد ازوج کے دس فوائد، مصلحتیں، اور حکمتیں بیان کی ہیں۔ مزید وضاحت میں آپ نے کتب سیرت اور کتب احادیث سے نبی ﷺ کے متعدد نکاح کرنے کی ۱۹ مصلحتیں، حکمتیں اور فوائد بیان کیے ہیں اور اس اعتراض کو ساقط کیا ہے ۱۲۹

۲۔ تفصیلات فراہم کرنا

نعمۃ الباری میں ہمیں سیرت پر تفصیلی مباحث بھی ملتے ہیں جن میں آپ نے واقعات کی مکمل تفصیل فراہم کی ہے۔ مثال کے طور پر'' واقعہ معراج'' اس کو آپ نے ۷۴ عنوانات کے تحت ۴۱ ماخذ کی روشنی میں بیان کیا ہے ان ماخذ میں کتب شروح، کتب احادیث، کتب سیرت، کتب تفاسیر شامل ہیں۔ ان کثیر ماخذ کی روشنی میں یہ آپ کی مفصل اور منفرد بحث ہے۔ ۱۳۰

۳۔ تحقیقی مباحث

علامہ سعیدی نے سیرت کے بعض عنوانات پر محققانہ بحث کی ہے۔ مثال کے طور پر نبی ﷺ کا اپنے رب کو دیکھنا کس صورت میں تھا، روئیت باری تعالیٰ کی تحقیق میں علامہ سعیدی فقہاء وشارحین بخاری کی تحقیقات بیان کرنے کے بعد اپنی تحقیق بیان کرتے ہیں جس میں آپ نے قرآنی آیت اور حدیث سے استدلال کرتے ہوئے نبی ﷺ کی روئیت باری تعالیٰ کو ثابت کیا ہے۔ ۱۳۱

۴۔ احادیث سے وضاحت

علامہ سعیدی اکثر و بیشتر احادیث سے سیرت رسول اللہ ﷺ کی وضاحت کرتے ہیں مثال کے طور پر نبی ﷺ کی فضیلت کلی کو آپ نے ۱۱، احادیث مبارکہ سے ثابت کیا ہے۔ ۱۳۲

۵۔ اہل سنت کے مؤقف کی تائید

واقعات سیرت کو بیان کرتے ہوئے آپ اہل سنت والجماعت کے موقف کی وضاحت اور تائید کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر قبر میں نبی ﷺ کی حیات کے متعلق اختلاف ہے، آپ نے پہلے اس کے مانعین کا مؤقف ان کی دلیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس کے بعد آپ لکھتے ہیں کہ:

''حضرت ابو بکر کے اس ارشاد سے غیر مقلدین یہ ثابت کرتے ہیں کہ اب نبی ﷺ زندہ نہیں ہیں لیکن ان کا یہ قول باطل ہے۔ نبی ﷺ پر ایک آن کے لیے موت آئی تھی، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو حیات عطا فرما دی اور آپ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور قیامت تک زندہ رہیں گے۔''۱۳۳

اپنے اس مؤقف کی وضاحت میں آپ نے علماء اہل سنت کی عبارات نقل کی ہیں، اس کے بعد اہل سنت کے مؤقف کی تائید اور اثبات میں ۱۶ احادیث بیان کی ہیں جن سے آپ نے یہ واضح کیا ہے کہ انبیاءؑ اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔۱۳۴

۶۔ تجزیہ وتبصرہ کرنا

علامہ سعیدی مباحث سیرت کو مختلف شروح کے حوالے سے بیان کرنے کے بعد آخر میں تجزیہ اور تبصرہ بھی کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر حدیث نمبر ۳۲۹۴ کی رو سے اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ خواتین قریش کے نزدیک رسول اللہ ﷺ میں بھی سختی اور شدت تھی۔ علامہ عینی اور علامہ کورانی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ آپ میں یہ سختی کفار اور منافقین کے لیے تھی۔ علامہ سعیدی ان کے جوابات پر تجزیہ کرتے ہوئے ان کی تردید کرتے ہیں اور قرآنی آیات اور احادیث مبارک کی روشنی میں اس کا جواب دیتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ میں سختی اور شدت نہیں تھی بلکہ آپ ﷺ سب سے زیادہ نرم دل تھے۔ آخر میں خلاصہ کے طور پر آپ لکھتے ہیں کہ:

''خلاصہ یہ ہے کہ نبی ﷺ سب پر نرم دل تھے اور سب کے لیے رحمت تھے اور علامہ عینی اور علامہ کورانی کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ آپ کے دل میں بھی سختی تھی اور کفار اور منافقین سے جہاد کرنا اور فساد پر حد جاری کرنا، آپ کے دل کی سختی کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے لیے تھا۔''۱۳۵

۷۔ اپنی رائے بیان کرنا

مباحث سیرت کو مختلف شروح سے بیان کرنے کے بعد آخر میں اپنی رائے بیان کرتے ہیں، مثال کے طور پر رسول اللہ ﷺ کے سر یا کپڑوں میں جوؤں کی تحقیق میں آپ مختلف علماء کی عبارات نقل کرنے کے بعد اپنی رائے بیان کرتے ہیں:

''میں کہتا ہوں کہ صحیح یہ ہے کہ آپ کے سر یا کپڑوں میں جوئیں نہیں تھیں اور آپ کا اپنے کپڑوں سے جوئیں تلاش کرنا جوؤں کے وجود کو مستلزم نہیں ہے اور ہوسکتا ہے کہ آپ کا یہ عمل تعلیم امت کے لیے ہو اور حضرت ام حرام آپ کا سر سہلا کر آپ کو آرام پہنچا رہی تھیں، جس کو راوی نے جوئیں دیکھنے سے تعبیر کر دیا۔ ۱۳۶

۸۔ اضافی معلومات فراہم کرنا

علامہ سعیدی نبی ﷺ کی سیرت کے متعلق جب دیگر شروح کے مباحث یا علماء کی آراء بیان کرتے ہیں تو ان کی تفصیل اور وضاحت کرتے ہوئے مزید معلومات فراہم کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر آپ نے ''علامہ ابن ابی جمرہ'' کی

شرح کے حوالے سے لکھا ہے کہ نبی ﷺ کے معجزات قیامت تک باقی رہیں گے اور لوگ ان کا مشاہدہ کرتے رہیں گے اور اس کو انہوں نے نبی ﷺ کی نبوت کی دلیل قرار دیا ہے۔ علامہ سعیدی نے ان کی عبارت نقل کرنے کے بعد اس کی وضاحت میں دس امثال بیان کی ہیں جن میں نبی ﷺ کے ان معجزات کا بیان ہے جو آپ کے وصال کے بعد ظہور پذیر ہوئے۔ ان مثالوں کو آپ نے قرآنی آیات، احادیث اور کتب سیرت کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ [۱۳۷]

دوران شرح جہاں بھی نبی ﷺ کی ذات مبارک کا ذکر آیا ہے علامہ سعیدی نے اس مقام کی تفصیل سے وضاحت کی ہے اور آپ ﷺ کی ذات پرنور کے تمام تر فضائل و کمالات پر جامع اور مفصل بحث کی ہے۔ سیرت کے تمام مباحث پر آپ نے اس انداز سے محققانہ اور حقیقت پسندانہ انداز میں بحث کی ہے کہ آپ ﷺ کی ذات کا ہر عیب سے پاک اور تمام خوبیوں اور کمالات کا منبع ہونا واضح ہو گیا ہے، نوع بہ نوع دلائل کا سلسلہ نبی ﷺ کی ذات کے برحق ہونے اور ہر لحاظ سے کامل نمونہ ہونے پر پختہ یقین قلب فراہم کرتا ہے۔ بیان کردہ تمام عنوانات کے علاوہ دیگر عنوانات میں بھی ضمنی طور پر سیرت کے کثیر مباحث ملتے ہیں۔ اگر ان تمام مباحث کو جمع کیا جائے تو یہ سیرت کی ایک ضخیم کتاب بنے گی۔

حوالہ جات

۱۔ ابن منظور، جمال الدین، محمد بن مکرم انصاری، لسان العرب، ج:۵، ص:۵۵

۲۔ غلام رسول سعیدی، علامہ، نعمۃ الباری، ج:۴، ص:۲۴۸

۳۔ ایضاً، ج:۱ص:۸۵۷

۴۔ غلام رسول سعیدی، علامہ، نعمۃ الباری ، ج:۲، ص:۶۹۴

۵۔ الاحزاب: ۲۱

۶۔ النحل:۴۴

۷۔ غلام رسول سعیدی، علامہ، نعمۃ الباری ، ج:۲ص:۳۵۷

۸۔ ایضاً، ج:۳، ص:۸۶۲

۹۔ ایضاً، ج:۴، ص:۲۳۵

۱۰۔ ایضاً، ج:۱۰، ص:۶۷۵

۱۱۔ ایضاً، ص:۲۴

۱۲۔ ایضاً، ج:۶، ص:۴۹۲

۱۳۔ ایضاً، ج:۳، ص:۸۴۶

۱۴۔ ایضاً، ج:۶، ص:۴۷۹

۱۵۔ ایضاً، ج:۱۱ص:۶۷

۱۶۔ ایضاً، ج:۳، ص:۶۲۵

۱۷۔ ایضاً، ج:۳، ص:۳۵۷

۱۸۔ الزبیدی، محمد مرتضی ،تاج العروس، بیروت: منشورات دار مکتبۃ الحیاۃ، س۔ن، ج:۳، ص:۲۸۷۔۲۸۸

۱۹۔ ابن منظور، جمال الدین، محمد بن مکرم انصاری، لسان العرب، ج:۴، ص:۳۹۰۔۳۸۹

۲۰۔ طہ:۲۱

۲۱۔ غلام رسول سعیدی، علامہ، نعمۃ الباری، ج:۶، ص:۵۷۳، ج:۷، ص:۵۶، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ج:۸، ص:۱۶۱، ۴۱۸، ج:۱۴، ص:۸۴۲،

۲۲۔ ایضاً، ج:۱۵، ص:۳۹۷، ۴۵۷، ج:۸، ص:۹۲۸،

۲۳۔ ایضاً، ج:۷، ص۱۵۶، ج:۸، ص:۹۲۹، ج:۱۵، ص:۴۰۷، ۴۱۷، ۴۲۷، ج:۱، ص:۴۰۵، ۴۵۱

۲۴۔ ایضاً،ج:۸،ص:۹۳۰، ج:۱۵،ص:۷۴۲،

۲۵۔ ایضاً،ج:۸،ص:۸۳۰،۸۳۱،

۲۶۔ ایضاً،ج:۸،ص:۹۱۴،ج:۱،ص:۱۴۰،ج:۱۵،ص:۷۴۳

۲۷۔ ایضاً،ج:۸،ص:۴۲۸، ج:۱۵،ص:۷۴۷،ج:۱،ص:۸۵

۲۸۔ ایضاً،ج:۱۵،ص:۱۲۲،۱۲۳،۱۲۴،ج:۷،ص:۱۴۸،۱۴۹،۱۵۱،

۲۹۔ ایضاً،ج:۷،ص:۱۸۴،۱۵۵،ج:۱۲،ص:۲۹۱،ج:۷،ص:۱۶۸،۱۶۹،

۳۰۔ ایضاً،ج:۲،ص:۱۹۲،ج:۷،ص:۱۸۵،۱۹۷،۱۷۰-۱۷۵،

۳۱۔ ایضاً،ج:۱۱،ص۳۲۰،۳۲۱،۳۲۸

۳۲۔ ایضاً،ج:۱۳،ص:۸۷۴،۸۷۰،ج:۱۱،ص:۲۶۰،۳۲۹،۱۵۷،۲۷۱،۳۱۴،۳۶۳،ج:۵،ص:۳۴۰،۳۴۷،

۳۳۔ ایضاً،ج:۵،ص:۳۵۲،ج:۴،ص:۸۲،

۳۴۔ ایضاً،ج:۴،ص:۸۲۸،ج:۱۱،ص:۲۵۶،ج:۲،ص:۱۹۲،

۳۵۔ ایضاً،ج:۵،ص:۵۷۹-۵۸۰،ج:۱۱،ص:۸۶۶،ج:۱۲،ص:۳۹۲،ج:۵،ص:۸۵۷

۳۶۔ ایضاً،ج:۱۲،ص،۲۱۱،ج:۶،ص:۱۸۰،ج:۲،ص:۸۵،ج:۱،ص:۴۴۵،ج:۸،ص:۹۱۵،۳۶۵،

۳۷۔ ایضاً،ج:۱۴،ص:۵۱۲،۴۲۶،ج:۱،ص:۶۷۳،

۳۸۔ ایضاً،ج:۳،ص:۱۵۵،۱۹۶،ج:۱۴،ص:۵۱۵،

۳۹۔ ایضاً،ج:۷،ص:۱۷۵،۱۷۶،۶۳۱،۶۳۵،ج:۱،ص،۳۴،۴۵۴،ج:۱۱،ص:۹۳۳،

۴۰۔ ایضاً،ج:۱،ص:۶۳۱،۶۳۳،ج:۲،ص:۵۴۰،۵۶۸،ج:۶،ص:۱۶۸،ج:۹،ص:۲۲۱،۲۲۲،ج:۵،ص:
۵۸۰،ج:۹،ص:۷۰،ج:۱۴،ص:۱۶۷،ج:۷،ص:۸۱۲،،۷۱۳،۸۳۰،ج:۳،ص:۴۱۶،۵۸۴،
ج:۶،ص:۶۰۴

۴۱۔ ایضاً،ج:۱،ص:۳۱۴،ج:۷،ص:۲۱۷،۲۲۱-۲۸۷،۳۳۰-۳۳۵،۶۶۱

۴۲۔ ایضاً،ج:۷،ص:۳۳۸-۳۴۳

۴۳۔ ایضاً،ج:۷،ص:۳۶۴-۳۷۳، ۳۸۰-۴۰۱، ۴۱۲-۴۱۷، ۴۲۰-۴۲۳، ج:۵،ص:۹۲۶،

۴۴۔ ایضاً،ج:۷،ص:۴۱۷،۴۲۴-۴۴۵

۴۵۔ ایضاً،ج:۷،ص:۴۴۶-۴۶۱،۴۷۷

۴۶۔ ایضاً،ج:۳،ص:۶۴،ج:۷،ص:۴۶۸، ۴۷۴-۴۷۶

۴۷۔ ایضاً،ج:۷،ص:۴۷۸-۴۸۴،

۴۸۔ ایضاً، ج:۷،ص:۴۹۱،۵۰۳،۳۱۳،

۴۹۔ ایضاً، ج:۷،ص:۵۲۱۔۵۲۲، ۵۳۴، ۵۳۹، ۶۲۴

۵۰۔ ایضاً، ج:۷،ص:۵۶۵، ۶۲۴،

۵۱۔ ایضاً، ج:۶،ص:۷۶۶، ج:۷،ص:۶۲۵، ۶۴۷۔۶۵۸،

۵۲۔ ایضاً، ج:۷،ص:۶۶۵۔۶۷۷، ج:۵،ص:۲۴۶،

۵۳۔ ایضاً، ج:۷،ص:۶۶۵۔۶۶۶، ۶۹۶،

۵۴۔ ایضاً، ج:۷،ص:۶۹۷۔۷۰۱،

۵۵۔ ایضاً، ج:۷،ص:۷۰۹۔۷۱۰

۵۶۔ ایضاً، ج:۷،ص:۷۴۰، ۷۶۴۔۷۷۳

۵۷۔ ایضاً، ج:۷،ص:۷۸۷،۸۰۱، ۸۴۱،

۵۸۔ ایضاً، ج:۳،ص:۵۶۱،۵۶۲، ج:۱۳،ص:۴۶۴، ج:۵،ص:۸۰۸، ج:۹،ص:۳۰۲، ج:۶،ص:۶۲۶
ج:۸،ص:۶۰۶، ج:۱۵،ص:۹۹۵، ج:۱،ص:۵۲۹

۵۹۔ ایضاً، ج:۹ص:۱۱۸،۲۸۱، ج:۲ص:۶۸۳،۴۶۲، ج:۳،ص:۲۰۳

۶۰۔ ایضاً، ج:۹،ص:۳۴۲، ج:۱۰،ص:۴۰۴، ج:۲،ص:۵۶۷،۳۰۱،۶۸۲،۲۲۷،۴۲۵

۶۱۔ ایضاً، ج:۳،ص:۴۷،۲۹۴،۲۷، ج:۱۳،ص:۴۵۶،۴۶۳، ج:۱،ص:۴۶۱، ج:۳،ص:۱۸۹،۲۶۹

۶۲۔ ایضاً، ج:۳،ص:۲۹۵، ج:۹،ص:۱۳۰، ج:۴،ص:۵۲۷

۶۳۔ ایضاً، ج۳،ص۸۷۶،۸۰۶،۸۰۱،۲۳۴، ج:۴،ص:۲۱۴،۲۱۷، ج:۷،ص:۶۷۷،۵۷۷

۶۴۔ ایضاً، ج:۴،ص:۷۰۴،۴۸۶،۴۸۷،۵۰۸،۴۴۸

۶۵۔ ایضاً، ج:۵،ص:۱۳۴،۱۳۲، ج:۶،ص:۶۷۴، ج:۷،ص:۱۰۳۳،۵۷۷، ج:۱۵،ص:۵۴۷،۵۴۹
ج:۹،ص:۷۳۳، ج:۱۳،ص:۹۰۳، ج:۳،ص:۲۷۸، ج۱۴ص۲۰۶

۶۶۔ ایضاً، ج:۸،ص:۱۶۷،۲۵۵، ج:۲،ص:۳۵۰، ج:۶،ص:۶۰۰، ج:۱۴،ص:۵۳۳، ج:۷،ص:۱۵۰

۶۷۔ ایضاً، ج:۱۳،ص:۶۱۶، ج:۳،ص:۱۸۹،۱۹۰، ج:۲،ص:۶۵۸،۱۹۶،۶۵۷،۷۰۰

۶۸۔ ایضاً، ج:۵،ص:۱۳۳، ج:۳،ص:۳۹۰،۳۹۱،۳۸۷، ج:۱۴،ص:۸۳۹، ج:۶،ص:۱۶۷

۶۹۔ ایضاً، ج:۲،ص:۲۴۳،۳۴۱

۷۰۔ ایضاً، ج:۲،ص:۱۴۶،

۷۱۔ ایضاً، ج:۸،ص:۴۸۱، ج:۱۳،ص:۶۱۶،۶۸۲، ج:۱،ص:۲۰۸، ج:۵،ص:۳۹۷

۷۲۔ ایضاً،ج:۲،ص:۶۹۲،۶۹۳،۲۵۳

۷۳۔ ایضاً،ج:۱،ص:۸۴۹۔۸۵۰

۷۴۔ ایضاً،ج:۶،ص:۶۰۲،ج:۴،ص:۶۸۳

۷۵۔ ایضاً،ج:۷،ص:۴۰۹،ج:۱،ص:۵۸۳۔۵۸۵،

۷۶۔ ایضاً،ج:۱،ص:۲۶۸،۳۶۳،۳۸۲،۸۴۶،ج:۵،ص:۶۵۳،۲۰۷،ج:۷،ص:۱۷۸،۲۹۷،ج:۹،ص:۲۱۱
ج:۲،ص:۲۳۶،۱۸۱،ج:۱۵،ص:۹۹۴

۷۷۔ ایضاً،ج:۱،ص:۴۲۶،۶۵۰،ج:۲،ص:۱۴۸،ج:۳،ص:۲۹۷،۲۷۵،ج:۱۳،ص:۴۵۶

۷۸۔ ایضاً،ج:۳،ص:۱۰۷،۱۳۷،ج:۵،ص:۷۹۳

۷۹۔ ایضاً،ج:۸،ص:۴۴۰،ج:۹،ص:۴۶۸،ج:،ص:۴۶۹

۸۰۔ ایضاً،ج:۹،ص:۱۲۷،ج:۱،ص:۷۴۷،ج:۱۲،ص:۶۰۶

۸۱۔ ایضاً،ج:۲،ص:۴۸۰،ج:۱۴،ص:۲۹۲،۲۹۳،۲۹۴،۳۰۱،ج:۱،ص:۳۹۹

۸۲۔ ایضاً،ج:۸،ص:۱۷۶،ج:۳،ص:۵۶۱،ج:۵،ص:۸۵۹،ج:۷،ص:۸۳۶

۸۳۔ ایضاً،ج:۱۳،ص:۶۸۱

۸۴۔ ایضاً،ج:۱،ص:۳۳۲،ج:۷،ص:۴۹،۸۵۱ ،

۸۵۔ ایضاً،ج:۱۲،ص:۴۲۰،ج:۶،ص:۸۷،ج،۱۳،ص۱۷۲

۸۶۔ ایضاً،ج:۱۵،ص:۱۳۰،۱۳۱،۳۶۹

۸۷۔ ایضاً،ج:ص:۳۵۴

۸۸۔ ایضاً،ج:۲،ص:۶۸۲،ج:۱۳،ص:۶۱۰،ج:۶،ص:۲۴۷،۴۰۰،۲۹۵،ج:۱،ص:۱۴۸،ج،۵،ص:
۶۸۶،۶۸۷،ج:۱۲،ص:۵۹۵،۵۸۸،ج:۱۵،ص:۳۶۸،ج:۲،ص:۹۸

۸۹۔ ایضاً،ج:۳،ص:۱۱۷،ج:۱۲،ص:۳۸۳،ج:۶،ص:۶۶۳،ج:۱،ص:۲۵۰،ج:۴،ص:۴۹۸

۹۰۔ ایضاً،ج:۴،ص:۶۰۵،ج:۶،ص:۳۹۹،ج:۵،ص:۸۶۷،ج:۹،ص:۶۱۳،۱۲۸،ج:۲،ص:۱۵۹

۹۱۔ ایضاً،ج:۵،ص:۵۱۷،ج:۶،ص:۱۰۱،۶۱۳،۶۲۵،ج:۱۲،ص:۳۶۹،ج:۲،ص:۵۵۲

۹۲۔ ایضاً،ج:۵،ص:۶۵۴،ج:۶،ص:۶۰۸،ج:۲ص:۸۱۰،ج:۱،ص:۶۲۳،ج:۸،ص:۵۴۶ ،
ج:۱۳،ص:۴۴۶

۹۳۔ ایضاً،ج:۷،ص:۶۹۱،ج:۲،ص:۱۷۲

۹۴۔ ایضاً،ج:۵،ص:۶۸۵،ج:۶،ص:۴۱۲،ج:۷،ص:۱۲۲

۹۵۔ ایضاً،ج:۱۱،ص:۱۶۰،۳۱۰،ج:۱۲،ص:۶۳۹

۹۶۔ ایضاً،ج:۷،ص:۸۳۸،ج:۶،ص:۶۱۱

۹۷۔ ایضاً،ج،۱۳،ص،۹۷۵،ج:۷،ص:۱۲۳،۴۵۷،ج:۸،ص:۶۲۲

۹۸۔ ایضاً، ج،۶:،ص:۵۳۹،۶۱۶،۶۲۲،۶۱۷،ج:۱۲،ص:۴۱۸،۴۱۹، ج:۴،ص:۱۷۶

۹۹۔ ایضاً،،ج:۶،ص:۶۱۷،۶۰۹

۱۰۰۔ ایضاً،ج:۱۲،ص:۳۳۷،ج:۶،ص:۶۱۸

۱۰۱۔ ایضاً،ج:۱،ص:۴۶۶،ج:۶،ص:۹۵

۱۰۲۔ ایضاً،ج:۱،ص:۵۸۱،ج:۶،۶۲۹،۶۳۰،ج:۹،ص:۶۷،۶۸

۱۰۳۔ ایضاً،ج:۱،ص:۵۸۰ ج:۶،ص:۶۳۵،۶۳۲،۶۳۳ ،ج:۷،ص:۵۲۵ ،ج:۱،ص:۶۲۱

۱۰۴۔ ایضاً،ج:۳،ص:۵۴۷،ج:۱،ص:۳۴۵،۶۲۰،۶۱۸،۶۲۸،۶۲۷

۱۰۵۔ ایضاً،ج:۶،ص:۶۳۷،ج:۱۱،ص:۲۵۴،ج:۷،ص:۳۶۰،ج:۵،ص:۲۵۷

۱۰۶۔ ایضاً،ج:۲،ص:۱۶۴،۶۱۳

۱۰۷۔ ایضاً،ج:۷،ص:۹۵۔۱۳۴،ج:۲،ص:۵۷،۶۲،ج:۶،ص:۲۳۲،

۱۰۸۔ ایضاً،ج:۲،ص:۲۵۹،ج:۶،ص:۲۰۶،۶۴۵،ج:۳،ص:۳۰۷،۸۱۴،ج:۴،ص:۶۸۶،۸۶۰

۱۰۹۔ ایضاً،ج:۶،ص:۱۷۰،ج:۵،ص:۴۰۰،ج:۷،ص:۶۲۲،ج:۵،ص:۸۰۱،۸۰۳

۱۱۰۔ ایضاً،ج:۶،ص:۴۸۸،۶۳۸،۶۳۹

۱۱۱۔ ایضاً،ج:۶،ص:۶۴۲،۶۴۴،ج:۹،ص:۳۶۲،ج:۱۱،ص:۳۴۵،ج:۷،ص:۲۹۲،ج:۸،ص:۶۸۹،
ج:۳،ص:۹۴۷

۱۱۲۔ ایضاً،ج:۶،ص:۹۴۷۔۹۵۴،ج:۷،ص:۱۵۵

۱۱۳۔ ایضاً،ج:۹،ص:۳۵۷،ج:۴،ص:۵۸۱،۳۱۲،ج:۱۰،ص:۴۴۷،ج:۲،ص:۱۸۹،ج:۵،ص:۳۱۲
ج:۹،ص۳۸۷،ج:۸،ص:۴۸۷

۱۱۴۔ ایضاً،ج:۱۱،ص:۳۴۵،ج:۷،ص:۵۸۲،ج:۴،ص:۲۰۲،ج:۲،ص:۱۰۰،ج:۹،ص:۳۵۹

۱۱۵۔ ایضاً ،ج:۱۱ص: ۱۲۵، ج۴ص:۸۷۲، ج:۷ص:۱۵۲،ج:۹،ص:۳۹۶، ج:۵ص:۴۸۰، ج:۳ص:۵۸۸،
ج:۹ص:۲۸۴،

ج:۶ص:۹۰۶،ج:۹ص:۲۸۴

۱۱۶۔ ج:۹ص:۲۸۴،۵۵۶،ج:۶ص:۹۵۱،۴۱۵،ج:۹ص:۶۵،ج:۱۱ص:۳۳۶،۳۳۴،ج:۲ص:۵۳۹،

۱۱۷۔ ایضاً،ج:۹،ص:۳۵۵،۳۶۰،ج:۱،ص:۸۸

۱۱۸۔ ایضاً،ج:۵،ص:۲۵۰،۲۵۲

۱۱۹۔ ایضاً، ج:۹،ص:۶۷۶،ج:۸،ص:۷۷۹،۷۸۰،۷۸۱،ج:۲،ص:۵۲،ج:۱۴،ص:۶۹۶، ج:۱۵،ص:۷۰۹،ج:۲،ص:۱۵۱،

۱۲۰۔ ایضاً،ج:۴،ص:۳۹۴،ج:۵،ص:۲۲۹،ج:۱۴،ص:۶۶۷،ج:۱۰،ص:۲۰۱،ج:۲،ص:۱۵۵،ج:۱۲،ص:۸۳۹

۱۲۱۔ ایضاً،ج:۸،ص:۴۸۲،۴۸۵،۴۸۶،۴۸۶

۱۲۲۔ ایضاً،ج:۵،ص:۶۸۴،ج۱،ص:۷۴۷،۷۴۵،۳۶۱،ج:۹،ص:۶۷۶،۷۸۵،۳۶۲، ج:۵،ص:۳۵۶،۳۷۹

۱۲۳۔ ایضاًج:۱،ص:۷۷۱،۷۴۶،ج:۹ص:۳۵۸،ج:۹،ص:۳۶۳،ج:۱۴،ص:۵۳۳،۵۳۴ ج:۲ص:۷۷۲،

۱۲۴۔ ایضاًج:۲،ص:۱۵۴،ج:۱،ص:۷۷۱،ج:۸،ص:۴۹۹

۱۲۵۔ ایضاًج:۳،ص:۴۱۱،ج:۱۲،ص:۳۴۰،ج:۳،ص:۴۴۱،ج:۱،ص:۷۰۴

۱۲۶۔ ایضاًج:۶،ص:،۸۹۶،۸۱۰،۸۱،۷۹،۶۷۰،ج:۱۱،ص:۱۵۶،ج:۱۳،ص:۴۷۵،ج:۹،ص:۶۹۶ ج:۴،ص:۶۳۱،ج:۱۴،ص:۸۲۸،ج:۷،ص:۶۱۱،۶۱۳،۶۱۶،۶۱۷،ج:۶،ص:۸۲۰

۱۲۷۔ ایضاً،ج:۶،ص:۶۰۲

۱۲۸۔ ایضاً،ج:۶،ص:۶۰۲

۱۲۹۔ ایضاً،ج:۱،ص:۷۷۴_۷۷۲

۱۳۰۔ ایضاً،ج:۷،ص:۱۹۱_۱۳۶

۱۳۱۔ ایضاً،ج:۸،ص:۶۷۶_۶۶۹

۱۳۲۔ ایضاً،ج:۶،ص:۴۷۶

۱۳۳۔ ایضاً،ج:۶،ص:۷۱۷

۱۳۴۔ ایضاً،ج:۶،ص:۷۱۸_۷۱۶

۱۳۵۔ ایضاً،ج:۶،ص:۲۹۸

۱۳۶۔ ایضاً،ج:۵،ص:۶۵۴

۱۳۷۔ ایضاً،ج:۵،ص:۸۰۲_۸۰۳

فصل چہارم:

احادیث سے بکثرت استدلال واستشھاد

یہ حقیقت مسلم ہے کہ قرآن کریم کو حدیث کے بغیر سمجھنا اور سیرت رسول ﷺ کے بغیر دین اسلام پر عمل پیرا ہونا ناممکن ہے۔ نبی ﷺ کے منصب نبوت کا مقصد ہی قرآن کریم کو عملی نمونہ بنا کر پیش کرنا تھا، اسی لیے نبی ﷺ کے اقوال وافعال جو کہ حدیث کہلاتے ہیں ان کا حجت ہونا قطعی ہے۔ حدیث کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ قرآن وحدیث لازم وملزوم ہیں، قرآن کا قرآن ہونا حدیث سے ثابت ہوتا ہے اور حدیث کا حجت ہونا قرآن سے ثابت ہوتا ہے۔ جس طرح قرآن کریم کی معتبر تفسیر وہ ہے جو احادیث مبارکہ کی روشنی میں کی گئی ہو اسی طرح حدیث کی معتبر شرح وہ ہے جو قرآنی آیات اور دیگر احادیث کی روشنی میں کی گئی ہو۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَلاَ وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا[۱]

''تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں''

یعنی اپنے مسائل کو نبی ﷺ کے اقوال سے حل کرنا تکمیل ایمان کی نشانی ہے، اسی لیے صحابہ کرام سے لے کر عصر حاضر تک تمام فقہاء نے مسائل کے استنباط میں حدیث پاک کو بنیاد بنایا ہے۔ حدیث کی اس اہمیت کے پیش نظر علامہ سعیدی نے دوران شرح کثرت سے احادیث کو نقل کیا ہے۔ مسائل کا استنباط مقصود ہو یا تردید وتائید آپ احادیث کی روشنی میں اپنے مؤقف کی وضاحت کرتے ہیں۔ نعمۃ الباری کی یہ خصوصیت ہے کہ اس میں دوران شرح ہر موضوع اور ہر مسئلہ پر احادیث صحیحہ کا مجموعہ اکٹھا کر دیا گیا ہے۔ ذیل میں چند امثال کے تحت نعمۃ الباری کی اس خصوصیت کے منہج کا جائزہ لیا جا رہا ہے، جس سے نعمۃ الباری کی یہ خصوصیت نمایاں ہوگی۔

ا۔ فضائل میں احادیث بیان کرنا:

اگر کسی عمل کی فضیلت بتانا مقصود ہو تو آپ احادیث کی روشنی میں اس عمل کی فضیلت بیان کرتے ہیں، مثلاً اللہ کی وجہ سے دو محبت کرنے والوں کی فضیلت میں حدیث بیان کرتے ہیں:

''حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت

کے دن ارشاد فرمائے گا: میرے جلال (میری ذات) کی وجہ سے محبت کرنے والے کہاں ہیں؟ آج کے دن میں ان کو اپنے سائے میں رکھوں گا، جس دن میرے سائے کے سوا کسی کا سایا نہیں ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۵۶۶، الرقم المسلسل: ۶۴۲۷)''[۲]

مزید آپ نے چار احادیث اس کی فضیلت میں بیان کی ہیں۔

اسی طرح آپ نے دعا کی ترغیب اور فضیلت میں ۹، احادیث بیان کی ہیں۔[۳] عمرہ کی فضیلت میں چار احادیث بیان کی ہیں۔[۴] زمزم کی فضیلت میں ۶، احادیث بیان کی ہیں۔[۵] قرض کی ادائیگی کی نیت کی فضیلت میں ۵، احادیث بیان کی ہیں۔[۶]

۲۔ ممانعت میں احادیث:

جب کسی امر کی ممانعت بتانا مقصود ہوں تو علامہ سعیدی احادیث کی روشنی میں اس امر کی ممانعت ثابت کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر خطبہ جمعہ کے دوران باتیں کرنے کی ممانعت میں آپ نے ۸، احادیث اور آثار بیان کیے ہیں۔[۷] عیدین کی نماز پر خطبہ کو مقدم کرنے کی ممانعت کو آپ نے ۷، احادیث اور آثار سے ثابت کیا ہے۔[۸] بچوں کو زیادہ مارنے پر تنبیہ کرتے ہوئے اس کی ممانعت میں آپ نے ۳، احادیث بیان کی ہیں۔[۹]

۳۔ مذمت میں احادیث:

جب کسی امر سے روکنا مقصود ہو تو اس کی مذمت میں آپ احادیث بیان کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر امام غیر عادل کی مذمت میں حدیث بیان کرتے ہیں:

''حضرت معقل بن یسارؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو اللہ نے لوگوں پر حاکم بنایا ہو اور وہ اپنی رعایا کے ساتھ خیانت کرے تو اللہ اس پر جنت حرام کر دے گا۔ (صحیح البخاری: ۷۱۵۰، صحیح مسلم: ۱۸۲۹، الرقم المسلسل: ۴۶۴۷)''[۱۰]

مزید امام غیر عادل کی مذمت میں آپ نے ۴، احادیث بیان کی ہیں۔ زنا کی مذمت میں ۶، احادیث بیان کی ہیں۔[۱۱] ریاکاری کی مذمت میں ۱۰، احادیث بیان کی ہیں۔[۱۲]

۴۔ موافق اور مؤید احادیث:

علامہ سعیدی، امام بخاری کے قائم کردہ ابواب اور بیان کردہ احادیث کی مؤید اور موافق دیگر احادیث بیان کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر حدیث نمبر ۳۳۷ کی شرح میں اس کی مؤید حدیث بیان کی ہے:

''حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ پیشاب کر رہے تھے، اس وقت آپ کے پاس سے ایک شخص گزرا، اس نے آپ کو سلام کیا، آپ نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا، پھر آپ نے تیمّم کر کے اس شخص کے سلام کا جواب دیا۔ (صحیح مسلم: ۳۷۰، سنن ابو داؤد: ۱۶، سنن ترمذی: ۹۰، سنن نسائی: ۳۷، سنن ابن ماجہ: ۳۵۳)''[۱۳]

موافقت بیان کرنے کے لیے مزید آپ نے ۴، احادیث بیان کی ہیں۔

اسی طرح حدیث نمبر ۲۰۷۸ کی موافقت میں آپ نے ۵، احادیث بیان کی ہیں۔[۱۴]

۵۔ مذہب حنفی کی ترجیح میں احادیث:

اختلافی مسائل میں آپ مذہب حنفی کو ترجیح دیتے ہیں، امام ابوحنیفہ کے قول کی تائید میں آپ احادیث پیش کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر امام ابوحنیفہ کے نزدیک دس درہم کی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے گا، علامہ سعیدی نے اس کی تائید میں ۲۰ احادیث اور آثار بیان کئے ہیں۔ [۱۵]

اسی طرح فقہاء احناف اور فقہاء مالکیہ کا موقف ہے کہ فجر اور عصر کی نماز کے بعد طواف کی دو رکعتوں کو پڑھنا جائز نہیں ہے ان کے موقف کی تائید میں دلیل کے طور پر ۹، احادیث اور آثار پیش کئے ہیں۔[۱۶]

۶۔ منقبت میں احادیث:

جب کسی صحابی کی فضیلت اور منقبت بیان کرنی ہو تو آپ احادیث کی روشنی میں بیان کرتے ہیں، مثلاً حضرت ابوبکر صدیقؓ کی فضیلت میں حدیث بیان کی ہے:

''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سنو! میں ہر خلیل کی خلت سے بری ہوں، اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا، بے شک تمہارے پیغمبر اللہ کے خلیل ہیں۔ ایک اور روایت میں ہے، لیکن ابوبکر میرے بھائی اور میرے خلیل ہیں۔ (صحیح مسلم: ۲۳۸۳، سنن ترمذی: ۳۶۷۵، سنن ابن ماجہ: ۹۳)'' [۱۷]

حضرت ابوبکر کے فضائل میں آپ نے کل ۴۰ احادیث بیان کی ہیں، ۴۰ احادیث بیان کرنے کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

'' ہم نے حضرت ابوبکرؓ کے فضائل میں جو احادیث ذکر کی ہیں ان کے علاوہ ان کی فضیلت میں اور بھی بہ کثرت احادیث ہیں لیکن ہم یہاں پر صرف چالیس

احادیث ذکر کرنا چاہتے ہیں تا کہ نبی ﷺ کی چالیس احادیث کی تبلیغ کرنے
والے علماء اور فقہاء میں ہمارا بھی شمار ہو جائے اور تا کہ میں بھی قیامت کے دن
آپ کی شفاعت کا امیدوار ہو جاؤں۔'' ۱۸

اسی طرح آپ نے حضرت عمرؓ کے فضائل میں ۲۲، احادیث ۱۹ حضرت عثمانؓ کے فضائل میں ۱۴، احادیث ۲۰ اور حضرت علیؓ کے فضائل میں ۴۸، احادیث بیان کی ہیں۔ ۲۱

۷۔ سیرت رسول ﷺ بیان کرنے کے لئے:

نبی ﷺ کی سیرت مبارک کو علامہ سعیدی احادیث کی روشنی میں بیان کرتے ہیں، مثلاً نبی ﷺ کے خلق عظیم کو آپ نے گیارہ احادیث کی روشنی میں بیان کیا ہے۔

اسی طرح نبی ﷺ کی ذات کی خوشبوؤں کی وضاحت ۷ احادیث سے کی ہے: آپ حدیث بیان کرتے ہیں:

'' حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ خوشبودار
نہ کسی عنبر کو سونگھا نہ کسی مشک کو۔'' ۲۲

۸۔ تبصرہ کے دوران احادیث نقل کرنا:

علامہ سعیدی دیگر شروح پر دوران تبصرہ اپنے مؤقف کی وضاحت میں احادیث بیان کرتے ہیں، مثال کے طور پر آپ شیخ ابن عثیمین کی شرح جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ نبی ﷺ کے لیے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہونا یہ دو وصف کافی ہیں اور ان میں بہت شرف اور فضیلت ہے، اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ صرف عبد اور رسول کہنے سے رسول اللہ کے تمام مکارم اور تمام محامد اور آپ کے تمام فضائل حاصل نہیں ہوتے، نبی ﷺ کی شان میں آیات بیان کرنے کے بعد آپ نے اپنے مؤقف کی وضاحت میں گیارہ احادیث بیان کرتے ہیں جن میں خود رسول اللہ ﷺ نے اپنے مراتب کو بیان کیا ہے۔ مثال کے طور پر آپ حدیث پاک بیان کرتے ہیں:

''حضرت واثلہ بن الاسقعؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ
فرماتے ہوئے سنا ہے: اللہ تعالیٰ نے اولاد اسماعیل میں سے کنانہ کو فضیلت دی
ہے، اور کنانہ میں سے قریش کو فضیلت دی ہے اور قریش میں سے بنو ہاشم کو
فضیلت دی ہے اور بنو ہاشم میں سے مجھے فضیلت دی ہے۔'' ۲۳

۹۔ احادیث صحیحہ:

علامہ سعیدی کی کوشش ہوتی ہے کہ تتبع اور تلاش کے بعد احادیث صحیحہ بیان کی جائیں۔ اس لئے آپ پہلے صحیحین میں

احادیث تلاش کرتے ہیں اس کے بعد دیگر کتب حدیث کی طرف رجوع کرتے ہیں۔مثال کے طور پر حدیث نمبر۳۶۰۲ کی شرح میں علامہ عینی نے سنن نسائی کی حدیث کا حوالہ دیا ہے، آپ لکھتے ہیں کہ:

''یہ حدیث صحیح البخاری:۵۵۲ میں بھی ہے اور سنن نسائی کے بجائے صحیح بخاری کا حوالہ دینا زیادہ مستند اور قوی ہے۔''[۲۴]

نعمۃ الباری کی اس خصوصیت کا جائزہ لینے سے علامہ سعیدی کے حدیث سے شغف اور دقت نظری کا مشاہدہ ہوتا ہے۔آپ احادیث مبارکہ پر مکمل دسترس رکھتے ہیں،اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ بعض مقامات پر آپ نے ۴۸ تک احادیث بیان کی ہیں۔علامہ سعیدی صرف کثرت سے احادیث بیان کرنے پر ہی اکتفاء نہیں کرتے بلکہ ان کی سند اور متن پر مکمل تحقیقی نظر رکھتے ہیں،اس لیے اکثر مقامات پر آپ ان کے سند کے متعلق معلومات فراہم کرتے نظر آتے ہیں، اسی طرح جب آپ دلائل میں حدیث بیان کرتے ہیں تو مستند حدیث کا حوالہ دیتے ہیں،تمام احادیث آپ مکمل حوالہ کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔الغرض بخاری کی یہ شرح دیگر کتب احادیث کی احادیث کا بھی مجموعہ ہے اور علامہ سعیدی کے بلند پایہ محدث ہونے پر شاہد ہے۔

حوالہ جات

۱۔ النساء:٦٥

۲۔ غلام رسول سعیدی، علامہ،نعمۃ الباری، ج:۲،ص:۵۲۹

۳۔ ایضاً، ج:۱۳،ص:۳٦۹

۴۔ ایضاً، ج:۴،ص:۲۱۲

۵۔ ایضاً، ج:۴،ص:۸۳

٦۔ ایضاً، ج:۵،ص:۱۰۳

۷۔ ایضاً، ج:۲،ص:۸۵۹

۸۔ ایضاً، ج:۳،ص:۸۳

۹۔ ایضاً، ج:۱۵،ص:۳۵۷

۱۰۔ ایضاً، ج:۲،ص:۵۲۷

۱۱۔ ایضاً، ج:۱۵،ص:۲۰۰

۱۲۔ ایضاً، ج:۳،ص:٦۱۹

۱۳۔ ایضاً، ج:۱،ص:۸۵۸

۱۴۔ ایضاً، ج:۴،ص:٦۱۲

۱۵۔ ایضاً، ج:۱۵،ص:۱٦۵

۱٦۔ ایضاً، ج:۴،ص:۷۷

۱۷۔ ایضاً، ج:٦،ص:۷۳۱

۱۸۔ ایضاً، ج:٦،ص:۷۳۷

۱۹۔ ایضاً، ج:٦،ص:۷۵۴

۲۰۔ ایضاً، ج:٦،ص:۷۷۷

۲۱۔ ایضاً، ج:٦،ص:۷۹۰

۲۲۔ ایضاً، ج:٦،ص:٦۱۸

۲۳۔ ایضاً، ج:۱۵،ص:۲۹۰

۲۴۔ ایضاً، ج:٦،ص:٦۵۲

باب چہارم

عصر حاضر میں نعمۃ الباری کی ضرورت واہمیت

فصل اول:

جدید مسائل کا حل نعمۃ الباری کی روشنی میں

دین اسلام ہمہ گیر، جامع اور فطری دین ہے۔ یہ ایک مکمل دین ہونے کی وجہ سے قیامت تک کے انسانوں کے لئے راہ عمل اور راہ نجات ہے۔ انسانی تہذیب لحہ بہ لحہ تغیر پذیر ہے جس کی وجہ سے ہر دور میں نت نئے مسائل سامنے آتے رہتے ہیں لیکن اسلام اپنی عالمگیریت جامعیت اور آفاقیت کی وجہ سے کسی خاص زمانہ اور عہد کے لیے مخصوص ومفید نہیں بلکہ یہ ہر دور کے تقاضوں اور ضرویات کو پورا کرتے ہوئے تمام مسائل زندگی کے احاطہ کی صلاحیت رکھتا ہے۔

شریعت اسلامی کے تمام اصول وقواعداور قوانین انسانی فطرت کے تقاضوں کے مطابق بنائے گئے ہیں۔وقت گزرنے کے ساتھ اسباب ووسائل تو بدلتے رہتے ہیں لیکن انسانی فطرت یکساں رہتی ہے اس لیے اس کی بنیاد پر بنائے گئے اصول وقواعد بھی لافانی ہیں۔قرآن وسنت میں موجود ان اصول وقواعد کے دائرے میں رہتے ہوئے اسلام نے اجتہاد کا دروازہ کھلا رکھا ہے۔اس کی مثالیں ہمیں دور صحابہ میں بھی ملتی ہیں جب حالات اور وقت کے تقاضوں کے مطابق صحابہ کرام نے اجتہاد کرتے ہوئے مسائل کا حل نکالا۔اجتہاد اور غور وفکر کے ذریعے نئے مسائل کا حل پیش کرنا جو شریعت اسلامی کے اصولوں، انسانی مصالح اور زمانہ کے تقاضوں کے مطابق ہو، علماء کرام اور فقہاء کا کام ہے تاکہ ہر دور میں اسلامی قوانین اور احکام کا نفاذ ممکن ہو۔اسی لئے ہر زمانہ کے علماء وفقہاء نے اپنے اپنے دور کے مسائل کا حل قرآن وسنت کی روشنی میں پیش کیا ہے۔موجودہ دور میں بے پناہ سائنسی اور صنعتی ترقی کی بناء پر لوگوں کو نت نئے مسائل کا سامنا ہے جن کے حل کے لئے علماء کی طرف سے متعدد کوششیں کی گئی ہیں، ان علماء میں علامہ سعیدی کا نام خصوصیت سے قابل ذکر ہے۔آپ نے نعمۃ الباری میں متعدد جدید مسائل پر تحقیقی بحث کرتے ہوئے اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔آپ نے جن مسائل پر تفصیلی بحث شرح صحیح مسلم میں کی ہے ان مسائل میں اگر کوئی نئی تحقیق یا علمی نقطہ آپ کے سامنے آیا ہے تو اس کو آپ نعمۃ الباری میں بیان کرتے ہیں اور شرح صحیح مسلم کی تحقیق کا خلاصہ اور اس کے عنوانات بیان کرتے ہیں۔ذیل میں جن تحقیقی مسائل پر آپ نے بحث کی ہے ان کو مختصر طور پر بیان کیا جاتا ہے تاکہ ان جدید مسائل کے حل سے آگاہی کے ساتھ ساتھ علامہ سعیدی کی تحقیقی کاوش اور اجتہادی بصیرت کو سامنے لایا جاسکے۔

ا۔اسٹاک ایکسچینج

اسٹاک ایکسچینج میں حصص کی خرید وفروخت کا کاروبار ہوتا ہے، یہ کاروبار بہت وسیع پیمانے پر ہونے کی وجہ سے ملکی معیشت پر کافی اثر انداز ہوتا ہے اور بہت سے لوگ اس کاروبار سے منسلک ہیں اس لیے اس بات کی ضرورت ہے کہ اس کے جائز یا ناجائز ہونے کی مکمل تحقیق کی جائے ،بعض علماء نے اس کو ناجائز قرار دیا ہے، کیونکہ اس میں بیع قبل القبض کا

اعتراض ہے۔علامہ سعیدی نے اس مسئلہ کی تحقیق کرتے ہوئے اس کاروبار کی مکمل تفصیل فراہم کی ہے۔آپ نے اس کو دو اقسام میں تقسیم کیا ہے،پہلی قسم کاروبار عامہ ہے جو کہ قانونی کاروبار ہوتا ہے،دوسرا مستقبل کے اعتبار سے حصص کی خرید و فروخت جو کہ غیر قانونی کاروبار ہے ۔آپ کے نزدیک پہلی قسم یعنی کاروبار عامہ جائز ہے ۔کیونکہ اس پر حصص کی خرید وفروخت کا باقاعدہ کمپیوٹر میں اندراج ہوتا ہے،اور کمپیوٹر میں یہ اندراج مادی قبضہ کے حکم میں ہے۔آپ نے اس کے طریقہ کار کی مکمل تفصیل فراہم کی ہے جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آج کہ کمپیوٹرائزڈ دور میں یہی مادی قبضہ کے حکم میں ہے اور اس پر بیع قبل القبض کا اعتراض صادق نہیں آتا،اس لئے یہ کاروبار جائز ہے۔

دوسری قسم مستقبل کے اعتبار سے حصص کی خرید وفروخت ہے، یہ حصص کی غیر قانونی خرید وفروخت ہے۔اس میں ٹیلی فون پر بیع در بیع ہوتی چلی جاتی ہے اور اس کا کوئی ریکارڈ کاغذات یا کمپیوٹر پر نہیں ہوتا،اسی لئے ان پر نہ مادی قبضہ ہوتا ہے نہ حکماً قبضہ،یہی قسم بیع قبل القبض میں شمار ہوتی ہے،علامہ سعیدی نے تمام تفصیلات فراہم کرتے ہوئے اس قسم کو ناجائز قرار دیا ہے۔

کاروبار کی اس دوسری قسم کو سٹہ کہا جاتا ہے۔علامہ سعیدی کے نزدیک یہ سٹہ نہیں ہے، کیونکہ سٹہ میں غرر ہوتا ہے جب کہ کاروبار کی اس قسم میں غرر نہیں ہے اس لیے آپ نے اس کو نجش کہا ہے، یہ وضاحت کرتے ہوئے آپ نے سٹہ،غرر اور نجش کی تفصیل بھی فراہم کی ہے۔[۱]

شیئرز کی خرید وفروخت کی شرعی حیثیت کیا ہے،اس کی وضاحت کے لیے بھی آپ نے کاروبار کو دو اقسام میں تقسیم کیا ہے، بلا واسطہ سودی کاروبار اور بالواسطہ سودی کاروبار،ان دونوں اقسام پر تفصیلی بحث کرنے کے بعد آپ نتیجہ کے طور لکھتے ہیں:

> ''خلاصہ یہ ہے کہ جو ادارے بلا واسطہ سودی کاروبار کرتے ہیں جیسے بینک، ان کے شیئرز خریدنا تو حرام یا مکروہ تحریمی ہے اور جو کمپنیاں بینک سے قرض لے کر کوئی کاروبار کرتی ہیں،ان کے شیئرز خریدنا، جائز اور مکروہ تنزیہی ہے۔''[۲]

۲۔خاندانی منصوبہ بندی

آج کل خاندانی منصوبہ بندی کا بہت چرچا ہے۔مختلف ادارے حکومتی سرپرستی میں لوگوں کو اس طرف راغب کرنے کے لیے سرگرم عمل ہیں جنہیں بیرونی امداد بھی حاصل ہے،اس صورت حال میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ عمل جائز ہے اور کیا لوگوں کو اس کا پابند کرنا جائز ہے،اس بارے میں آپ لکھتے ہیں:

> ''خاندانی منصوبہ بندی کو کسی عام قانون کے ذریعہ جبراً تمام مسلمانوں پر لاگو کر دینا جائز نہیں ہے، کیونکہ اول تو اس کی اباحت تمام مکاتب فقہ کے نزدیک متفقہ علیہ نہیں ہے، شیخ ابن حزم اور علامہ رویانی عزل کو ناجائز قرار دیتے ہیں اور بعض

فقہاء کراہت کے ساتھ اس کی اجازت دیتے ہیں اور جو فقہاء اس کی بلا کراہت
اجازت دیتے ہیں وہ اس کو بیوی کی اجازت کے ساتھ مشروط کرتے ہیں اس
لئے خاندانی منصوبہ بندی کو کسی عام قانون کے ذریعہ ہر شخص پر لازم کر دینا ہے
شرعاً جائز نہیں ہے اور انفرادی طور پر بھی دو صورتوں میں خاندانی منصوبہ بندی
اصلاً جائز نہیں ہے''۳؎

انفرادی طور پر یہ عمل چند شرائط کے ساتھ جائز ہے۔امام غزالی نے اس کی تین جائز صورتیں، ایک حرام اور ایک بدعت صورت کا ذکر کیا ہے جب کہ علامہ سعیدی نے موجودہ دور کے مسائل،ضروریات اور تقاضوں کے تحت اس کی مباح اور ناجائز صورتوں میں مزید اضافہ کیا ہے۔علامہ سعیدی نے جواز اور عدم جواز کی جو صورتیں بیان کی ہیں ان کو ذیل میں مختصر طور پر بیان کیا جا رہا ہے۔

ضبط تولید کی ناجائز صورتیں:

آپ کے نزدیک تنگی رزق کے خوف سے یا زیادہ بیٹیوں کی پیدائش کے خوف سے ضبط تولید کرنا جائز نہیں ہے بلکہ حرام ہے۔

ضبط تولید کی جائز صورتیں:

۱۔باندیوں سے ضبط تولید کرنا تا کہ غلامی کا سلسلہ نہ بڑھے۔
۲۔عورت کے شدید بیمار ہونے کا خطرہ ہو۔
۳۔بچوں کی تربیت اور نگہداشت میں حرج کا خطرہ ہو تو وقفہ کے لئے ضبط تولید کرنا۔
۴۔حمل اور وضع حمل کے دوران انسان بعض صورتوں میں اپنی خواہش پوری نہیں کر سکتا اس لیے زیادہ عرصہ تک بیوی سے جنسی خواہش پوری کرنے کے لیے ضبط تولید کرنا۔
۵۔بچوں کی پیدائش سے عورت کا حسن و جمال ختم ہو جاتا ہے اس کو برقرار رکھنے کے لیے ضبط تولید کرنا۔
۶۔زیادہ بچوں کی پرورش اور ان کی تعلیم و تربیت کے لیے انسان کو زیادہ محنت کرنا پڑتی ہے اور اس کے لیے بعض اوقات وہ ناجائز ذرائع استعمال کرتا ہے اس مشقت کو کم کرنے کے لیے ضبط تولید کرنا۔
۷۔بعض اوقات سرجری سے بچہ پیدا ہوتا ہے، بیوی کو اس تکلیف سے بچانے کے لیے ضبط تولید کرنا۔

ضبط تولید کی واجب صورتیں:

ضبط تولید کے واجب ہونے کی آپ نے دو صورتیں بیان کی ہیں، جب پیٹ میں مزید سرجری کی گنجائش نہ رہے یا مزید بچہ پیدا ہونے سے عورت کی جان کو شدید خطرہ ہو تب ضبط تولید کرنا واجب ہے۔۴؎

ضبط تولید کا ممنوع طریقہ آپ نے یہ بیان کیا ہے کہ مرد اپنی نس بندی کروالے، مرد کا نس بندی کروانا جائز نہیں ہے

کیونکہ وہ اپنے جسم کا خود مالک نہیں ہے۔آپ نے مرد کی نس بندی کا فتویٰ صرف اس مرد کے لیے دیا ہے جو بے عقل ہو اور خطرہ ہو کہ وہ بڑا ہو کر جبراً زنا کرے گا۔۵

اس کے بعد علامہ سعیدی نے اسقاط حمل کی تحقیق کرتے ہوئے اس کی جائز اور ناجائز صورتیں بیان کی ہیں، اور اس کے متعلق مصری علماء اور مذاہب ائمہ اربعہ بیان کئے ہیں۔

۳۔انتقال خون

انتقال خون کا مسئلہ علماء کے درمیان مختلف فیہ ہے، بعض علماء اس کو مطلقاً ناجائز قرار دیتے ہیں۔اگر اس کو مطلقاً ناجائز قرار دے دیا جائے تو امت بہت بڑے حرج میں مبتلا ہو جائے گی، جو کہ اسلامی اصولوں کے خلاف ہے۔اس کے مانعین نے قرآن کریم کی اس آیت سے استدلال کیا ہے :

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْر ٦

''تم پر صرف مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت حرام فرمایا ہے''

ان علماء کا نقطہ نظر یہ ہے کہ خون کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے اس لیے اس کا عطیہ اور انتقال ناجائز ہے، اس کے برعکس بعض علماء نے ضرورت اور اضطرار کے وقت انتقال خون کو جائز قرار دیا ہے۔علامہ سعیدی نے اس مسئلہ پر قرآن وحدیث کی روشنی میں تفصیلی بحث و تحقیق کی ہے۔علامہ سعیدی نے شرح صحیح مسلم میں تقریباً ۱۳ صفحات پر اس مسئلہ پر بحث کی ہے جس میں آپ نے قرآنی آیات، احادیث، فقہاء اربعہ کے اقوال اور علماء اور محدثین کے ارشادات کی روشنی میں مانعین کا رد کیا ہے اور اپنی اس تحقیق سے یہ ثابت کیا ہے کہ انتقال خون جائز ہے کیوں کہ اسی میں لوگوں کی بھلائی ہے۔نعمۃ الباری میں بھی آپ نے اس مسئلہ پر بحث کی ہے اور اس کے جواز پر دلائل دیئے ہیں۔

عورت جو اپنے بچہ کو دودھ پلاتی ہے وہ دودھ اس کے جسم کا حصہ، اس کے لیے دودھ پلانا جائز ہے اور اس پر خاوند سے اجرت لینا بھی جائز ہے۔اسی کو دلیل بناتے ہوئے علامہ سعیدی لکھتے ہیں:

> ''اور اسی سے یہ مسئلہ بھی مستنبط کیا ہے کہ ضرورت علاج کی وجہ سے انتقال خون جائز ہے کیونکہ جس طریقہ سے دودھ جسم کا حصہ ہے خون بھی جسم کا حصہ ہے اور جب ضرورت نشو ونما کی وجہ سے بچے کو دودھ پلانا جائز ہے تو ضرورت علاج کی وجہ سے کسی مریض کو کوئی شخص اپنا خون بھی دے سکتا ہے، جو شخص بلڈ کینسر کا مریض ہو اس کا علاج صرف اسی صورت میں ہوتا ہے کہ اس کے جسم کا سارا خون تبدیل کر دیا جائے اور کسی صحت مند جسم کا خون اس کے جسم میں منتقل کر دیا جائے، اسی طرح بعض صورتوں میں کوئی بڑی سرجری ہوتی ہے یا کوئی بڑا حادثہ ہو

جاتا ہےاور کسی انسان کے جسم کا بہت زیادہ خون نکل جاتا ہےاوراس کے جسم میں
جب تک متبادل خون منتقل نہ کیا جائے اس کا جانبر ہونا انتہائی مشکل اور دشوار ہوتا
ہے،اس لیے اس ضرورت کی بناء پر کسی انسان کے جسم میں دوسرے انسان کا
خون کا منتقل کرنا جائز ہے۔''

علامہ سعیدی مانعین کے رد میں عقلی دلیل قائم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ہمارے زمانہ میں بعض متاخرین فقہاء انتقال خون کو مطلقاً ناجائز قرار دیتے ہیں
لیکن جس انسان کا انتقال خون کے بغیر جانبر ہونا مشکل اور دشوار ہو یا بعض
صورتوں میں ناممکن ہو اگر اس کو خون نہ دیا جائے اور یہ بتایا جائے کہ اسلام میں
تمہیں خون دینے کی اجازت نہیں ہے ،دوسرے لفظوں میں اسلام میں تمہیں
زندہ رکھنے کی اجازت نہیں ہے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ شخص اسلام سے متنفر ہو جائے
کہ جو مذہب میری حیات پر راضی نہیں ہے میں اس مذہب پر کیسے راضی
ہوں''۔[۷]

اکثر لوگ انتقال خون کے جواز پر پیوندکاری کو قیاس کرتے ہوئے اس کو بھی جائز قرار دیتے ہیں جبکہ علامہ سعیدی کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے۔آپ اس کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''خون سیال (مائع) مادہ ہے،جس کا کوئی ٹھوس اور متشخص جسم نہیں ہے،اس کے
برخلاف اعضاء کا ٹھوس اور متشخص جسم ہوتا ہے،لہذا خون کے اوپر اعضاء کو قیاس
کرنا جائز نہیں ہے۔نیز کسی جسم سے بقدر ضرورت خون نکال لیا جائے تو اس شخص
کے تشخص میں اور اس کی صحت میں اور اس کی توانائی میں کوئی فرق نہیں پڑتا اور
جتنا خون نکالا گیا ہو، چند دنوں بعد اتنا ہی خون اس کے جسم میں پھر پیدا ہو جاتا
ہے،اس کے برخلاف اعضاء کا ایک ٹھوس اور متشخص وجود ہوتا ہے مثلاً کسی کی آنکھ
نکال لی جائے ، یا کسی کی ناک نکال لی جائے یا کسی کا گردہ نکال لیا جائے یا کسی کا
کوئی اور عضو نکال لیا جائے تو اس کے جسم کا تشخص تبدیل ہو جائے گا اور کوئی ایسی
صورت نہیں ہے کہ اس کا متبادل عضو بن جائے''۔[۸]

علامہ سعیدی کی تمام تر تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ انتقال خون اس وقت جائز ہے جب مریض کی جان کو خطرہ ہو اور اگر اس کو خون نہ دیا جائے تو وہ شخص مر جائے گا۔

۴۔موسم کی پیش گوئی کرنا

کاہن سے مراد وہ شخص ہے جو مستقبل کی خبر دے اور غیب کی باتیں بتائے ،اس کا یہ کام اور اس کی کمائی حرام ہے۔سائنس دان جو کہ موسم کی پیش گوئی کرتے ہیں وہ بھی مستقبل کی خبر دیتے ہیں تو کیا ان کا یہ پیشہ اور کام کہانت کے حکم میں ہے اور نا جائز ہے۔علامہ سعیدی اس مسئلہ کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

''میں کہتا ہوں: جو سائنسدان آلات کے ذریعہ موسم کی خبر دیتے ہیں اور پورے ایک ہفتہ کا موسم بیان کردیتے ہیں کہ فلاں دن اتنا درجہ حرارت ہوگا اور فلاں دن اتنا درجہ حرارت ہوگا اور فلاں دن بارش ہوگی اور فلاں دن بارش نہیں ہوگی ، یا آلات کے ذریعہ یہ بیان کرتے ہیں کہ فلاں سال فلاں مہینے اور فلاں دن سورج گرہن ہوگا یا چاند گرہن ہوگا اور وقت بھی معین کردیتے ہیں اور مشاہدہ سے ثابت ہے کہ ایسا ہی ہوتا ہے،سو یہ بھی کاہن کے حکم میں نہیں ہے بلکہ عراف کے حکم میں ہے، کیونکہ یہ سائنسدان غیب کا دعویٰ نہیں کرتے بلکہ سورج اور زمین کی حرکت اور ان کے درمیان زمین کے حائل ہونے یا نہ ہونے کی وجہ سے اور دیگر علامات کی وجہ سے یہ پیش گوئی کرتے ہیں اور یہ غیب کا دعویٰ نہیں کرتے اور ان کی دی ہوئی خبر قطعی اور یقینی نہیں ہوتی بلکہ ظنی ہوتی ہے اور اس کی نظیر یہ ہے کہ جیسا کہ ایلو پیتھک دواؤں کے اوپر ایکسپائرڈ ڈیٹ لکھی ہوتی ہے کہ یہ دوا فلاں تاریخ تک قابل استعمال ہے،اس کے بعد یہ دوا قابل استعمال نہیں ہے ،تو میڈیکل سائنٹسٹ اپنے تجربات سے یہ پیشگوئی کرتے ہیں اور ان کی یہ پیشگوئی تقریباً سو فیصد ثابت ہوتی ہے۔۔۔۔۔۔۔اس لئے موسمی علامات اور سورج گرہن وغیرہ اور دواؤں کے متعلق ان کی خبروں پر عمل کرنا بھی کاہن کی خبروں پر عمل کرنے کے حکم میں نہیں ہے۔'' ۹

آپ کے نزدیک یہ لوگ صرف علامات کی بناء پر پیشگی خبر دیتے ہیں اور ان علامات کو حقیقی سبب قرار نہیں دیتے اس لیے ان کی یہ خبر دینا جائز ہے۔

۵۔تصویر اور فوٹو گرافی

تصویر اور فوٹو گرافی کے متعلق علماء میں اختلاف ہے۔علامہ سعیدی نے اس مسئلہ پر نعمۃ الباری میں تین مقامات پر بحث کی ہے دو مقامات پر شرح صحیح مسلم میں اس مسئلہ پر کی گئی بحث کے عنوانات کا حوالہ دیا ہے ۔ذیل میں مجموعی طور پر آپ

کی اس تحقیق کو مختصر طور پر بیان کیا جا رہا ہے تا کہ اس بارے میں آپ کا مؤقف واضح ہو سکے۔

بعض علماء نے تصویر بنانے کو مطلقاً حرام قرار دیا ہے جب کہ بعض علماء کے نزدیک جان دار اشیاء کی تصویر بنانا ناجائز اور بے جان اشیاء کی تصویر بنانا جائز ہے، اسی طرح بعض علماء کے نزدیک جن تصاویر کا سایہ اور جسم نہ ہو وہ جائز ہیں، ان کا استدلال حضرت زید بن خالد کی اس حدیث سے ہے جس میں منقش تصاویر کا جواز موجود ہے۔ علامہ سعیدی نے اس حدیث کی شرح میں مختلف شارحین اور فقہاء کی عبارات کو بحوالہ بیان کیا ہے۔ ان کی عبارات نقل کرنے کے بعد آپ لکھتے ہیں کہ:

> ''اس تحقیق سے ظاہر ہوا کہ بعض اسلاف اور حنابلہ غیر مجسم تصاویر کو مطلقاً جائز قرار دیتے ہیں۔ مالکیہ میں خصوصاً علامہ قرطبی متوفی ۶۷۱ھ شافعیہ میں سے خصوصاً علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے غیر مجسم تصاویر کو جائز قرار دیا ہے۔ حنفیہ میں سے خصوصاً علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ نے غیر مجسم تصاویر کو ضرورۃً جائز قرار دیا ہے۔'' ۱۰

آج کے دور میں تصویر کی ناگزیر صورت حال کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ لکھتے ہیں:

> ''جن فقہاء نے غیر مجسم تصویر کی اجازت دی ہے ان کے دور میں فوٹوگراف کی اس قدر ضرورت اور اہمیت نہیں تھی پھر بھی انہوں نے وسعت نظر سے کام لیا اور حرمت تصویر کی صحیح لم اور علت تلاش کی اور غیر مجسم تصویر کی اجازت دے دی۔ فوٹوگراف اب صرف ثقافت اور فیشن کی بات نہیں ہے اب یہ ضرورت کا مسئلہ ہے۔ فوٹوگراف آج کے دور کی معاشی، اقتصادی، سیاسی، سماجی، فلاحی اور عمرانی ضرورت ہے۔ غیر ممالک کا سفر جس میں حج اور عمرہ کے علاوہ تجارت، ملازمت، سیاست، ثقافت اور صلہ رحمی شامل ہے۔ یہ تمام سفر بغیر پاسپورٹ اور ویزا کے نہیں ہو سکتے، فوج اور سول سروسز میں شمولیت شناختی کارڈ کے بغیر ممکن نہیں یہاں تک کے اندرون ملک پرواز اور ریلوے بکنگ میں بھی شناختی کارڈ کی ضرورت پڑتی ہے ڈومی سائل بینک میں اکاؤنٹ مختلف صنعتوں اور اشیاء کے لائسنس ان میں کوئی چیز بھی شناختی کارڈ کے بغیر ممکن نہیں۔'' ۱۱

فوٹوگراف آج کے دور کی ضرورت ہے اور فقہاء نے ضرورت کی بنا پر احکام میں تخفیف کی اجازت دی ہے۔ آپ نے فقہاء کی عبارات نقل کی ہے جن میں یہ وضاحت ہے کہ ضرورت اور حالات کے بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں۔ فقہاء کی آراء بیان کرنے کے بعد آپ لکھتے ہیں:

> ''اس تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ فقہاء جس ضرورت کی وجہ سے احکام میں

رعایت دیتے ہیں اس سے مراد عام ضرورت ہے (جس کی وجہ سے کوئی معاشی، اقتصادی، سیاسی، سماجی اور فلاحی ناہمواری ہوں) اضطرار نہیں ہے اور اس ضرورت میں فوٹو گراف بھی شامل ہے رہا اضطرار تو اس کی وجہ سے احکام میں تخفیف محتاج بیان نہیں ہے۔'' ۱۲؎

آج کے دور میں تصویر کی ناگزیر صورت حال کے پیش نظر آپ اس کی اجازت دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''رقم فی الثوب والی حدیث سے غیر مجسم تصاویر کی اجازت ثابت ہے، حنابلہ کا یہی مذہب ہے، مذاہب ثلاثہ کے مستند فقہا کی یہی رائے ہے اور موجودہ زمانہ کی معاشی اور عمرانی ضروریات کا یہی تقاضا ہے'' ۱۳؎

تصویر کے حکم میں علامہ سعیدی نے مذاہب اربعہ تفصیل سے بیان کرنے کے ساتھ علماء از ہر کا نظریہ بھی بیان کیا ہے، جن کے نزدیک فوٹو گراف جائز ہے کیونکہ یہ ہاتھ سے بنائی گئی تصاویر نہیں ہیں اور نہ ہی ان کا کوئی مجسم وجود ہے علامہ سعیدی ان کی اس دلیل سے اختلاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''میرے نزدیک علماء از ہر کا یہ نظریہ صحیح نہیں ہے کہ کیمرہ کی بنائی ہوئی تمام تصاویر اس لیے جائز ہیں کہ وہ ہاتھ سے نہیں بنائی جاتیں اور یہ کہ کیمرے کے ذریعہ صرف عکس کو مقید کرلیا جاتا ہے، دیکھئے پہلے شراب ہاتھ سے بنائی جاتی تھی اب مشینی عمل کے ذریعہ شراب بنائی جاتی ہے تو کیا اس فرق سے اب شراب جائز ہو جائے گی، پہلے ہاتھوں کی تراش خراش سے مجسمے بنائے جاتے تھے اب مشینوں کے ذریعہ پلاسٹک اور دوسری اجناس کے مجسمے ڈھال لیے جاتے ہیں تو کیا اب وہ جائز ہو جائیں گے؟'' ۱۴؎

اسلام میں تصویر کی حرمت کی صورت یہ ہے کی کسی بھی جاندار کی صورت کو مستقل طور پر محفوظ کر لینا کیونکہ ہمیشہ تصاویر ہی شرک کا موجب بنتی ہیں۔ علامہ سعیدی اس کی امثال سے وضاحت کرنے کے بعد تصویر کی حرمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''تصویر کی حرمت کا اصل منشاء غیر اللہ کی تعظیم اور عبادت ہے، اگر لوگ فوٹو گراف کی تعظیم اور عبادت شروع کردیں تو کیا وہ تعظیم اور عبادت ناجائز نہیں ہوگی؟ جب کہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ بڑے بڑے قومی لیڈروں اور پیروں کے فوٹوں کی ہر ملک میں بلفعل تعظیم کی جاتی ہے اور غیر اللہ کی عبادت کا منشاء صورت اور شبیہ ہے، خواہ وہ سنگ تراشی سے حاصل ہو، قلمکاری سے یا فوٹو گرافی سے، اس لیے جس طرح

پتھر کا مجسمہ بنانا اور قلم اور برش سے تصویر بنانا حرام ہے اسی طرح کیمرہ سے فوٹوں بنانا بھی حرام (یعنی مکروہ تحریمی) ہے۔"[۱۵]

ان ترقی پسند علماء کے رد میں آپ مزید دلیل قائم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حدیث کے اندر تصویر بنانے والے کی حرمت کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ تصویر بنانے والا اللہ تعالیٰ کی تخلیق کے ساتھ مشابہت کرتا ہے تو اگر کیمرہ کے ساتھ تصویر بنائی جائے خواہ وہ عام کیمرہ ہو یا وِڈیو کیمرہ ہو تو اس سے جو تصویر حاصل ہوگی تو بہر حال وہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق کے مشابہ ہوگی، اس لیے وہ ممانعت اور حرمت میں داخل ہے۔"[۱۶]

تصویر کی حرمت کی وضاحت کرنے کے بعد آپ ناگزیر صورت حال میں اس کی اجازت دیتے ہیں، اور کس حد تک تصویر بنانے کی اجازت ہے اس کی تصریح کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں:

"اسلام میں جانداروں کی تصاویر بنانے کی ممانعت ہے اور بے جان چیزوں کی تصویر بنانے کی اجازت ہے۔ اس لیے انسان کی صرف سینے تک تصویر بنانا جائز ہے کیونکہ کوئی انسان بغیر پیٹ کے زندہ نہیں رہ سکتا، اور جن تمدنی اور معاشی امور میں تصویر کی ضرورت پڑتی ہے (مثلاً شناختی کارڈ اور پاسپورٹ وغیرہ) ان میں اس قسم کی آدھی تصویر ہی کی ضرورت ہوتی ہے، اس لیے اس قسم کی ضروریات میں بغیر پیٹ کے سینہ تک کی آدھی تصویر کھنچوانا جائز ہے، البتہ بلا ضرورت شوقیہ فوٹوگرافی مکروہ ہے، اور تعظیم وتکریم کے لیے فوٹو کھینچنا ناجائز اور حرام ہے۔"[۱۷]

مزید آپ نے آدھی تصویر کے جواز میں درج ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے:

"عن ابی هریرة قال استاذن جبرائیل علیه السلام علی النبی ﷺ فقال ادخل فقال کیف ادخل وفی بیتک ستر فیه تصاویر فاما ان تقطع رؤسها او تجعل بساطا یوطا فانا معشر الملائکة لا تد خل بیتا فیه تصاویر (سنن نسائی)"[۱۸]

"حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں: کہ جبرائیل نے نبی ﷺ سے اجازت طلب کی آپ نے فرمایا آجاؤ! انہوں نے کہا میں کیسے آؤں درآں حالیکہ آپ کے گھر میں ایک پردہ ہے جس میں تصویریں ہیں؟ پس یا تو آپ ان تصویروں کے سر کاٹ دیں یا اس پردہ کو پیروں تلے روندی جانے والی چادر بنا دیں کیونکہ ہم گروہ مائکہ اس گھر میں

داخل نہیں ہوتے جس میں تصاویر ہوں''

اس حدیث کی وضاحت میں آپ نے علماء وفقہاء کی عبارات نقل کی ہیں جس سے واضح ہوتا ہے کہ جس تصویر کا سر یا آدھا حصہ کاٹ دیا جائے یا جس تصویر میں اعضاء کی تفصیل معلوم نہ ہو وہ جائز ہے۔

علامہ سعیدی کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کی تصویر کی حرمت ثابت ہے لیکن ناگزیر صورت میں اس کو بقدر ضرورت بنوانا جائز ہے اور یہ ناگزیر صورت حکومت کے قانون کی وجہ سے ہے لہذا اس میں مسئول حکومت ہوگی نہ کہ عوام۔۱۹

٦۔انعامی بانڈ

انعامی بانڈ کے جائز اور ناجائز ہونے میں علماء کا اختلاف ہے، جب کہ اس کا اجراء حکومت کی طرف سے ہوتا ہے اور یہ سلسلہ برسوں سے جاری ہے۔لوگ حکومت کی اس سکیم سے فائدہ اٹھانے میں ہمیشہ سے تذبذب کا شکار رہے ہیں۔علامہ سعیدی نے عوام الناس کی بھلائی کے لئے اس مسئلہ پر تحقیق کرتے ہوئے اس کے ہر پہلو پر تفصیلی بحث کی ہے۔آپ نے شرح صحیح مسلم، تبیان القران اور نعمۃ الباری میں تینوں کتابوں میں اس مسئلہ پر بحث ہے۔شرح صحیح مسلم میں یہ بحث تقریباً ۱٦ صفحات پر مشتمل ہے جس میں آپ نے اس کے عدم جواز کے قائل علماء اور مولانا مودودی صاحب کا فتوی جو اس کے عدم جواز پر ہے اس کی ہر شق پر تحقیقی بحث کی ہے اور اس کا جواز مکمل دلائل سے ثابت کیا ہے۔

نعمۃ الباری میں آپ نے اس کے عدم جواز پر شیخ تقی عثمانی کے دلائل پر بحث کرتے ہوئے اس کا جواز ثابت کیا ہے۔اس بحث کو مختصر طور پر بیان کیا جا رہا ہے تا کہ آپ کی تحقیق سامنے لائی جا سکے۔

علامہ سعیدی نے شیخ تقی عثمانی کے درج ذیل دلائل کا ذکر کیا ہے:

۱۔اس میں ربٰو ہے اس لیے کہ اگر اس کا انعام نکل آیا تو اس کو سو روپے کے عوض ایک لاکھ روپے ملیں گے۔

۲۔مجموعہ مقرضین کے ساتھ زیادتی مشروط ہے، ہر ایک کے ساتھ تو نہیں ہے لیکن یہ کہا کہ اے گروہ مقرضین! ہم تم کو قرعہ اندازی کے ذریعہ کچھ انعامات تقسیم کریں گے، یہ بات پہلے ہی عقد میں مشروط ہے۔

۳۔اس میں قمار کی شکل موجود ہے اور قمار پر سود ہو رہا ہے کہ ایک آدمی کا سود یا بہت سارے آدمیوں کا سود ملا کر ایک شخص کو قرعہ اندازی کے ذریعہ دے دیا گیا۔

پہلی دلیل کے جواب میں آپ لکھتے ہیں:

> ''یہ دلیل غلط ہے، سود قرعہ اندازی کے ذریعہ نہیں دیا جاتا بلکہ شرح سود عقد میں متعین ہوتی ہے کہ اتنی رقم کی بیع یا اتنی رقم کے قرض پر اتنے فی صد کے حساب سے سود دیا جائے گا، اور یہ بالکل واضح ہے۔''

دوسری دلیل کو آپ نے مفروضہ قرار دیا ہے کیونکہ بانڈ کو خریدتے وقت ایسی کوئی شرط نہیں لگائی جاتی۔تیسری دلیل کے رد میں آپ لکھتے ہیں کہ:

''انعامی بانڈز میں غرر نہیں ہے، اور قمار (جوا) بغیر غرر کے متحقق نہیں ہوتا، لہذا انعامی بانڈز میں قمار کا جسم ہے نہ روح ہے، اور یہ بھی ہم بتا چکے ہیں کہ بیع یا قرض کی رقم پر مدت معینہ کے بعد اصل زر کے ساتھ جو پہلے سے طے شدہ اضافی رقم دی جائے، اس کو سود کہا جاتا ہے اور اس کی عقد بیع میں صراحت کے ساتھ شرط لگائی جاتی ہے اور جب انعامی بانڈز کی بیع ہوتی ہے اور خریدار جب بینک سے انعامی بانڈز خریدتا ہے تو اس کے عقد میں اس قسم کی کوئی شرط نہیں ہوتی۔'' [۲۰]

علامہ سعیدی کی تحقیق کا لب لباب یہ ہے کہ انعامی بانڈز میں نہ غرر ہے اور نہ ہی سود، اس پر ملنے والے انعام کی مثال اسی طرح ہے جیسے کوئی کمپنی اپنی مصنوعات کے تعارف میں یا شہرت کے لیے بغیر کسی شرط کے انعام رکھ دیتی ہے، اسی لیے انعامی بانڈز اور ان ملنے والا انعام جائز ہے حرام نہیں ہے۔

۷۔ایلو پیتھک اور ہومیو پیتھک دواؤں سے علاج کا شرعی حکم

ان ادویات میں الکحل کی کچھ مقدار شامل ہوتی ہے، الکحل نشہ آور مشروب ہے اور احادیث میں ہے کہ ہر نشہ آور مشروب حرام ہے اس لیے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ ادویات جائز ہیں۔اس کی وضاحت کے لیے علامہ سعیدی نے شرح مسلم اور نعمۃ الباری دونوں میں الکحل کے جواز کی تحقیق کی ہے، جس کو اکثر علماء حرام کہتے ہیں۔آپ نے قرآن و حدیث اور فقہاء ائمہ کے اقوال وتصریحات سے ثابت کیا ہے کہ خمر کے علاوہ ہر وہ چیز جس کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اور قلیل مقدار نشہ آور نہ ہو تو اس کی قلیل مقدار پینا جائز ہے۔الکحل کے جواز کو دلائل سے ثابت کرنے کے بعد آپ ایلو پیتھک اور ہومیو پیتھک ادویات کے متعلق لکھتے ہیں:

''ان تصریحات کی بناء پر میں یہ کہتا ہوں کہ ایلو پیتھک اور ہومیو پیتھک دواؤں سے علاج کرنا جائز ہے، ایلو پیتھک کی جو مائع دوائیں ہوتی ہیں اور شربت ہوتے ہیں، ان میں الکوحل کی معمولی مقدار ملی ہوئی ہوتی ہے اور ہومیو پیتھک دواؤں میں بھی الکوحل کی آمیزش ہوتی ہے اور دوا کی جتنی خوراک پی جاتی ہے، جو عموماً چائے کے چمچے کے برابر ہوتی ہے، اگر یہ دو چمچے صرف الکوحل ہوتی تو بھی یہ نشہ آور نہیں ہے، جب کہ الکوحل خمر نہیں ہے، اور اس دو چمچے کی مقدار میں الکوحل کے چند قطرات ہوتے ہیں، باقی دوسرے کیمیائی اجزاء ہوتے ہیں اور ان سے مخلوط ہونے کے بعد الکوحل اپنی طبیعت اور ماہیت پر باقی نہیں رہتی، جیسے خمر میں اگر نمک ڈال دیا جائے تو اس کی ماہیت بدل جاتی ہے اور وہ سرکہ بن جاتی

ہے، لہٰذا اول تو دوا کی مجوزہ خوراک میں الکوحل کے چند قطرات ہوتے ہیں، جو کسی صورت میں نشہ آور نہیں ہیں، ثانی یہ کہ اس میں دوسرے کیمیاوی اجزاء غالب مقدار میں موجود ہوتے ہیں، جن کی وجہ سے الکوحل کی ماہیت بدل جاتی ہے، الکوحل کی اس کم مقدار کو دواؤں میں اس لیے شامل کیا جاتا ہے کہ وہ دیر تک محفوظ رہ سکیں اور خراب ہونے نہ پائیں۔''[۲۱]

۸۔ چلتی ٹرین میں نماز پڑھنے کا مسئلہ

بعض فقہاء نے ٹرین میں نماز پڑھنے کو ناجائز کہا ہے یا اگر اجازت دی ہے تو اس شرط کے ساتھ کہ بعد میں اس کا اعادہ کیا جائے گا، اسی وجہ سے بعض لوگ اسی کشمکش میں ٹرین میں نماز ترک دیتے ہیں، علامہ سعیدی نے اس مسئلہ پر مدلل تحقیق کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ چلتی ٹرین میں نماز پڑھنا جائز ہے، اور اس کا اعادہ نہیں کیا جائے گا۔ علامہ سعیدی نے نعمۃ الباری میں کتاب الصلوۃ میں دو مقامات پر کشتی اور چلتی ٹرین میں نماز کے حوالے سے اپنی تحقیق کا خلاصہ بیان کیا ہے جب کہ تفصیلی تحقیق شرح صحیح مسلم میں کی ہے۔ آپ نے اپنی تحقیق کی بنیاد فقہ کے چاروں اصولوں پر رکھی ہے اور ان کی روشنی میں اپنی رائے قائم کی ہے۔ آپ کی یہ تحقیق تقریباً ۱۰ صفحات اور ۳۳ حوالہ جات پر مشتمل ہے۔ آپ اپنے تحقیقی دلائل کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ٹرین اور طیارہ میں فرض نماز کے جواز پر ہمارا پہلا استدلال قرآن کریم سے ہے فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُکْبَانًا (بقرہ:۲۳۶) اگر تم (دشمنوں سے) خوف زدہ ہو تو پیادہ یا سوار جس طرح بن پڑے (نماز پڑھو) چلتی ہوئی ٹرین اور طیارہ سے نماز کے وقت اترنے میں جان کا خوف ہے اور خوف کے وقت سواری پر اس آیت کی رو سے نماز جائز ہے۔ دوسرا استدلال ترمذی شریف کی حدیث سے ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے کیچڑ میں اترنے کی دشواری کی وجہ سے سواری پر نماز پڑھائی (حوالہ گزر چکا ہے) تیسرا استدلال اجماع امت سے ہے کیونکہ خوف کی وجہ سے سواری پر نماز پڑھنے کے جواز اور بعد میں نہ لوٹانے پر امت کا اجماع ہے (حوالہ گزر چکا ہے) چوتھا استدلال قیاس سے ہے کیونکہ ہم نے ٹرین اور طیارہ کو اولاً کشتی پر قیاس کیا ہے اور ثانیاً چوپایہ پر ہر اعتبار سے ٹرین اور طیارہ پر نماز کا جواز اور فرضیت ثابت کی ہے۔''[۲۲]

علامہ سعیدی کی تحقیق جو کہ قرآن وسنت اور اصول فقہ کی روشنی میں کی گئی ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ چلتی ٹرین میں نماز

پڑھنا جائز ہے اور اس کا اعادہ نہیں ہے۔

۹۔ ہنڈی

بخاری کی حدیث نمبر ۲۲۸۸ کی شرح میں علامہ سعیدی نے ہنڈی بھنانے کا طریقہ، شریعت میں اس کی حیثیت اور اس پر کیے جانے والے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے اس کا جواز دلائل سے ثابت کیا ہے۔ ذیل میں مختصر طور پر آپ کی اس تحقیق کو بیان کیا جا رہا ہے۔

ہنڈی بھنانے کے طریقہ کار کی وضاحت میں آپ لکھتے ہیں:

''آج کل ہنڈی (BILL OF EXCHANGE) بھنانے کا طریقہ کار اس طرح ہے: زید نے عمرو سے مال خریدا اور تین ماہ بعد رقم ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ اس کے لیے زید نے عمرو کو ایک دستاویز ہنڈی کی شکل میں فراہم کر دی۔ عمرو نے بنک الف میں یہ ہنڈی پیش کی تا کہ اس کی بناء پر بینک سے رقم قرض لے اور بینک یہ رقم مدت گزرنے کے بعد زید یا زید کے وکیل بنک سے وصول کرے، بینک الف عمرو کو وہ رقم ادا کرتا ہے، لیکن پوری رقم نہیں بلکہ اصل میں سے کچھ حصہ اپنے حق کے طور پر وضع کر لیتا ہے، گویا عمرو کو وقت سے پہلے رقم وصول کرنے کے لیے کٹوتی منظور کرنی پڑتی ہے۔''

اس طریقہ کی شریعت میں حیثیت کے بارے میں آپ لکھتے ہیں:

''ہنڈی کا طریقہ شرعی اصطلاح میں حوالہ کی تعریف میں آتا ہے، لیکن طریقہ مروجہ کو شریعت کے مطابق کرنے کے لیے اس میں کچھ تغیر کرنا ہوگا۔ زید جب عمرو سے تین ماہ بعد ادائیگی کے وعدہ پر مال خریدتا ہے اور اس کو ایک دستاویز فراہم کرتا ہے، جس کو دکھا کر عمرو وقت سے پہلے بھی بینک سے رقم لے سکتا ہے، اس صورت میں زید محیل، بینک محتال اور عمرو محتال علیہ قرار پایا۔ اس کے جواز کی اصل یہ حدیث ہے ''من احیل علی ملئی فلیتبع '' (طبرانی) ''جو شخص کسی مال دار پر اپنا قرض حوالہ کر دے، اس کو مان لینا چاہیے'' اب یہاں اس طرح اصلاح ہونی چاہیے کہ زید اس دستاویز پر کسی معین بنک کے نام پر ہدایت کر دے کہ میں اپنا قرض تمہارے حوالے کرتا ہوں اور میری جگہ یہ قرض تم عمرو کو ادا کرو گے اور جب بینک نے اس دستاویز کو منظور کر لیا تو حوالہ مکمل ہو گیا''

جب محیل محتال اور محتال علیہ معاہدہ پر راضی ہو جائیں تو حوالہ صحیح ہو جائے گا''ہدایہ'' سے اس کی وضاحت کرنے کے بعد آپ لکھتے ہیں:

''اب محتال علیہ مثلاً عمرو (قرض خواہ) کو اختیار ہے کہ وہ اپنی رقم میں سے جس قدر چاہے رقم ساقط کر دے اور محتال (بینک) سے وقت سے پہلے رقم وصول کرے، مثلاً اگر محتال علیہ نے تین ماہ بعد بینک سے ایک ہزار روپیہ وصول کرنا ہے، اب وہ چاہے تو تین ماہ بعد بینک سے پوری رقم وصول کر لے اور چاہے تو اس رقم میں سے پچاس روپیہ ساقط کر دے اور مقررہ میعاد سے پہلے رقم وصول کرے، کیونکہ وہ خود اپنا حق ساقط کر رہا ہے اور اس کے جواز میں کوئی شک نہیں ہے۔''

اپنے اس مؤقف کی تائید میں آپ نے احادیث بیان کیں ہیں۔

ہنڈی بھنانے کے اس طریقہ پر بعض علماء کی طرف سے بیع الکالئی بالکالئی کا اعتراض کیا جاتا ہے۔ علامہ سعیدی اس بیع کی وضاحت احادیث پاک سے کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''یعنی رسول اللہ ﷺ نے بیع کی بیع ادھار کے ساتھ کرنے س: منع فرمایا ہے، اس کی مثال یہ ہے کہ مثلاً زید نے عمرو سے ایک ہزار روپیہ قرض لیا۔ اب زید عمرو سے کہتا ہے کہ میں اس ایک ہزار کے عوض جو مجھ پر قرض ہے، تم کو ایک تھان کپڑے کا ایک ماہ بعد ادا کروں گا تو یہ ادھار کی بیع ادھار کے عوض ہے اور بیع الکالئی بالکالئی ہے، لیکن ہنڈی (BILL OF EXCHANGE) بھنانا اس تعریف کی زد میں ہرگز نہیں آتا۔''۲۳

نئے مسائل کا حل معلوم کرنے کے لئے قرآن، حدیث اور فقہ کے ذخائر پر مکمل دسترس ہونے کے ساتھ اجتہادی بصیرت درکار ہوتی ہے۔ علامہ سعیدی اس صفت سے متصف ہیں اور یہ تمام تحقیقی مسائل آپ کے وسعت مطالعہ اور فقہی بصیرت کے آئینہ دار ہیں۔ آپ نے مستند حوالہ جات کی روشنی میں بحث کی ہے اور اپنے موقف کو دلائل کے ساتھ واضح کیا ہے۔ تمام مسائل کا حل آپ نے انسانی مصالح اور حالات زمانہ کی رعایت رکھتے ہوئے پیش کیا ہے۔ تمام مسائل پر بحث کرتے ہوئے آپ نے سہل زبان اور عام فہم اسلوب اختیار کیا ہے جس کی وجہ سے عام لوگ اس سے بھرپور استفادہ کر سکتے ہیں، اسی طرح مستند حوالہ جات کی روشنی میں مدلل بحث نے اس کو اہل علم کے لئے انتہائی مفید بنا دیا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ غلام رسول سعیدی، علامہ، نعمۃ الباری، ج:۴،ص:۶۹۷

۲۔ ایضاً، ج:۴،ص:۶۹۹

۳۔ ایضاً، ج:۹،ص:۶۶۹

۴۔ ایضاً، ج:۹،ص:۶۷۱۔۶۷۰

۵۔ ایضاً، ج:۹،ص:۳۷۱

۶۔ البقرہ:۱۷۳

۷۔ ایضاً، ج:۱۰،ص:۶۵۵

۸۔ ایضاً، ج:۱۰،ص:۶۵۶

۹۔ ایضاً، ج:۱۰،ص:۸۲۷

۱۰۔ غلام رسول سعیدی، علامہ، شرح صحیح مسلم، ج:۲،ص:۷۹

۱۱۔ ایضاً، ج:۲،ص:۷۹

۱۲۔ ایضاً، ج:۲،ص:۷۹

۱۳۔ ایضاً، ج:۲،ص:۸۰

۱۴۔ ایضاً، ج:۶،ص:۴۷۰

۱۵۔ ایضاً، ج:۶،ص:۴۷۰

۱۶۔ غلام رسول سعیدی، علامہ، نعمۃ الباری، ج:۱۰،ص:۸۳۵

۱۷۔ غلام رسول سعیدی، علامہ، شرح صحیح مسلم، ج:۶،ص:۴۷۱

۱۸۔ نسائی، احمد بن شعیب، امام، سنن نسائی، بیروت: دار کتب العلمیۃ، ۱۹۹۱ء، کتاب الزینۃ، باب: التصاویر، رقم الحدیث: ۱۹۷۹۳

۱۹۔ غلام رسول سعیدی، علامہ، نعمۃ الباری، ج:۱۰،ص:۸۳۵

۲۰۔ ایضاً، ج:۴،ص:۱۲۷

۲۱۔ ایضاً، ج:۱،ص:۱۶۷

۲۲۔ غلام رسول سعیدی، علامہ، شرح صحیح مسلم، ج:۲،ص:۴۰۷

۲۳۔ غلام رسول سعیدی، علامہ، نعمۃ الباری، ج:۴،ص:۸۵۹۔۸۵۷

فصل دوم:

نعمۃ الباری کا عصر حاضر کی دیگر شروح سے موازنہ

کتب احادیث میں بخاری کا مقام و مرتبہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے، اس کے مستند ہونے پر امت کا اجماع ہے۔ بخاری کی اسی اہمیت کے پیش نظر ہر دور میں علماء، فقہاء اور محدثین کے پیش نظر یہ کتاب رہی ہے اور انہوں نے اس سے استفادہ کرتے ہوئے اس کی خدمت کا حق ادا کیا ہے۔ زمانہ تالیف سے لے کر اب تک جتنی اس کتاب کی شروح لکھی گئی ہیں شاید کسی اور کتاب کی نہ لکھی گئی ہوں۔ ہر شارح نے اپنی بساط اور اس دور کے تقاضوں کے مطابق اس کتاب کی شرح کی ہے۔ عصر حاضر میں بھی صحیح بخاری پر بہت سے محدثین نے کام کیا ہے اور اس پر کئی شروح لکھی گئی ہیں، جن میں سے چند کا تعارف باب اول فصل دوم میں کروایا گیا ہے، یہاں پر تین شروح کشف الباری از مولانا سلیم اللہ خان، توفیق الباری از پروفیسر ڈاکٹر عبدالکبیر محسن اور فیوض الباری از سید محمود احمد رضوی سے نعمۃ الباری کا موازنہ کروایا جا رہا ہے، جس کا مقصد ان شروح سے واقفیت کے ساتھ ان کے درمیان نعمۃ الباری کے مقام کا تعین کرنا ہے۔ ان تینوں شروح کا نعمۃ الباری سے موازنہ درج عنوانات کے تحت کروایا جائے گا۔

اسلوب حوالہ جات:

اس عنوان کے تحت باری باری تینوں شروح کے حوالہ جات بیان کرنے کے انداز کی وضاحت کے بعد نعمۃ الباری کے اسلوب حوالہ جات سے اس کا موازنہ کیا جائے گا۔

کشف الباری:

کشف الباری میں حوالہ جات کو فٹ نوٹ میں بیان کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ مصنف کے نام کے لیے حوالہ کی ابتداء میں لکھا گیا ہے: حافظ ابن حجر فرماتے ہیں[1] لیکن اکثر مقامات پر بغیر مصنف کا نام دیئے عبارت نقل کی گئی ہے، اس کے بعد پیراگراف کے آخر میں نمبر دے کر حاشیہ میں کتاب کا نام، جلد نمبر اور صفحہ نمبر دیا گیا ہے۔

آیات قرآنیہ کو با اعراب نقل کیا گیا ہے، آیات کا ترجمہ نہیں دیا گیا، حوالہ کے لیے سورۃ کا نام اور آیت نمبر دیا گیا ہے۔

دوران شرح احادیث کا عربی متن دیا گیا ہے۔ عربی عبارات اور احادیث کا اردو ترجمہ نہیں گیا جس کی وضاحت مقدمہ میں یہ کی گئی ہے کہ یہ کتاب علماء اور منتہی طلبہ کے لیے ہے اور ان کو ترجمہ کی خاص ضرورت نہیں ہوتی[2] حوالہ کے لیے حاشیہ میں تخریج کی گئی ہے۔ کتاب کے آخر میں مصادر و مراجع کی فہرست دی گئی ہے جس میں مصنف کا نام مع سن وفات، کتاب کا نام اور ناشر، مطبع دیا گیا ہے۔

توفیق الباری:

توفیق الباری میں کتب کے حوالہ جات کا اہتمام نہیں کیا گیا، دراصل یہ شرح بنیادی طور پر تین شروح فتح الباری، ارشاد الساری، اور فیض الباری کے اہم مباحث کا مجموعہ ہے، اس شرح میں اساس فتح الباری ہے۔ فتح الباری کے مباحث نقل کرنے کے بعد شارح جب دوسری شرح کے مباحث بیان کرتے ہیں تو حوالہ کے لیے لکھتے ہیں علامہ کشمیری کہتے ہیں، مثال کے لیے دیکھیں، جلد ا صفحہ نمبر ۱۵۵، اور کبھی آخر میں بریکٹ میں صرف فیض لکھ دیتے ہیں، مثال کے لیے دیکھیں، جلد ا صفحہ نمبر ۴۴۴۔ کس طرح کے مباحث کس شرح سے اخذ کیے گئے ہیں، مقدمہ میں اس کی وضاحت کر دی گئی۔ دوران شرح آیات اور احادیث کو بریکٹ میں بغیر اعراب کے لکھا گیا ہے، حوالہ اور ترجمہ نہیں دیا گیا۔

فیوض الباری:

فیوض الباری میں شارح نے مختلف مقامات پر مختلف انداز میں حوالہ دیا ہے۔ کہیں عبارت کے اختتام پر بریکٹ میں صرف کتاب کے نام کا حوالہ ملتا ہے، مثال کے طور پر لکھ دیتے ہیں (عالمگیری)، (درمختار و ردالمختار) ۱۳ اور کہیں کتاب کے ساتھ جلد نمبر اور صفحہ نمبر بھی حوالہ میں ملتا ہے، کتاب کے آخر میں مصادر و مراجع کی فہرست نہیں دی گئی ہے۔

آیات کو مکمل اعراب اور ترجمہ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔ حوالہ کے لیے اکثر مقامات پر سورۃ کا نام اور آیت نمبر دیا گیا ہے، لیکن کچھ مقامات پر ہمیں بغیر حوالے کے بھی آیات ملتی ہیں مثال کے لیے دیکھیں پارہ ۸ صفحہ نمبر ۱۵۔

دوران شرح احادیث کا با اعراب عربی متن ترجمہ کے ساتھ دیا گیا ہے، حوالہ میں صرف حدیث کی کتاب کا نام دیا گیا ہے، مثال کے لیے دیکھیں پارہ ہشتم، صفحہ نمبر ۱۷۔

نعمۃ الباری سے موازنہ:

تینوں شروح کے اسلوب حوالہ جات کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں کشف الباری کا طریقہ سب سے بہتر ہے، کیونکہ توفیق الباری میں تو حوالہ جات کا اہتمام نہیں ہے، صاحب فیوض الباری کے ہاں اگرچہ حوالہ جات ملتے ہیں مگر وہ حوالہ جات نامکمل ہیں۔ کشف الباری کا طریقہ ان دونوں شروح سے بہتر ہے۔ اب کشف الباری اور نعمۃ الباری کا موازنہ کیا جائے تو اسلوب حوالہ جات میں نعمۃ الباری کا مقام بلند ہے۔

صاحب کشف الباری حوالہ کی ابتداء میں مصنف کا نام اختصار سے لکھنے پر اکتفا کرتے ہیں مثال کے طور پر لکھ دیتے ہیں ''صاحب ہدایہ نے اس کا یہ جواب دیا ہے'' یا ''مولانا انور شاہ کشمیری نے فرمایا'' ۱۹ اور اکثر مقامات پر مصنف کے نام کے بغیر حوالہ درج کرتے ہیں جب کہ صاحب نعمۃ الباری ہر مقام پر مصنف کا مکمل نام معہ مسلک اور سن وفات لکھتے ہیں۔ اسی طرح کتاب کا بھی مکمل حوالہ معہ مکتبہ اور سن اشاعت حوالہ کے اختتام پر لکھتے ہیں جب کہ کشف الباری میں صرف کتاب کا نام، جلد نمبر اور صفحہ نمبر حاشیہ میں دیا گیا ہے۔ مصادر و مراجع کی فہرست دونوں شروح کے اختتام پر ہے جس میں کتاب کا نام، مصنف کا نام اور مکتبہ دیا گیا ہے۔ اس فہرست میں بھی نعمۃ الباری کا مقام بلند ہے صاحب نعمۃ الباری نے ہر فن کی کتاب کو الگ الگ ذکر کیا ہے مثال کے طور پر کتب فقہ، کتب سیرت، کتب شروح احادیث سب کو الگ الگ ذکر کیا ہے،

اور یہ فہرست سنن وفات کے لحاظ سے ترتیب سے دی گئی ہے۔ چنانچہ ترتیب کتب، تعداد کتب اور منفرد اسلوب حوالہ کے لحاظ سے نعمۃ الباری کو فوقیت حاصل ہے۔

تخریج احادیث:

کشف الباری:

کشف الباری میں بخاری کی ہر حدیث کی تخریج کی گئی ہے، تخریج کرنے میں شارح کا طریقہ یہ ہے کہ حدیث کے آخر میں اطراف الحدیث کے تحت تخریج بیان کی گئی ہے۔ حاشیہ میں کتب ستہ اور بخاری میں دیگر جن مقامات حدیث بیان ہوئی ہے اس کی تخریج کر دی گئی ہے۔ تخریج میں کتاب کا نام، باب کا نام اور رقم الحدیث دیا گیا ہے۔[۴]

دوران شرح نقل کی گئی احادیث کی بھی تخریج کی گئی ہے جس میں کتاب کا نام، باب کا نام، جلد نمبر، صفحہ نمبر، اور رقم الحدیث بیان کیا گیا ہے، مثال کے لیے دیکھیں جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۶۰۷۔

توفیق الباری:

اس شرح میں احادیث کا عربی متن مکمل اسناد کے ساتھ بغیر اعراب کے دیا گیا ہے، احادیث کا سلیس ترجمہ نہیں کیا گیا اور نہ ہی احادیث کے نمبر دیئے گئے ہیں۔ کتاب کے شروع میں فہرست میں ابواب کے نام اور ان کا ترجمہ دیا گیا ہے۔ تخریج کے لیے حدیث کی شرح کے اختتام پر وضاحت کر دیتے ہیں کہ کتب صحاح میں سے یہ روایت کس کس کتاب میں مذکور ہے، مثال کے طور پر لکھتے ہیں کہ:

> ''مسلم اور نسائی نے (الایمان) ابوداؤد نے الأدب) اور ابن ماجہ نے (الاطعمة) میں ذکر کیا ہے۔''[۵]

فیوض الباری:

فیوض الباری میں بخاری کی احادیث کو با اعراب اور ترجمہ کے ساتھ لکھا گیا ہے، احادیث کی تخریج کے لیے، حدیث کے آخر میں بریکٹ میں (بخاری) لکھ دیتے ہیں، اس کے بعد لکھتے ہیں اس حدیث کو مسلم ابوداؤد و نسائی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔[۶] بعض مقامات پر یوں لکھتے ہیں:

> ''اس حدیث کو امام نے صلوٰۃ میں ابن ماجہ، ابوداؤد، مسلم و ترمذی، و نسائی نے بھی کتاب الصلوٰۃ میں ذکر کیا ہے۔''[۷]

اسی طرح جو احادیث مکرر ہوں اس کی وضاحت کر دیتے ہیں، مثلاً لکھتے ہیں کہ:

> ''یہ حدیث کتاب البیوع باب ذکر الیقین والحداد میں گزر چکی ہے فیوض پارہ ہشتم ص ۶۶''۔[۸]

طوالت کتاب سے بچنے کے لیے مکرر احادیث کو صرف ایک مرتبہ بیان کیا گیا ہے، مثال کے طور پر '' **باب تاخیر**

الظهر الی العصر " کی حدیث نمبر۵۴۳ "باب وقت مغرب" میں بھی بیان کی گئی ہے، شارح فیوض الباری نے اسے صرف پہلے مقام پر بیان کیا ہے۔۹

نعمۃ الباری سے موازنہ:

تخریج احادیث میں بھی تینوں شروح میں سے کشف الباری کا طریقہ زیادہ بہتر ہے۔اب کشف الباری اور نعمۃ الباری کا موازنہ کیا جائے تو نعمۃ الباری کا طریقہ زیادہ بہتر ہے۔کشف الباری میں تخریج اصول ستہ کے دائرے میں رہتے ہوئے کی گئی ہے۔تخریج میں باب اور کتاب کے ساتھ جلد نمبر اور صفحہ نمبر بیان کرنا کشف الباری کی اضافی خصوصیت ہے۔ نعمۃ الباری میں کتب ستہ کے علاوہ دیگر کتب احادیث سے بھی تخریج کی گئی ہے جو اس کی اضافی خصوصیت ہے۔مثال کے طور پر حدیث نمبر۵۰۲۱ کی تخریج اس طرح کی گئی ہے:

(صحیح البخاری :۲۲۶۸۔۲۲۶۹۔۳۴۵۹،سنن ترمذی :۲۸۷۱،مصنف عبدالرزاق:۲۰۵۶۵۔۲۰۹۱۱،سنن بیہقی ج۶ص۱۱۸،مسند ابوداؤد الطیالسی:۱۸۲۰،تفسیر طبری ج۲۷ص۲۴۴،مسند ابو یعلی:۵۸۳۸،المعجم الاوسط للطبرانی:۲ط۱۶، المعجم الکبیر للطبرانی:۱۳۲۸۵،المعجم الصغیر للطبرانی:۵۳،صحیح ابن حبان:۶۶۳۹،تاریخ طبری ج۱ص۱۱،مسند احمد ج۶ص۶،رقم الحدیث:۴۵۰۸،سنن سعید بن منصور ج۲ص۱۷۶)

اس مثال کو دیکھ کر اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ علامہ سعیدی نے تخریج کے لیے کس قدر تحقیق کی ہے۔

تعارف رجال:

کشف الباری:

کشف الباری میں احادیث کے رجال کا تفصیلی تعارف دیا گیا ہے، ہر نام کو الگ الگ ہیڈنگ میں دے کر اس کی تفصیلات مستند کتب شروح اور کتب اسماء الرجال سے بیان کی گئی ہیں، مثال کے لیے دیکھیں جلد نمبر۱، صفحہ نمبر۳۲۶۔۳۲۳۔

توفیق الباری:

اس شرح میں حدیث کے رجال کا مختصر تعارف دیا گیا ہے، مثال کے لیے دیکھیں جلد نمبر۱، صفحہ نمبر۸۷۔

حدیث کی شرح کے اختتام پر درج ذیل معلومات دیتے ہیں:

"اس حدیث کے تمام رجال سوائے عقدی کے جو کہ بصری ہے، مدنی ہیں اور اس میں تابعی کی تابعی سے روایت ہے۔"۱۱

مقدمہ میں یہ وضاحت کی گئی ہے کی اسناد رجال کی تمام معلومات ارشاد الساری سے لی گئی ہیں۔

فیوض الباری:

کتاب کی جامعیت کے پیش نظر اس شرح میں احادیث کی اسناد کو حذف کر دیا گیا ہے، اس لیے رجال کا تعارف بھی

موجود نہیں ہے، البتہ اگر سند یا متن میں اکابر صحابہ میں سے کسی کا ذکر ہو تو ان کا مختصر تعارف دے دیا جاتا ہے، مثال کے طور پر حدیث میں حضرت سعد بن ابی وقاص کا ذکر ہے جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، ان کا تعارف دے دیا گیا ہے۔[۱۲]

نعمۃ الباری سے موازنہ:

توفیق الباری میں رجال کا مختصر تعارف ملتا ہے، کشف الباری میں بقدر ضرورت تمام معلومات کی تفصیل ملتی ہے۔اسی طرح نعمۃ الباری میں بھی رجال کے متعلق تمام ضروری معلومات کی تفصیل ملتی ہے۔اور خصوصی اصحاب جیسے ابوھریرۃؓ ان کا تفصیلی اور خصوصی تعارف ملتا ہے اسی طرح متن حدیث میں اگر کسی شخص یا صحابی کا نام آیا ہے اس کا بھی تفصیلی تعارف دیا گیا ہے، مثال کے طور پر حدیث نمبر ۸ میں ھرقل، حضرت دحیہ کلبی اور ابو کبشہ کا ذکر ہے اس حدیث کی شرح میں ان کا تفصیلی تعارف دے دیا گیا ہے۔دوران شرح اکثر مقامات پر فریق مخالف کے رد اور اپنے دلائل کی مضبوطی کے لیے رجال حدیث پر کتب اسماء الرجال کی روشنی میں تحقیقی بحث کرتے ہیں۔

مشکل الفاظ کے معنی:

کشف الباری:

کشف الباری میں شارح کا منہج ہے کہ وہ حدیث کے ہر جملے کی الگ الگ شرح کرتے ہیں، اسی لیے حدیث کے جملے میں تقریباً تمام الفاظ کے معنی اور ان کی وضاحت ملتی ہے۔مثال کے طور پر حدیث کا جملہ ہے: **جمعه لک صدرک و تقرأه** اس کی وضاحت میں ہر لفظ کی لغوی اور گرائمر کے لحاظ سے وضاحت کی گئی ہے۔[۱۳]

توفیق الباری:

اس شرح میں الفاظ حدیث کی لغوی اور گرائمر کے اعتبار سے تفصیل اور وضاحت ملتی ہے، مثال کے طور پر حدیث کے اس جملہ (**قلت الحرب بنینا و بینه سجال**) کی وضاحت میں لکھتے ہیں کہ:

> ''عربوں کا محاورہ ہے (**الحرب سجال**) سجال س کے کسرہ کے ساتھ، بڑا ڈول۔یہ تشبیہ بلیغ ہے (حرف تشبیہ اور وجہ شبہ محذوف ہیں) سجل کی جمع ہے جب کہ (الحرب) اسم جمع ہے گویا پانی نکالنے والوں سے تشبیہ دی کہ باری باری دو گروہ سیراب ہوتے ہیں''[۱۴]

فیوض الباری:

> اس شرح میں بھی حدیث کے مشکل الفاظ کی وضاحت تفصیل سے کی گئی ہے، مثال کے طور پر ''شعار۔شعور سے مشتق ہے۔شعر یشعر بروزن نصر ینصر اور اشعار باب افعال کا مصدر ہے۔اشعار کے لغوی معنی کسی چیز کو علامت دار کرنے کے ہیں اور اس کے

شرعی معنی یہ ہیں کہ اونٹ کی کوہان کے دائیں جانب نیزہ یا چھری وغیرہ سے مارنا جس سے خون نکل آئے۔ ۱۵

اسی طرح بعض مقامات پر مختصر معنی بیان کر دیتے ہیں مثلاً''

''رمل کے لغوی معنی چھوٹے چھوٹے قدم رکھتے ہوئے جلد جلد چلنے کے ہیں۔'' ۱۶

مذاہب فقہاء کا بیان:

کشف الباری:

شارح نے مختلف مسائل کے ضمن میں ائمہ کرام کے مذاہب ان کے دلائل کے ساتھ بیان کئے ہیں، ہر مذہب کی وضاحت وہ اس مذہب کی اصل کتاب سے کرتے ہیں، امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں، مثال کے لیے دیکھیں جلد نمبر ۳، صفحہ نمبر ۲۲۹۔

توفیق الباری:

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ یہ شرح بنیادی طور پر تین شروح کے مباحث کا مجموعہ ہے، مذاہب کے بیان کی وضاحت میں شارح مقدمہ میں لکھتے ہیں:

''علامہ انور ایک نکتہ رس محدث و مدرس تھے پھر یہ کہ حنفی المسلک تھے جبکہ ابن حجر و قسطلانی شافعی المسلک ہیں، لہذا ترجمہ ہو یا متن حدیث، ان کی تقاریر کا تفصیلی خلاصہ پیش کیا ہے تاکہ فقہ حنفی کی وجہات نظر بھی سامنے آسکیں۔'' ۱۷

فیوض الباری :

اس شرح میں شارح نے مختلف مسائل کے ضمن میں ائمہ اربعہ کے مابین اختلاف کو بیان کرنے کے ساتھ ان کے دلائل بھی بیان کئے ہیں، پھر ان دلائل پر بحث ونظر کرتے ہوئے امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کو دلائل کی روشنی میں ترجیح دی ہے۔ مثال کے طور پر مسئلہ جمع بین الصلواتین میں ائمہ ثلاثہ نے جن احادیث سے استدلال کیا ہے شارح نے ان کو بیان کرنے کے بعد ان پر نقد و تبصرہ کرتے ہوئے امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کو دلائل سے ترجیح دی ہے۔ ۱۸

نعمۃ الباری سے موازنہ:

مختلف فیہ مسائل کے ضمن میں ائمہ کرام کے مذاہب اور ان کے دلائل ہمیں تینوں شروح میں ملتے ہیں، مگر مسائل پر جتنی تفصیل، تحقیق اور دلائل ہمیں نعمۃ الباری میں ملتے ہیں وہ اسی شرح کا خاصہ ہے۔ علامہ سعیدی دوران شرح پہلے تمام فقہی مذاہب خصوصاً مذاہب اربعہ ان کے دلائل کے ساتھ ان مذاہب کی اصل کتب سے بیان کرتے ہیں اس کے بعد آپ ایک

مجتہد کی حیثیت سے ان پر نقد وتبصرہ کرتے ہوئے اپنی رائے بیان کرتے ہیں اور مضبوط دلائل اور مکمل تحقیق کے بعد مذہب حنفی کو ترجیح دیتے ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ آپ اکابرین کی تحقیقات پر بھی گہری نظر رکھتے ہیں اور معاصرین کی تحقیقات سے بھی مکمل آگاہی رکھتے ہیں ان سب کی روشنی میں آپ جدید مسائل کے احکامات کا استنباط کرتے ہیں۔

اس موازنہ کے بعد بجا طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ نعمۃ الباری نے اپنے قارئین کو تحقیق و تدقیق کی نئی راہوں سے روشناس کروایا ہے۔دلائل و براہین سے لبریز تحقیقی مباحث ،مسائل فقہیہ پر تفصیلی بحث، جدید مسائل کا حل، تحقیقی اسلوب حوالہ جات اسی شرح کا خاصہ ہیں۔نعمۃ الباری میں وہ تمام خصوصیات موجود ہیں جن کا دور جدید میں تقاضا کیا جاتا ہے اور جو کسی شرح کو ممتاز مقام عطا کرتی ہیں۔الغرض نعمۃ الباری اپنے تحقیقی اور تفصیلی منہج کی بنا پر تینوں شروح میں نمایاں اور بلند مقام رکھتی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ سلیم اللہ خان، مولانا، کشف الباری، ج:۱، ص:۳۳۹

۲۔ ایضاً، ج۱: ص:۵۵۹

۳۔ محمود احمد رضوی، سید، علامہ، فیوض الباری، لاہور: علامہ ابوالبرکات اکیڈیمی، ۱۹۸۸ء، ج:۴، پارہ: نہم، ص:۹۵

۴۔ سلیم اللہ خان، مولانا، کشف الباری، ج:۱، ص:۲۴۸

۵۔ ایضاً، ج:۱، ص:۹۱

۶۔ محمود احمد رضوی، سید، علامہ، فیوض الباری، لاہور: مکتبہ رضوان، پارہ: سوم، ص:۲۳۶

۷۔ ایضاً، پارہ سوم، ص:۲۳۷

۸۔ ایضاً، ج:۴، پارہ نہم، ص:۴۳

۹۔ ایضاً، پارہ سوم، ص:۲۵۲۔۲۳۷

۱۱۔ عبدالکبیر محسن، پروفیسر، ڈاکٹر، توفیق الباری، ج:۱، ص:۸۷

۱۲۔ محمود احمد رضوی، سید، علامہ، فیوض الباری، پارہ سوم، ص:۳۸۸

۱۳۔ سلیم اللہ خان، مولانا، کشف الباری، ج:۱، ص:۴۴۳

۱۴۔ عبدالکبیر محسن، پروفیسر، ڈاکٹر، توفیق الباری، ج:۱، ص:۷۷

۱۵۔ محمود احمد رضوی، سید، علامہ فیوض الباری، پارہ ہفتم: ص۳۰

۱۶۔ ایضاً، پارہ ششم: ص۱۷۴

۱۷۔ عبدالکبیر محسن، پروفیسر، ڈاکٹر، توفیق الباری، ج:۱، ص:۳۶

۱۸۔ محمود احمد رضوی، سید، علامہ، فیوض الباری، پارہ سوم ص:۲۳۸

۱۹۔ سلیم اللہ خان، مولانا، کشف الباری، ص:۱۹۵

خلاصۂ بحث،نتائج وسفارشات

خلاصہ بحث

علامہ سعیدی ہمہ گیر شخصیت کے مالک ہیں۔آپ بیک وقت، بلند پایہ محدث، وسیع النظر مفسر اور اجتہادی بصیرت کے حامل فقیہ ہیں۔آپ کی شخصیت کے یہ تمام پہلو اس شرح میں نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔

یہ شرح جہاں اپنے اندر سادگی لئے ہوئے ہے وہی اس میں عالم کو علمیت کی چاشنی بھی ملتی ہے۔مسائل کو اس قدر وضاحت اور صراحت سے پیش کیا گیا ہے کہ کوئی بھی پہلو تشنہ نہیں چھوڑا۔

آپ نے اہل سنت کے عقائد و نظریات کو عقلی اور نقلی دلائل سے ثابت کیا ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کو ترجیح دیتے ہوئے اس کی وضاحت اور اس پر اشکالات اور اعتراضات کے جوابات دلائل کی روشنی میں دیئے ہیں مختلف فیہ مسائل کے حل کے لیے ائمہ کرام کے مذاہب بیان کرنے کے ساتھ ان کے دلائل کی صحت وضعف پر تحقیق اور ناقدانہ بحث کے بعد مسائل کا حل پیش کیا گیا ہے۔مختلف فیہ مسائل میں عام طور پر اختلاف کی صورت حال درپیش ہوتی ہے اس موقع پر اکثر لوگ شائستگی کا دامن چھوڑ دیتے ہیں،لیکن علامہ سعیدی کا رویہ اختلافی مسائل میں کہیں بھی غیر سنجیدہ نہیں ہوا آپ شائستگی اور دلائل کے ساتھ اختلاف کرتے نظر آتے ہیں۔

دلائل میں آپ نے آیات واحادیث کے ساتھ مختلف کتب جن میں حدیث،فقہ،تفسیر،تاریخ وسیرت شامل ہیں،سے استفادہ کیا ہے اور اکثر مقامات پر اصول حدیث اور فقہی قواعد کو دلیل کے طور پر استعمال کیا ہے۔

اس شرح میں مسائل پر تفصیلی، تحقیقی اور مدلل بحث کے بعد مسائل کا حل پیش کیا گیا ہے،بہت سے مسائل پر آپ نے اپنی اجتہادی بصیرت سے کام لیتے ہوئے مسائل کا حل پیش کیا ہے جو اپنے اندر **یسر و لا تعسر** کا مقصد لئے ہوئے ہیں۔

نتائج

نعمۃ الباری کے منہج واسلوب کے تحقیقی اور تجزیاتی مطالعہ کے بعد درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں۔

نعمۃ الباری کا منہج واسلوب انفرادیت کا حامل ہے۔اس میں تحقیق کے عصری تقاضوں کو مدنظر رکھا گیا ہے۔

یہ شرح متقدمین کی کتب کے تمام اہم علمی مباحث کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

اس شرح میں مختلف مسائل پر کتب ستہ اود دیگر کتب احادیث سے احادیث کا اتنا ذخیرہ اکٹھا کر دیا گیا ہے کہ اگر اس کو کتب احادیث کا مجموعہ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔

مختلف فیہ مسائل پر تفصیلی بحث کی گئی ہے جس کے نتیجے میں ائمہ کرام کے مذاہب کا اردو میں اچھا خاصہ مواد اکٹھا ہو گیا ہے۔

یہ تمام بحث مناظرانہ طرز پر نہیں کی گئی بلکہ یہ تحقیقی رنگ لیے ہوئے ہے۔

علامہ سعیدی نے بہت سے عصری مسائل پر مدلل اور تفصیلی بحث کی ہے جس کے نتیجے میں دور حاضر کے بہت سے مسائل اور الجھنیں دور ہو گئیں ہیں۔

عصری مسائل پر تفصیلی تحقیقات بیان کرنے کی وجہ سے دور حاضر میں اس کی اہمیت دو چند ہوگئی ہے۔

یہ شرح عصر حاضر کی دیگر تمام شروح میں اپنے تحقیقی اسلوب اور عام فہم زبان کی بنا پر بلند مقام رکھتی ہے۔

ماخذ ومراجع کی کثرت اور ترتیب وتحقیق نے جدید علمی دنیا میں اس شرح کا مقام بلند کیا ہے۔

نعمۃ الباری کی یہ تمام خصوصیات اس بات پر شاہد ہیں کی علامہ سعیدی ایک بلند پایہ محدث ہیں۔اپنے معاصر محدثین میں اس شرح کی بدولت آپ کو ایک نمایاں مقام حاصل ہوا ہے۔

سفارشات

نعمۃ الباری ۱۶ جلدوں پر مشتمل انتہائی ضخیم شرح ہے، میں نے جب اس کا مطالعہ شروع کیا تو مجھے لگتا تھا کہ میں اس کو ختم نہ کر پاؤں گی اور میرا سمسٹر ختم ہو جائے گا لیکن جوں جوں میں اس کا مطالعہ کرتی گئی اس کے عام فہم، سادہ اور تحقیقی اسلوب کی وجہ سے اس کو پڑھنا میرے لئے آسان ہوتا گیا اور اس میں میری دلچسپی بڑھتی گئی۔ اس کو پڑھنے کے بعد بہت سے مسائل میرے لئے عیاں ہو گئے اور مجھے اندازہ ہوا کہ ہر طالب علم خصوصاً محقق کو اس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے۔

یہ مقالہ اس شرح کا پہلا تعارف ہے۔ اس پر مزید بہت کام کی گنجائش ہے۔ اس شرح میں جگہ جگہ سیرت کے مباحث موجود ہیں ان عنوانات کی تعداد تقریباً ۶۰۰ ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ ان تمام عنوانات کو یکجا کیا جائے۔ اسی طرح اس شرح میں جتنے بھی جدید اور تحقیقی مسائل ہیں ان کو الگ کیا جائے تا کہ ہر کوئی اپنی ضرورت کے مطابق اس سے فائدہ اٹھا سکے۔

علامہ سعیدی کی شخصیت اور ان کے حالات پر تحقیقی سروے کروایا جائے تا کہ نوجوان نسل ان کی زندگی سے سبق حاصل کریں اور مقاصد کے حصول میں علامہ سعیدی کی پرمشقت زندگی ان کے لئے تازہ ہوا کا جھونکا ثابت ہو۔

فہارس

فہرست آیات

۱۰	وَاَنۡزَلۡنَآ اِلَیۡکَ الذِّکۡرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیۡهِمۡ وَلَعَلَّهُمۡ یَتَفَکَّرُوۡن	۴۴	۱۴۲
۱۱	اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَةِ وَالۡمَوۡعِظَةِ الۡحَسَنَةِ	۱۲۵	۲۵
	سورۃ طٰهٰ		
۱۲	سَنُعِیۡدُهَا سِیۡرَتَهَا الۡاُوۡلٰی	۲۱	۱۴۵
۱۳	وَلَا یُفۡلِحُ السّٰحِرُ حَیۡثُ اَتٰی	۹۶	۱۰۸
	سورۃ النور		
۱۴	وَّلَا عَلٰۤی اَنۡفُسِکُمۡ اَنۡ تَاۡکُلُوۡا مِنۡۢ بُیُوۡتِکُمۡ اَوۡ بُیُوۡتِ اٰبَآئِکُمۡ اَوۡ بُیُوۡتِ اُمَّهٰتِکُمۡ اَوۡ بُیُوۡتِ اِخۡوَانِکُمۡ	۶۱	۱۰۱
	سورۃ الاحزاب		
۱۵	لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ	۲۱	۱۴۲
	سورۃ الفاطر		
۱۶	اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰهَ مِنۡ عِبَادِهِ الۡعُلَمٰٓؤُا	۲۸	۱۱
	سورۃ ص		
۱۷	وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسۡتَغۡفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاکِعًا وَّاَنَابَ	۲۴	۱۴۴
	سورۃ الزمر		
۱۸	اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّ اِنَّهُمۡ مَّیِّتُوۡنَ	۳۰	۱۳۶
	سورۃ الرحمٰن		
۱۹	وَلِمَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ	۴۶	۱۱۰

سورۃالنازعات			
۲۰	وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَی النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰی	۴۰	۶۹
۲۱	فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰی	۴۱	
سورۃالعلق			
۲۲	الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ	۴	۳۸
سورۃالنصر			
۲۳	فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْهُ	۳	۱۰۷

فہرست احادیث

مصادر و مراجع

مصادر ومراجع

القرآن الحکیم

احسن اختر ناز، ڈاکٹر، صحافتی اخلاقیات، لاہور: عظیم اکیڈمی، ۲۰۰۵ء

بخاری، محمد بن اسماعیل، امام، الجامع الصحیح المسند المختصر من امور رسول اللہ ﷺ وسننہ وایامہ، بیروت: دار ابن کثیر، ۱۴۲۳ھ

بابر سعید سیہول، انجینئر "نور چراغ"، لاہور: جامعہ فاروقیہ رضویہ، ۲۰۰۸ء،

الزبیدی، محمد مرتضی، تاج العروس، بیروت: منشورات دار مکتبۃ الحیاۃ، س.ن

سید عابد علی عابد، اسلوب، لاہور: سنگ میل پبلی کیشن، ۲۰۱۱ء،

سلیم اللہ خان، مولانا، کشف الباری، کراچی: مکتبہ فاروقیہ، ۲۰۱۱ء،

سردار محمد خان عزیز، سرگشت پاکستان، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۰ء

سید حسن محمود، مخدوم زادہ، میرا سیاسی سفر، لاہور: جنگ پبلیشرز، ۱۹۸۶ء

شفیق جالندھری، ڈاکٹر، صحافت اور ابلاغ، لاہور: اے ون پبلیشرز، ۲۰۰۸ء

صفی الرحمٰن مبارکپوری، مولانا، الرحیق المختوم، لاہور: المکتبہ السلفیۃ، س۔ن

عبدالکبیر محسن، پروفیسر، ڈاکٹر، توفیق الباری، لاہور: مکتبہ قدوسیہ، ۲۰۰۷ء

عبداللہ بن عباسؓ، تفسیر ابن عباس، مولانا شاہ محمد عبدالمقتدر قادری (مترجم)، لاہور: فرید بک سٹال ۲۰۰۵ء

غلام رسول سعیدی، علامہ، تبیان القرآن، لاہور: فرید بک سٹال، ۲۰۰۹ء

ایضاً، حیات استاذ العلما، لاہور: دار الاسلام، ، ۲۰۱۱ء

ایضاً، تذکرۃ المحدثین، کراچی: ضیاالقرآن پبلی کیشنز، ۲۰۱۳ء

ایضاً، مقام ولایت ونبوت، لاہور: فرید بک سٹال، ۲۰۰۶ء

ایضاً، مقالات سعیدی، لاہور: فرید بک سٹال، ۲۰۰۷ء

ایضاً، شرح صحیح مسلم، لاہور: فرید بک سٹال، ۲۰۰۳ء

ایضاً، توضیح البیان، لاہور: فرید بک سٹال، ۲۰۰۶ء

ایضاً،　　　ذکر بالجہر، لاہور: فرید بک سٹال، ۲۰۰۶ء

ایضاً،　　　نعمۃ الباری، لاہور: فرید بک سٹال، ۲۰۰۷ء

غلام نصیر الدین، مولانا، سفرِ آخرت کی منازل، لاہور: فرید بک سٹال، ۲۰۰۸ء

الفیر وز آبادی، محمد بن یعقوب، القاموس المحیط، بیروت: دار الجیل، س۔ن

محمد ناصر خان چشتی، حیات سعید ملت، لاہور: فرید بک سٹال، س ن،

ابن منظور، جمال الدین، محمد بن مکرم انصاری، لسان العرب، بیروت: دار صادر، ۱۳۷۴ھ

محمد عاصم بٹ، پاکستان سال بہ سال، مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۷ء

محمد فاروق، ڈاکٹر، اکیسوی صدی اور پاکستان، لاہور: شرکت پرنٹنگ پریس، ۱۹۹۸ء

محمود احمد رضوی، سید، علامہ، فیوض الباری، لاہور: علامہ ابوالبرکات اکیڈیمی، ۱۹۸۸ء،

معین الدین خٹک، مولانا، معین القاری، گوجرانوالہ: جامعہ عربیہ، ستمبر ۲۰۰۴ء،

محمد عثمان غنی، مولانا، نصر الباری، کراچی: مکتبہ نعمانیہ، ۲۰۰۰ء،

محمد اعظم چوہدری، ڈاکٹر، پاکستان ایک عمومی مطالعہ، کراچی: وفاق اردو یونیورسٹی، جنوری ۲۰۰۵ء

ابن ماجہ، محمد بن یزید قزوینی، امام، سنن ابن ماجہ، بیروت: دار الفکر، ۱۴۱۵ھ

محمد اسماعیل نورانی، مولانا، حقائق شرح صحیح مسلم ودقائق تبیان القرآن، لاہور: فرید بک سٹال، ۲۰۰۴ء

نذر حسین چشتی، مولانا، ذکر عطاء، خوشاب: استاذ العلماء اکیڈمی، ۲۰۱۳ء

نسائی، احمد بن شعیب، امام، سنن نسائی، بیروت: دار کتب العلمیۃ، ۱۹۹۱ء

I.H QURESSHI,(2006),A SHORT HISTORY OF PAKISTAN,
KARACHI:UNIVERSITY OF KARACHI,P:885-236

رسائل

عرفات، لاہور: (مدیر: ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی الازہری)، فروری، مارچ ۲۰۰۱ء

البرھان، لاہور: (مدیر: ڈاکٹر محمد امین)، ستمبر ۲۰۱۳ء،

رپورٹس

سالانہ رپورٹ ۹۸۔۱۹۹۷ء اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان، اسلام آباد،

انٹرویوز

انٹرویو، علامہ غلام رسول سعیدی (جنید جمشید)، جیو نیوز، ۵ستمبر ۲۰۱۰ء، حی علی الفلاح